لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ

قبر پرستوں کے جال میں

قبر پرستوں کے جال میں پھنسی سسکتی بلکتی انسانیت اور بزرگوں
کی قبروں پر کیئے جانیوالے اعمال کا ایک حقیقت پسندانہ جائزہ

www.KitaboSunnat.com

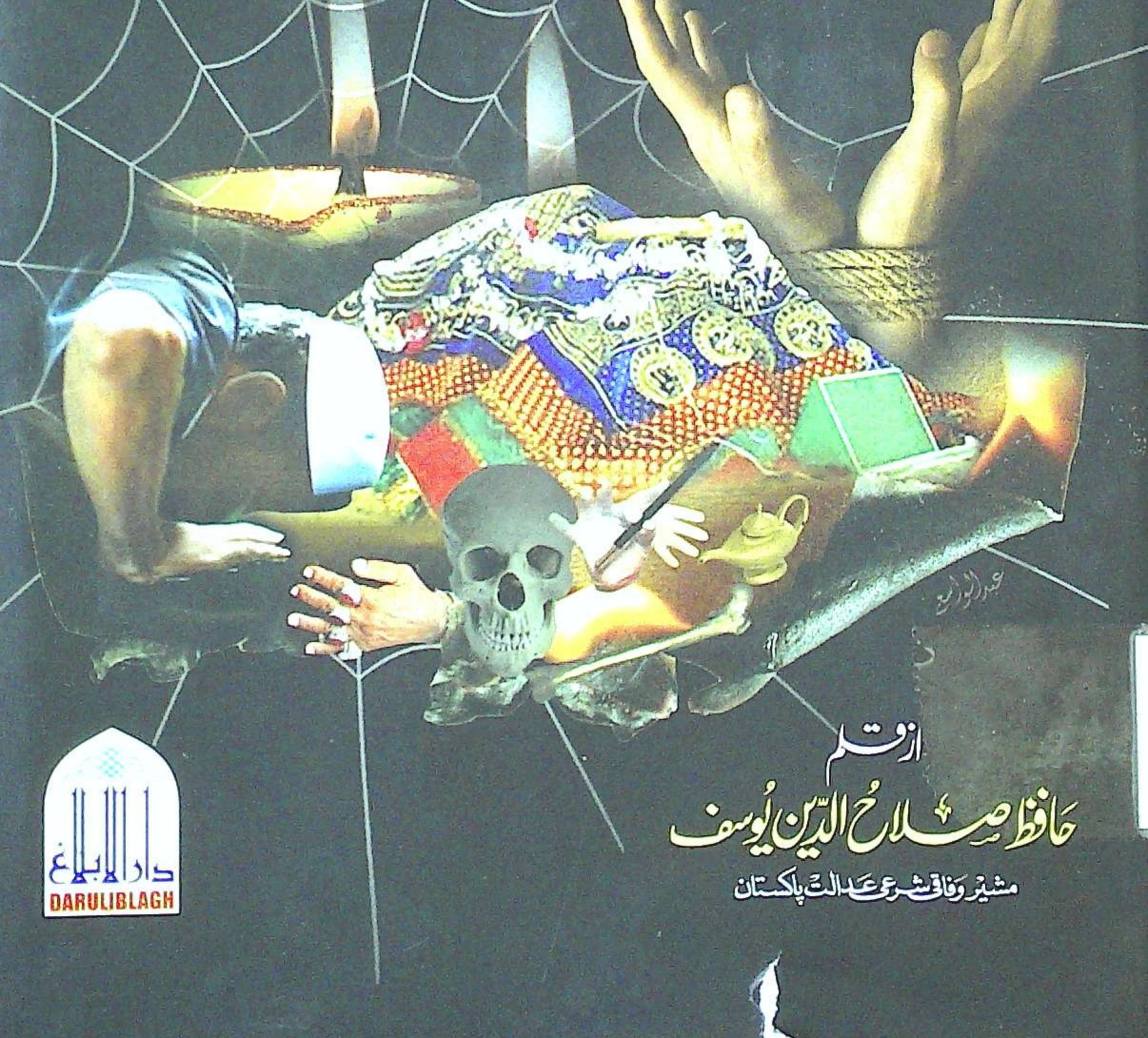

از قلم
حافظ صلاح الدین یوسف
مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان

دار الابلاغ
DARULIBLAGH

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

قبر پرستوں کے جال میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

جملہ حقوق اشاعت برائے دارالابلاغ محفوظ ہیں

قبر پرستوں کے جال میں

تالیف

حافظ صلاح الدین یوسف
مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان

اشاعت اول
جنوری 2013ء

پاکستان میں ہماری کتب مندرجہ ذیل اداروں سے مل سکتی ہیں

- لاہور۔ دارالاندلس 37230549 ۔ دارالسلام شوروم 37232400 ۔ مکتبہ قدوسیہ 37230585 ۔ مکتبہ سلفیہ 37237184 ۔ کتاب سرائے 37320318 ۔ اسلامی اکیڈمی 37357587 ۔ نعمانی کتب خانہ 37321865 ۔ مکتبہ رحمانیہ 37224228 ۔ مکتبہ دارالھدیٰ 37639557 ۔ الابلاغ 35717842 ۔ الابلاغ (جیل روڈ 042-35717842 گلبرگ 042-35717842 ماڈل ٹاؤن 042-35942233)
- راولپنڈی۔ تجلیات طیبہ کشمیری بازار۔ 5535108 ۔ دارالفکر اسلامی 0321-5210267 ۔ مکتبہ عائشہ 0321-5075075, 051-5551014 ۔
- اسلام آباد۔ المسعود اسلامک بکس 2261356 ۔ الابلاغ 2231420 ۔ دارالسلام شوروم 0321-5370378 ۔ الھدیٰ انٹرنیشنل 0321-8014008, 051-4434615 ۔
- کراچی۔ فضلی سنز 32212991 ۔ مکتبہ دارالقرآن، 021-32211998 علمی کتب خانہ اردو بازار 32628939 ۔
- فیصل آباد۔ مکتبہ اسلامیہ بیرون امین پور بازار، 631204 ۔ مکتبہ اہلحدیث امین پور بازار 041-2629292, 0300-6620021
- پشاور۔ معراج کتب خانہ 214720 ۔ حیدر آباد۔ مکتبہ دعوت السلفیہ 0333-2607264 ۔ واہ کینٹ۔ الابلاغ 051-4541148
- سیالکوٹ۔ مکتبہ رحمانیہ، ناصر روڈ سیالکوٹ 052-4591911 مکتبہ الاذان 0332-8787866

دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
0300-4453358, 042-37361428

ضروری نوٹ: اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور انسانی بساط و طاقت کے مطابق ہم نے اس کتاب کی کمپوزنگ، پروف ریڈنگ خاص طور پر عربی عبارات میں تصحیح اغلاط میں پوری طرح احتیاط کی ہے۔ لیکن پھر بھی بشری تقاضے کے تحت اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں۔ آئندہ ایڈیشن میں اس کا ازالہ کر دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ (ادارہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ

قبر پرستوں کے جال میں

قبر پرستوں کے جال میں پھنسی سسکتی بلکتی انسانیت اور بزرگوں
کی قبروں پر کیے جانے والے اعمال کا ایک حقیقت پسندانہ جائزہ

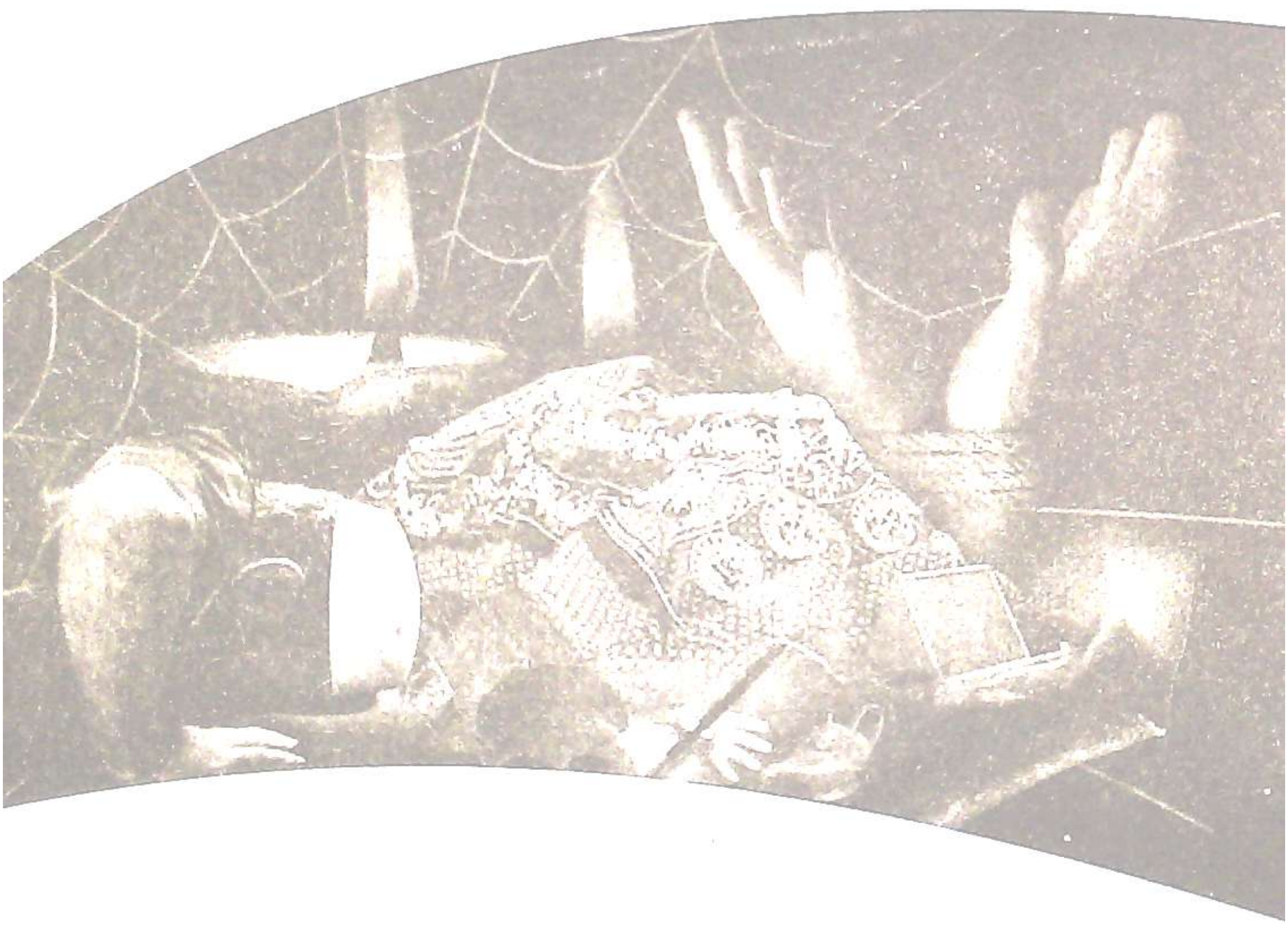

از قلم
حافظ صلاح الدین یوسف
مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان

دار الابلاغ
DARULIBLAGH

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

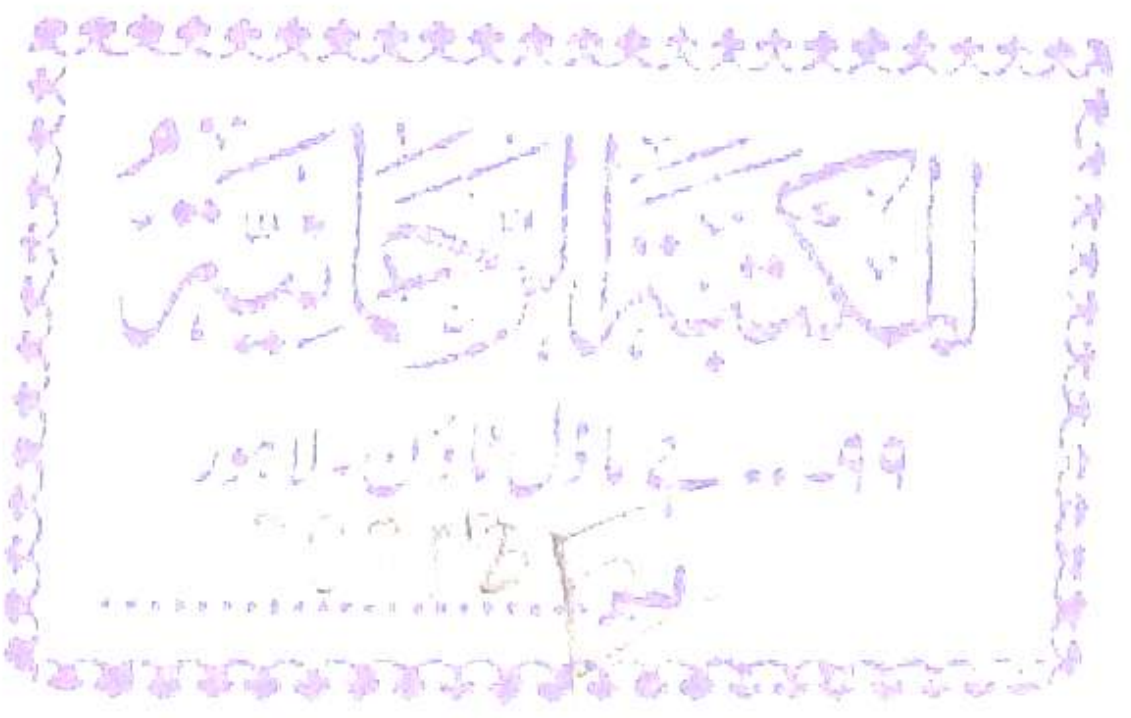

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

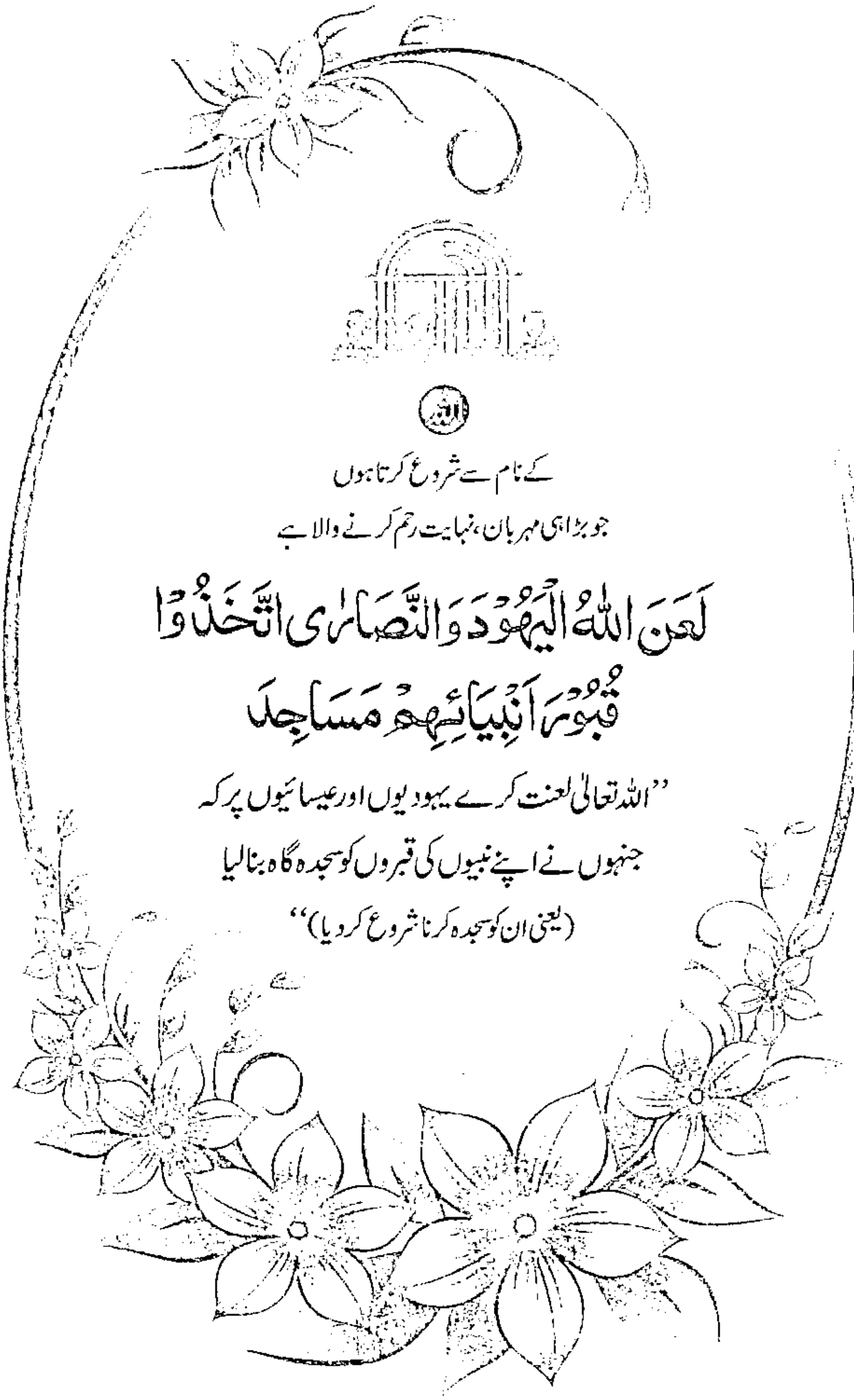

بسم اللہ

کے نام سے شروع کرتا ہوں

جو بڑا ہی مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ

''اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہودیوں اور عیسائیوں پر کہ

جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا

(یعنی ان کو سجدہ کرنا شروع کر دیا)''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انتساب

● اُن فرزندانِ توحید کے نام جو اسلام کا کلمہ تو پڑھتے ہیں لیکن اس میں بیان کردہ توحید کی حقیقت سے ناآشنا ہیں۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت تو رکھتے ہیں لیکن آپ پر نازل کردہ شریعتِ اسلامیہ کی بجائے مذہب کے نام پر خانہ ساز ایجادات و رسومات ہی کو دین سمجھے بیٹھے ہیں۔

● جو علماء و مشائخ اور اصحابِ جُبّہ و دستار سے والہانہ لگاؤ رکھتے ہیں۔ لیکن ان وارثانِ منبر و محراب نے اپنی فرقہ بندیوں کو تحفظ دینے کے لیے دین سے بے خبر عوام کو بدعات و توہمات میں الجھایا ہوا ہے۔

● اس کتاب کو غیر جانبداری سے اور طالبِ صادق بن کر پڑھیے تو یقیناً اللہ آپ کو توحید کی حقیقت، سنت کی اہمیت اور منہاجِ صحابہ کے سمجھنے اور اسے اپنانے کی توفیق سے نوازے گا۔

مؤلف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آئینہ

قبر پرستوں کے جال میں

..... 1 .....

❀ غیر اللہ کی مدد کے لیے پکارنا شرک ہے یا نہیں؟ ---------- 15
❀ دعاء (پکارنا) عبادت ہے یا نہیں؟ ---------- 15
❀ صحابہ وتابعین نے کسی بھی فوت شدہ کو کبھی نہیں پکارا ---------- 18
❀ فوت شدہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا جائز نہیں ---------- 18
❀ امام ابوحنیفہؒ کا ایک واقعہ (قبر والے نہیں سن سکتے) ---------- 21
❀ علامہ آلوسیؒ کی وضاحت ---------- 22
❀ صنم پرست مشرکین بھی فاعلِ حقیقی اللہ ہی کو مانتے تھے ---------- 23
❀ قوم نوح کے پانچ بت۔ دراصل پانچ بزرگ تھے (صحیح بخاری) ---------- 24
❀ قبر پرست مسلمانوں کا شرک۔ بزرگانِ دین کی تصریحات ---------- 26
❀ فقہ حنفی کی صراحت (قبروں پر کیے جانے والے کام حرام ہیں) ---------- 28
❀ اللہ کے سوا کسی اور کو عالم الغیب سمجھنا کفر ہے (فقہ حنفی کا فتوی ---------- 30
❀ "یا شیخ عبدالقادر شیئاً للّٰہ" وظیفہ کیوں ناجائز ہے؟ ---------- 32
❀ قبر پرستوں کا شرک صریح (شیخ جیلانیؒ کی شان میں مشرکانہ نظم) ---------- 34
❀ دعوتِ توحید (مولانا خرم علی بلہوریؒ کی موحدانہ نظم) ---------- 37

..... 2 .....

❀ قبر پرستی کی ایک وکالت کا جائزہ (ڈاکٹر غلام جیلانی کے جواب میں) ---------- 39
❀ شہداؑ کی برزخی زندگی سے غلط استدلال ---------- 43
❀ مردہ کے تصور سے باتیں کرنا اور ابتلاء میں مردہ سے استمداد الگ الگ چیزیں ہیں ---- 44

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- التحیات میں السلام علیك ایھا النبی تعیماً اور حکایۃً پڑھا جاتا ہے ---------- 45

...... ۳ ......

- نداء بغیر اللہ شرک و بدعت ہے یا نہیں؟ ---------- 46
- واقعہ یا ساریۃ الجبل سے غلط استدلال؟ ---------- 47
- ایک مجہول الحال آدمی کے خواب سے استدلال (مالک الدار کی روایت پر بحث) ---------- 48
- "الادب المفرد" کی ایک روایت سے استدلال اور اس کی حقیقت ---------- 50
- ''عبادت'' کسے کہتے ہیں اور ''معبود'' کون ہوتا ہے؟ ---------- 54
- ایک اسٹکر کا تجزیہ (''یا رسول اللہ مدد'' مشرکانہ نعرہ ہے) ---------- 57
- جوابات کی' خدا کی قسم' لاجواب کی! ---------- 61

...... ۴ ......

- ماورائے اسباب طریقے سے استمداد لغیر اللہ شرک ہے (جناب طاہر القادری کے جواب میں) -- 65

...... ۵ ......

- بریلویوں کے ترجمان ''رضائے مصطفیٰ'' کے سوالات کے جوابات ---------- 70
  - غلو کی انتہا کیا ہے؟ اور شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ ---------- 71
  - شرک کی تعریف کیا ہے؟ اور شرک کی انتہا سے کیا مراد ہے؟ ---------- 75
  - اموات پرستی اور گور پرستی اور حیاتِ برزخی کا کیا مطلب ہے؟ ---------- 76
  - ''غوث اعظم'' کی زیر بحث منقبت میں شرک و پرستش کی باتیں کون سی ہیں؟ ---------- 77
  - کچھ کرامات ثابت بھی ہیں یا سب بے ثبوت ہیں؟ ---------- 77
  - بے ثبوت کرامات نقل و بیان کرنے والوں کا کیا حکم ہے؟ ---------- 78
  - کیا ''غوث اعظم'' صاحبِ کرامات کثیرہ ہیں یا نہیں؟ ---------- 78
  - بے ثبوت کہانیوں اور باثبوت کرامات جاننے کا کیا اصول و ضابطہ ہے؟ ---------- 79
  - "بھجۃ الآثار" وغیرہ کتابیں اور ان کے مصنفین معتبر ہیں یا نہیں؟ ---------- 79
  - کیا بریلوی مسلمان ہیں یا دائرہ اسلام سے خارج؟ ---------- 79
- مدیر ''رضائے مصطفیٰ'' کی بے حواسی ---------- 82

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قبر پرستوں کے جال میں ---------- 9

٦

❀ کیا یہ سب کچھ فقہ حنفی سے ثابت ہے؟ مدیر ''رضائے مصطفیٰ'' سے ۱۰ سوال ---------- 84

❀ پروفیسر طاہر القادری کی خدمت میں ---------- 87

٧

❀ بزرگانِ دین کی قبروں پر میلوں ٹھیلوں کا اہتمام۔ شریعتِ اسلامیہ کی نظر میں ---------- 88

٨

❀ عرس کے اثبات میں ڈاکٹر طاہر القادری کے ''دلائل'' اور ان کا تجزیہ ---------- 94

❀ ڈاکٹر صاحب کے ''دلائل'' کا خلاصہ ---------- 95

❀ مذکورہ استدلالات کی حقیقت۔ مسئلے کی نوعیت اور اس کی تنقیح ---------- 97

❀ قدموں کی آہٹ سننے سے سماع موتیٰ پر استدلال؟ ---------- 99

❀ ''دلہن کی طرح سوجا'' کے الفاظ سے عرس کا اثبات ---------- 100

❀ ڈاکٹر صاحب کا مبلغ علم۔ مسئلہ شفاعت ---------- 102

❀ کیا ہر قبر میں رسول اللہ ﷺ حاضر ہوتے ہیں!؟ ---------- 103

❀ عرس کی اصل حقیقت ---------- 106

٩

❀ اُستخواں فروشی (قبر پرستی) کا یہ فروغ پذیر کاروبار (ایک بریلوی عالم کا اعتراف) ----- 107

❀ ماہنامہ ''البر'' کے اداریے کی تلخیص اور ہماری گزارشات ---------- 108

١٠

❀ قبر میں مدفون بزرگ اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ ---------- 118

❀ شاہ صاحب کی طرف منسوب غلط عقائد کی وضاحت ---------- 118

١١

❀ محکمہ اوقاف کے ذرائع آمدنی۔ حرام اور حلال آمدنی کو الگ الگ کرنے کی ضرورت -- 125

١٢

❀ ''نوائے وقت'' کے ''نورِ بصیرت'' کے جواب میں ---------- 130

❀ وسیلے کا صحیح مفہوم اور صحابہ کرام کا طرزِ عمل ---------- 133

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

❀ فوت شدہ کے وسیلے سے دعاء جائز نہیں۔فقہائے احناف کا فتویٰ ---------- 133

❀ کیا ''مسلمان'' شرک کا مرتکب نہیں ہوسکتا؟ ---------- 135

❀ قبروں پر کیے جانے والے امور شرکیہ ہیں یا بت پرستوں کی مشابہت ہے ---------- 138

❀ کالم نگار کی چند مثالوں کی حقیقت ---------- 140

○ التحیات میں السلام علیك ایها النبی اور خودساختہ صلاۃ وسلام میں بڑا فرق ہے -- 140

○ ماورائے اسباب اور ماتحت اسباب میں فرقِ عظیم ہے ---------- 141

○ شرک ظلم عظیم ہے، اسی لیے اہلحدیث اس کے استیصال میں سرگرم ہیں ------- 142

❀ کچھ بدعات کے بارے میں ---------- 143

❀ کیا تسبیح اور ترجمہ قرآن بھی بدعت ہے؟ ---------- 144

❀ عہدِ صحابہ کا واقعہ، عبداللہ بن مسعودؓ کا مجلسِ ذکر پر اعتراض---------- 145

❀ بدعت کی صحیح تعریف ---------- 148

..... ۱۳ .....

❀ ترجمہ وتفسیر کے لیے صحابہ کرام اور سلف کی تعبیر کو ضروری قرار دیا جائے ---------- 150

❀ بریلوی ترجمہ وحاشیہ قرآن میں تحریفاتِ معنوی کی چند مثالیں---------- 151

..... ۱۴ .....

❀ حضرت بلالؓ سے منسوب ایک واقعہ کی تحقیق اور مسئلہ وفات النبیؐ---------- 156

❀ ''منہاج القرآن'' اور ''رضائے مصطفیٰؐ'' کے جواب میں ---------- 156

❀ حضرت بلالؓ کی طرف منسوب واقعہ اذان کی تحقیق---------- 158

❀ وفات النبیؐ پر ''منہاج القرآن'' کی پیش کردہ روایات ---------- 161

..... ۱۵ .....

❀ کون کہتا ہے کہ انبیاء و اولیاء مرے نہیں؟ بجواب ''کون کہتا ہے کہ وہ مر گئے''؟ ---- 166

❀ ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور کے ایک مضمون کے جواب میں ---------- 171

❀ ''ضیائے حرم'' کی بے سروپا حکایات اور وضعی داستانیں۔! ---------- 174

❀ کیا ان حکایات اور داستانوں سے قرآن وحدیث کے محکم دلائل کا رد ممکن ہے؟ ---- 174

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قبر پرستوں کے جال میں ---------- 11

..... ۱۶ .....

❀ قبروں کو پختہ کرنے یا ان پر گنبد وغیرہ بنانے کی ممانعت کے بارے میں احادیثِ نبویؐ - 178
❀ بعض ضروری وضاحتیں (قبر مُسطّح بنائی جائے یا مُسنّم؟) ---------- 181
❀ فقہ حنفی سے قبروں کو پختہ بنانے کی ممانعت کی صراحت ---------- 182
❀ ایک ضروری وضاحت، مطلق کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے ---------- 184

..... ۱۷ .....

❀ زیارتِ قبور اور دعاء کا صحیح اور مسنون طریقہ ---------- 185
❀ توحید کی تین قسمیں ---------- 187

..... ۱۸ .....

❀ زیارتِ قبر نبویؐ کی شرعی حیثیت اور اس کا مسنون طریقہ ---------- 189

..... ۱۹ .....

❀ سلطان عبدالعزیزؒ، حرمین شریفین اور انہدام قبور ---------- 193
❀ شریعت، تاریخ اور واقعات کی روشنی میں ---------- 193
❀ سعودی حکومت کا عظیم تاریخی و اسلامی کارنامہ ---------- 198
❀ سلطان عبدالعزیزؒ کا اعلانِ عام ---------- 200
❀ ایک ضروری وضاحت۔ تین وفودِ خلافت کمیٹی ---------- 203
❀ تائید مزید۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ کی وضاحت ---------- 205
❀ مولانا ابوالکلام آزادؒ کی تفصیلی وضاحت ---------- 206
❀ مولانا ظفر علی خاںؒ کا نعرۂ حق ---------- 211
❀ تطہیر یثرب (مولانا ظفر علی خاںؒ کی نظم) ---------- 214
❀ امیر المومنین ابن سعودؒ (مولانا ظفر علی خاںؒ کی نظم) ---------- 215

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں گرائی ہوئی پختہ قبروں کو سونے چاندی سے دوبارہ تعمیر کرنے کے لیے تیار ہوں بشرطیکہ...

سلطان عبدالعزیزؒ والی نجد وحجاز کا فرمان

ہندوستانی وفد کے اس استفسار پر کہ انہوں نے مآثر و مشاہد (پختہ قبریں اور قبے) کیوں گرائے ہیں سلطان عبدالعزیزؒ والی نجد وحجاز نے حسب ذیل جواب دیا:

"مآثر و مبانی کی سر دست اس طرح اصلاح کرا دی جائے گی کہ ان کا احترام قائم رہے اور یہ محفوظ رہیں۔ لیکن ان کی دوبارہ تعمیر کے متعلق انہوں نے صاف صاف فرمایا کہ بلادِ مقدسہ میں صرف شریعت اسلامیہ ہی کے موافق فیصلہ کیا جائے گا اور اسی قانونِ شرعی کا یہاں نفاذ ہوگا جس کی تشریح سلف صالح اور ائمہ اربعہ نے کی ہے۔ اگر دنیا کے محققین علماء اس کا فیصلہ کر دیں کہ دوبارہ ان مآثر کا تعمیر کرنا ضروری ہے تو میں سونے چاندی سے انہیں تعمیر کرانے کے لیے مستعد ہوں۔

روضۃ الرسول کے متعلق کسی بحث کی ضرورت نہیں۔ اس کا تحفظ اور بقاء ہر مسلمان کے لیے فرض ہے اور جس کی حفاظت کے لیے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں اپنی جان اور تمام خاندان کو اس پر قربان کر دوں گا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حرفِ تمنا:

قبر پرستی سے شخصیت پرستی تک

براعظم ایشیا میں بالعموم اور پاک وہند میں بالخصوص قبر پرستی کی وبا بہت تیزی سے پھیل رہی ہے۔ کہتے ہیں علم بہت بڑھ گیا ہے، کمپیوٹر کا دور ہے، انسان چاند تک جا پہنچا ہے، علم کے زور پر سمندروں کی تہوں میں پہنچ کر آج تک دنیا والوں سے مخفی سربستہ رازوں کا پتہ چلا لیا گیا ہے۔ آج کا مظلوم و بدنصیب انسان علم سائنس ومعاشیات واقتصادیات میں اس قدر اعلیٰ سطح کی ترقی کرنے کے باوجود اعتقادات کے معاملہ میں بالکل زیرو ہے اور اوہام ووساوس کا شکار ہوکر، شرک کی دلدل میں دھنس کر اپنے خالق ومالک کو پہچاننے اور اس کی قدر کرنے سے بالکل تہی دامن ہے۔ وہ دنیا کے اتنے بڑے بڑے سمندروں، خلاؤں، اور پہاڑوں میں مدفون رازوں کو نکال لایا ہے لیکن کسی قدر ستم ظریفی ہے کہ عقیدہ توحید کے علم کو حاصل نہ کرسکا۔ وہ ابھی تک اس کائنات رنگ وبو کے خالق کو فراموش کیے بیٹھا ہے۔ اور اپنے اوپر اس کی بے شمار کرم نوازیوں، کرم فرمائیوں، نعمتوں کی فراوانیوں کا شکر ادا کرنے کے لیے اپنی جبین نیاز مند کو اس کے دربار میں جھکانے کی بجائے فوت شدہ انسانوں اور حیوانوں کے مدفنوں اور قبروں پر سجدوں میں مصروف کیے ہوئے ہے۔

آج وطن عزیز میں قبر پرستی کا مہلک مرض تیزی سے پھیل رہا ہے۔ مفسر قرآن سابق مشیر وفاقی شرعی عدالت حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ نے اس مسئلہ کا اس کتاب ''قبر پرستوں کے جال میں'' بہت باریک بینی سے جائزہ لیا ہے اور اس کے متعلق شیطان اور اس کے نمائندوں کی طرف سے پھیلائے گئے شکوک وشبہات اور تاویلات فاسدہ کی حقیقت، قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کرکے ان کا خوب بطلان کرتے ہوئے احقاق حق کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ آج معاملہ قبر پرستی سے بڑھ کر شخصیت پرستی تک جا پہنچا ہے، بعض ضمیر کے مردہ مگر سانس کے زندہ انسان اپنی مسندوں پر خدا بنے بیٹھے ہیں۔ ان لوگوں نے مسجدوں میں اللہ واحد کو ہونے والے سجدے چھڑوا کر اپنے پلید خاکی وجود کو سجدے کروانے شروع کردیے ہیں۔ آپ یہ سب داستان خون رنگ پڑھیں اور دامن توحید کو شرک کے کانٹوں کی دستبرد سے بچائیں۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کی امت مسلمہ جو کہ آج کل قبر پرستوں کے جال میں پھنسی ہوئی ہے، کو ان کے تسلط وقبضہ اور آہنی پھندے سے آزاد کروا کر توحید کے گلستانوں میں بسانے کی کوشش کو کامیاب کرے اور ان کے لیے صدقہ جاریہ اور شرک کی دلدل میں دھنسی امت کے لیے راہنمائی کا باعث بنائے۔ آمین یارب العالمین

خادم کتاب وسنت

محمد طاہر نقاش

۸ مارچ ۲۰۱۳ لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اس کتابچے میں راقم الحروف کے چند وہ مضامین شامل ہیں جو قبر پرستی کے رد میں تحریر کیے گئے تھے اور "الاعتصام" میں مختلف اوقات میں شائع ہو چکے ہیں۔

ان مضامین میں اُن "دلائل" کا مختصراً جائزہ لیا گیا ہے جو قبر پرستی جیسے شرکِ صریح کے جواز میں بالعموم بریلوی علماء یا ان کے ہمنوا اہلِ قلم کی طرف سے پیش کیے جاتے ہیں۔

جن حضرات کی نظر سے یہ مضامین گزرے تھے، ان کی خواہش تھی، کہ انہیں کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے تاکہ ان کا دائرہ افادیت زیادہ وسیع ہو جائے۔

انہی احباب اور بزرگوں کی خواہش پر یہ مجموعہ شائع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے کوئی بعید نہیں کہ وہ اس کے ذریعے سے گم گشتگانِ راہ کو توحید و سُنت کی صراطِ مستقیم کی سمجھ عطا فرما دے اور شرک و بدعت سے تائب ہونے کی توفیق سے نواز دے۔ وما ذالك على الله بعزيز

یہ مضامین چونکہ مختلف اوقات میں لکھے گئے ہیں اور موضوع سب کا تقریباً ایک ہی ہے اس لیے بعض جگہ تکرار کی صورت بن گئی۔ تاہم اسے اس لیے رہنے دیا گیا کہ تکرار بھی بات کو ذہن نشین کرانے کے لیے مفید ہے۔ واللہ یہدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارنا، شرک ہے یا نہیں ہے

ایک علمی جائزہ

روزنامہ "جنگ" لاہور کی متعدد قسطوں میں مدیر "رضوان" لاہور، جناب مولانا محمود احمد رضوی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارنا شرک نہیں ہے کیونکہ

"غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارنا شرک ہے تو معلوم ہونا چاہیے کہ شروع سے یعنی صحابہ کرام سے لے کر اب تک مسلمانوں کا اس پر اجماع و اتفاق رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مؤثر حقیقی و فاعل حقیقی اعتقاد کرتے ہوئے اور بزرگانِ دین کو وسیلۂ امداد و مظہرِ اعانتِ الٰہی قرار دیتے ہوئے ان سے استغاثہ کرنا اور ان کو امداد کے لیے پکارنا جائز ہے۔ چنانچہ فتاوٰی کی کتابوں میں سے مشہور کتاب فتاوٰی خیریہ میں ہے "یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ" کہنا جائز ہے کیونکہ یہ پکار محض ہے اور اللہ کے لیے ان سے سوال ہے۔ اسی طرح امام شمس الدین الرملی الشافعی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں "انبیاء، رسولوں، اولیاء، وعلماء اور صالحین سے استغاثہ کرنا (ان کو امداد کے لیے پکارنا) جائز ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ و پیغمبر و اولیاء و صالحین وصال کے بعد بھی مدد کر سکتے ہیں"۔ (خلاصہ از اخبار مذکور قسط ۲، ۳)

(یہی مضمون جناب رضوی صاحب کے ماہوار رسالے "رضوان" لاہور (جولائی ۱۹۸۲ء) میں بھی شائع ہوا ہے)

مافوق الاسباب طریقے سے پکارنا (دعاء کرنا) عبادت ہے

ہم اب مختصراً اخبار مذکور کے "دلائل" کی حیثیت واضح کرتے ہیں۔

سب سے پہلے تو یہ کہا گیا ہے کہ غیر اللہ کو مطلقاً پکارنا شرک نہیں ہے، البتہ غیر اللہ کی عبادت و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پرستش شرک ہے۔

بلاشُبہ مطلقاً پکارنا شرک نہیں ہے، ہم اپنے بچّے کو پکار کر بلاتے ہیں، کسی دوست کو آواز دیتے ہیں اور کسی کو زور سے ندا دیتے ہیں۔ یہ شرک نہیں ہے نہ یہ پکارنا مابہ النزاع ہے۔ مابہ النزاع پکارنا (جو شرک کی ایک صورت ہے) وہ ہے جو لوگ مُردہ (قبروں میں مدفون) لوگوں کو مافوق الاسباب طریق سے پکارتے ہیں۔ جیسے "یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ" "یارسُولَ اللہِ اَغِثْنَا" "یا علی مدد" وغیرہ یہ پکارنا شرک ہی کے ذیل میں آتا ہے کیونکہ پکارنے والا ان کی بابت یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ہزاروں میل کے فاصلے کے باوجود یہ فوت شدہ بزرگ میری آواز کو سُنتا ہے۔ میرے حالات سے باخبر ہے۔ وہ حاضر ناظر ہے اور کائنات میں تصرّف کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ اسی لیے یہ شخص اس بزرگ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس کے نام کی نذر نیاز دیتا ہے۔ اس کے نام پر جانور قربان کرتا ہے۔ اس کی قبر پر غلاف چڑھاتا ہے۔ اور اس کی ناراضی سے ڈرتا ہے۔ اس کا اعتقاد ہوتا ہے کہ اگر میں نے گیارہویں نہ دی (یعنی اس بزرگ کے نام کی نیاز نہ دی) تو وہ مجھ سے ناراض ہو جائیں گے میرے کاروبار کو نقصان پہنچائیں گے۔ حالانکہ عالم الغیب، نافع وضار، حاضر و ناظر اور متصرّف فی الامور، صرف اللہ کی ذات ہے اور یہ تمام صفات اللہ کے لیے خاص ہیں۔ جن میں اس کا کوئی شریک نہیں لیکن "یا علی مدد" یا "یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ" وغیرہ پکارنے والا یہ تمام صفاتِ خداوندی اُس مُردہ بزرگ میں تسلیم کرتا ہے اور اس بزرگ کو اُن الوہی صفات میں شریک مانتا ہے۔

اس عقیدے کے ساتھ کسی بھی مُردہ شخص کو پکارنا یہی اس کی عبادت و پرستش ہے۔ اسی کو قرآن نے "یَدْعُوْنَ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے جس کے معنی "جنگ" کے مضمون نگار نے خود ہی "عبادت و پُوجا" کیے ہیں۔

شاید موصوف سمجھتے ہیں کہ عوام کو اس طرح مغالطہ دینا آسان ہے کہ ہم تو بزرگوں کو صرف پکارتے ہیں، ان کی عبادت و پرستش نہیں کرتے حالانکہ اس طرح مافوق الاسباب طریقے سے کسی کو پکارنا، یہی اس کی عبادت ہے۔ اسی لیے دعاء (پکارنا) بھی بلا اختلاف عبادت ہی سمجھی جاتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ (مشکوٰۃ۔ کتاب الدعوات ص ۱۹۴) "پکارنا (دُعا کرنا) یہی عبادت ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بلکہ دوسری روایت میں فرمایا:

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ! (حوالہ مذکور) "دعا (پکارنا) عبادت کا مغز ہے۔"

اور قرآن کریم نے بھی دعا کو عبادت ہی کہا ہے، فرمایا:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ (المؤمن۔ ۶۰)

"اور تمہارے رب نے فرمایا۔ مجھے پکارو۔ میں تمہاری پکار کو قبول کروں گا، بلاشبہ جو لوگ میری عبادت (یعنی مجھے پکارنے اور مجھ سے دعائیں کرنے) سے انکار کرتے ہیں عنقریب وہ جہنم میں ذلیل و خوار ہو کر داخل ہوں گے۔"

یہاں "يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ دَعْوَتِي" کی جگہ اللہ تعالیٰ نے "عَنْ عِبَادَتِي" کے الفاظ استعمال فرمائے اور قرآن مجید کا یہ سیاق صاف بتلا رہا ہے کہ مافوق الاسباب طریق سے کسی کو پکارنا اور حاجت روا و مشکل کشا سمجھ کر اس سے دعا کرنا اس کی عبادت ہی ہے۔ اس لیے مُردہ بزرگوں کو مدد کے لیے پکارنا اور ان سے استغاثہ کرنا اور "یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ" "یا علی مدد" وغیرہ کہنا ان کی عبادت و پرستش ہی ہے۔ قیامت کے دن یہ بزرگ اپنی اس عبادت و پرستش کا بالکل انکار کر دیں گے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں گے کہ مولائے کریم ہم تو ان کی عبادت اور پوجا سے (جو یہ دعا و استغاثہ کی صورت میں ہماری کرتے تھے) بالکل بے خبر تھے۔

اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ۔ (یونس۔ ۲۹)

یہاں بھی فوت شدہ بزرگوں سے دعا کو ان کی عبادت ہی کہا گیا ہے جس سے وہ روزِ قیامت انکار کریں گے اور کہیں گے کہ ہمیں تو ان کی عبادت (دعا و پکار) کا کوئی علم ہی نہیں۔ بہر حال کسی شخص کو مافوق الاسباب طریق سے اسے حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارنا، اس سے استمداد کرنا اور اس سے دعائیں کرنا یہ اس کی عبادت ہی ہے۔ اسے غلط اور تفاسیر کے خلاف کہنا خود غلط بلکہ مغالطہ انگیزی ہے ؎

دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحابہؓ و تابعینؒ نے کسی بھی فوت شدہ کو کبھی نہیں پکارا

یہ دعویٰ کرنا کہ:

"صحابہ کرامؓ سے لے کر اب تک مسلمانوں کا اس پر اجماع و اتفاق رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مؤثر حقیقی و فاعل حقیقی اعتقاد کرتے ہوئے فوت شدہ بزرگانِ دین کو بطورِ وسیلہ پکارنا، ان سے استغاثہ کرنا اور ان کو امداد کے لیے پکارنا جائز ہے۔"

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اُمتِ مسلمہ پر بہت بڑا افترا اور بہتانِ عظیم ہے۔ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔ اگر ایسا ہوتا تو صحابہ کرامؓ کے دور کی کوئی دلیل پیش کرنی چاہیے تھی۔ تابعین و تبع تابعین کا کوئی واقعہ پیش کرنا چاہیے تھا اور کچھ نہیں تو اپنے (امام ابوحنیفہؒ) ہی کا کوئی قول پیش کیا ہوتا۔ فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتاب کا کوئی حوالہ دیا ہوتا۔ دعویٰ تو مقالہ نگار نے اتنا بڑا کیا ہے۔ لیکن حوالہ اگر وہ دے سکے ہیں تو صرف دو غیر معروف کتابوں کا، جن میں سے ایک گیارہویں صدی ہجری کے ایک شافعی فتاویٰ کا ہے نہ صحابہؓ و تابعینؒ کا کوئی مستند یا غیر مستند حوالہ نہ ائمہ اربعہ نہ مجتہدین سے کسی کا ارشاد اور نہ فقہ حنفی سے کوئی دلیل ـــــ یہ عجیب اجماع و اتفاق ہے۔

امرِ واقعہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اور ائمہ عظامؒ اور فقہائے احناف ان میں سے کسی نے بھی کسی مُردہ کو امداد کے لیے نہیں پکارا کبھی ان سے استغاثہ نہیں کیا۔ کیونکہ ان کا عقیدہ یہی تھا کہ مرنے کے بعد کوئی مُردہ کسی کی فریاد نہیں سُن سکتا جس کی صراحت قرآن نے کی ہے۔

وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ۔ (سورۃ فاطر۔۲۲)

"اے پیغمبر! تو قبر والوں کو کوئی بات نہیں سُنا سکتا۔"

فوت شدہ بزرگوں سے استغاثہ کرنا اور ان کا وسیلہ پکڑنا جائز نہیں

اس کے دلائل سُنیے۔!

صحیح بخاری میں حدیث موجود ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ اِذَا قُحِطُوْا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اِسْتَسْقٰی بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رضی اللہ عنہ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ

(صحیح بخاری، ج ۱۔ص ۱۳۷ باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا)

"حضرت انس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے دور میں جب بھی قحط سالی ہوتی تو حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ سے بارش کی دعا کرواتے، اور فرماتے اے اللہ پہلے ہم تیرے نبیؐ سے بارش کے لیے دعا کروالیتے (جب وہ زندہ ہم میں موجود تھے) تو تو ہمیں بارانِ رحمت سے سیراب فرماتا۔ اب (جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود نہیں ہیں) تیرے نبی کے چچا کو ہم تیری بارگاہ میں بطورِ وسیلہ (یعنی دعا کے لیے) پیش کر کے دعا کر رہے ہیں۔ یا اللہ اس دعا کو قبول فرما۔ ہم پر بارش کا نزول فرما۔ (راوی کہتا ہے) کہ اس پر بارش ہو جاتی۔"

اور فتح الباری میں حضرت عباسؓ کی دعا کے یہ الفاظ منقول ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِنَّهٗ لَمْ يَنْزِلْ بَلَاءٌ اِلَّا بِذَنْبٍ وَلَمْ يُكْشَفْ اِلَّا بِتَوْبَةٍ وَقَدْ تَوَجَّهَ الْقَوْمُ بِيْ اِلَيْكَ لِمَكَانِيْ مِنْ نَبِيِّكَ وَهٰذِهٖ اَيْدِيْنَا اِلَيْكَ بِالذُّنُوْبِ وَنَوَاصِيْنَا اِلَيْكَ بِالتَّوْبَةِ فَاسْقِنَا الْغَيْثَ۔

"یا اللہ بلاؤں کا نزول گناہوں کی وجہ سے ہی ہوتا ہے اور توبہ کے ذریعے سے وہ دور ہو جاتی ہیں۔ یا اللہ! تیرے نبی کے ساتھ مجھ کو قریبی تعلق اور نسبت کی وجہ سے جو عزت و مقام حاصل ہے۔ اس کے پیش نظر انہوں نے مجھے تیری بارگاہ میں ذریعہ بنایا ہے (یعنی دعا کے لیے لائے ہیں) یا اللہ! یہ گناہ آلود ہاتھ تیری طرف پھیلے ہوئے ہیں اور ہماری پیشانیاں توبہ کے لیے تیری طرف جھکی ہوئی ہیں، یا اللہ! ہم پر بارش نازل فرما!"

روایت کے الفاظ ہیں:

فَارْخَتِ السَّمَاءُ مِثْلَ الْجِبَالِ حَتّٰى اخْضَبَّتِ الْاَرْضُ وَ عَاشَ النَّاسُ۔ (فتح الباری، باب مذکور، ج ۲، ص ۴۹۷، طبع جدید)

"اس دعا کے بعد آسمان نے پہاڑوں جیسے دھانے کھول دیئے۔ زمین خوب شاداب ہو گئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور لوگوں میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔"

اس واقعے سے صحابہ کرامؓ کا طرزِ عمل واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے کسی مُردہ شخص سے دُعا نہیں کرائی۔ حتّٰی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ نہیں کیا۔ انہیں مدد کے لیے نہیں پکارا۔ اور ان کا واسطہ دے کر دُعا نہیں مانگی بلکہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ سے درخواست کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ استسقاء کی دعا اور نماز مجمع عام میں ہوتی ہے تو گویا صحابہ کرامؓ کا عام فعل یہی قرار پایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ تک سے دعا کرانی جائز نہیں تو آپؐ سے زیادہ صاحبِ فضیلت کون ہے کہ جس سے اب دعا کرائی جائے؟

صحابہ کرامؓ ہی کے دَور کا ایک اور واقعہ ہے، جسے مُلّا علی قاری حنفیؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں دسویں صدی ہجری کے شافعی فقیہ ابن حجر مکی ہیتمی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ وَاسْتَسْقٰى مُعَاوِيَةُ بِيَزِيْدِ بْنِ الْاَسْوَدِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَسْقِيْ بِخَيْرِنَا وَاَفْضَلِنَا اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَسْقِيْ بِيَزِيْدِ بْنِ الْاَسْوَدِ يَا يَزِيْدُ اِرْفَعْ يَدَيْكَ اِلَى اللّٰهِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ النَّاسُ اَيْدِيَهُمْ فَثَارَتْ سَحَابَةٌ مِّنَ الْمَغْرِبِ كَاَنَّهَا تَرْسٌ وَهَبَّتْ رِيْحٌ فَسُقُوْا حَتّٰى كَادَ النَّاسُ لَا يَبْلُغُوْنَ مَنَازِلَهُمْ

(مرقاۃ ج ۲ - ص ۲۸۸ - طبع قدیم)

یعنی ابن حجر (مکّی) کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت یزید بن اسودؓ کو ساتھ لے کر بارش کے لیے دعا کرائی اور فرمایا: "اے اللہ! ہم میں جو بہتر اور افضل ہے۔ اس کے ذریعے سے ہم تیری بارگاہ میں بارش کی دعا کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہم یزید بن اسودؓ کو ساتھ لائے ہیں اور استسقاء کر رہے ہیں" (پھر حضرت معاویہؓ نے کہا) اے یزید! بارگاہِ الٰہی میں دعا کے لیے ہاتھ اُٹھایئے۔ انہوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اور لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے۔ پس مغرب کی طرف سے ڈھال کی طرح ایک گھٹا اُٹھی اور ہوا چلی اور ان کے لیے بارش کا اس طرح نزول ہوا کہ قریب تھا کہ لوگ اپنے گھروں کو نہ پہنچ سکیں۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس واقعے سے بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کا عمل زندہ سے دعا کرانے کا تو تھا لیکن فوت شدہ سے دعا کرانے کا ان کے ہاں کوئی تصوّر نہ تھا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ حضرت عباسؓ سے بارش کے لیے دعا کرانے کی حدیث ذکر کر کے فرماتے ہیں۔

"ازیں جا ثابت شُد کہ توسّل بہ گزشتگان و غائبان جائز نہ داشتند وگرنہ عباسؓ از سرورِ عالم بہتر نہ بود چرا نہ گفت کہ توسّل می کردیم بہ پیغمبرؐ تو والحال توسّل می کنیم بہ رُوحِ پیغمبر تو"

(البلاغ المبین۔ ص ۱۶۔ طبع لاہور)

یعنی "اس واقعے سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ گزرے ہوئے (فوت شدگان) اور غائب لوگوں کا وسیلہ پکڑنا جائز نہیں سمجھتے تھے ورنہ حضرت عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر نہ تھے (اگر وفات شدہ سے دُعا کرانا جائز ہوتا) تو انہوں نے کیوں نہ کہا کہ یا اللہ! پہلے ہم تیرے نبی کے ساتھ وسیلہ پکڑتے تھے اب ہم تیرے نبی کی رُوح کے ساتھ وسیلہ پکڑتے ہیں"۔

امام ابوحنیفہؒ کا ایک واقعہ

یہ تو واقعات ہوئے عہدِ صحابہؓ و تابعین کے، اب خاص امام ابوحنیفہؒ کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو جس کو شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے ایک شاگردِ رشید مولانا محمد بشیر الدین قنوجی (متوفی ۱۲۹۶ھ) نے فقہ کی ایک کتاب "غرائب فی تحقیق المذاہب" کے حوالہ سے لکھا ہے۔

رَأَى الْإِمَامُ اَبُوْحَنِيْفَةَ مَنْ يَأْتِي الْقُبُوْرَ لِاَهْلِ الصَّلَاحِ فَيُسَلِّمُ وَيُخَاطِبُ وَيَتَكَلَّمُ وَيَقُوْلُ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ هَلْ لَكُمْ مِنْ خَبَرٍ وَهَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ اَثَرٍ اِنِّيْ اَتَيْتُكُمْ مِنْ شُهُوْرٍ وَلَيْسَ سُؤَالِيْ اِلَّا الدُّعَاءُ فَهَلْ دَرَيْتُمْ اَمْ غَفَلْتُمْ فَسَمِعَ اَبُوْحَنِيْفَةَ بِقَوْلٍ يُخَاطِبُهُمْ فَقَالَ هَلْ اَجَابُوْا لَكَ؟ قَالَ لَا فَقَالَ لَهُ سُحْقًا لَكَ وَتَرِبَتْ يَدَاكَ كَيْفَ تُكَلِّمُ اَجْسَادًا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ جَوَابًا وَلَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَلَا يَسْمَعُوْنَ صَوْتًا وَقَرْأً وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مَنْ فِی الْقُبُوْرِ۔ "تفہیم المسائل"[1] مولانا محمد بشیر الدین قنوجی)

"امام ابوحنیفہؒ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کچھ لوگوں کی قبروں کے پاس آکر ان سے کہہ رہا تھا۔ "اے قبر والو! کیا تمہیں کچھ خبر بھی ہے اور کیا تمہارے پاس کچھ اثر بھی ہے۔ میں تمہارے پاس کئی مہینوں سے آرہا ہوں۔ اور تمہیں پکار رہا ہوں۔ تم سے میرا سوال بجز دعا کرانے کے اور کچھ نہیں۔ تم میرے حال کو جانتے ہو یا میرے حال سے بے خبر ہو؟ امام ابوحنیفہؒ نے اس کی یہ بات سن کر اس سے پوچھا۔ کیا (ان قبر والوں نے) تیری بات کا جواب دیا؟ وہ کہنے لگا "نہیں"! تو آپ نے فرمایا۔ "تجھ پر پھٹکار ہو، تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہوں، تو ایسے (مُردہ) جسموں سے بات کرتا ہے جو نہ جواب دینے کی طاقت رکھتے ہوں۔ نہ کسی چیز کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی کی آواز (فریاد) سُن سکتے ہیں"۔ پھر امام صاحب نے یہ آیت پڑھی۔ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ (سورۃ فاطر)

"اے پیغمبرؐ! تو ان کو نہیں سُنا سکتا جو قبروں میں ہیں"۔

علّامہ آلوسی بغدادیؒ کی وضاحت

علّامہ آلوسی حنفی بغدادی اپنی تفسیر رُوح المعانی میں لکھتے ہیں:

اِنَّ الْاِسْتِغَاثَةَ بِمَخْلُوْقٍ وَجَعْلَهٗ وَسِيْلَةً بِمَعْنٰى طَلَبِ الدُّعَاءِ مِنْهُ لَا شَكَّ فِیْ جَوَازِهٖ اِنْ كَانَ الْمَطْلُوْبُ مِنْهُ حَيًّا ---- وَاَمَّا اِذَا كَانَ الْمَطْلُوْبُ مِنْهُ مَيِّتًا اَوْ غَائِبًا فَلَا يَسْتَرِيْبُ عَالِمٌ اَنَّهٗ غَيْرُ جَائِزٍ وَاَنَّهٗ مِنَ الْبِدَعِ الَّتِیْ لَمْ يَفْعَلْهَا اَحَدٌ مِّنَ السَّلَفِ۔ (ج ۲۔ ص ۲۹۷ طبع قدیم ۱۳۰۱ھ)

"کسی شخص سے درخواست کرنا اور اس کو اس معنی میں وسیلہ بنانا کہ وہ اس کے حق میں دعا کرے اس کے جواز میں کوئی شک نہیں بشرطیکہ جس سے درخواست کی جائے وہ زندہ ہو۔

---

[1] مولانا محمد اسحاق دہلویؒ کی کتاب "مائۃ مسائل" کے رد میں ایک کتاب "تصحیح المسائل" نامی مولوی فضل رسول بدایونی نے لکھی تھی اس کا جواب مولانا محمد بشیر الدین قنوجیؒ نے تفہیم المسائل کے نام سے دیا تھا خوب مدلل کتاب ہے پہلے ۱۲۶۹ھ میں پہلی دفعہ مطبع الرحمٰن شاہجہان آباد میں طبع ہوئی پھر دوسری دفعہ محمدی پریس لاہور میں چھپی۔ تاریخ طبع معلوم نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

....لیکن اگر وہ شخص جس سے درخواست کی جائے مُردہ ہو یا غائب، تو ایسے استغاثے کے ناجائز ہونے میں کسی عالم کو شک نہیں اور مردوں سے استغاثہ اُن بدعات میں سے ہے جن کو سلف میں سے کسی نے نہیں کیا۔"

اِس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ و تابعینؒ، ائمہ کرامؒ اور تمام اسلاف صالحینؒ زندہ نیک لوگوں سے تو دعا کرانے کے قائل تھے لیکن کسی مُردہ کو انہوں نے مدد کے لیے نہیں پکارا۔ ان سے استغاثہ نہیں کیا۔ حتّٰی کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سے استغاثہ نہیں کیا۔ اب آپ کے بعد اور کونسی ہستی ایسی ہے جو آپؐ سے زیادہ فضیلت رکھتی ہو کہ اُسے مدد کے لیے پکارا جائے اور اس سے استعانت کی جائے؟ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ!

صنم پرست مُشرکین بھی فاعِل حقیقی اللہ ہی کو مانتے تھے

یہ کہنا کہ "اللہ تعالیٰ کو فاعِل حقیقی مانتے ہوئے کسی کو مدد کے لیے پکارا جائے تو یہ شرک نہیں"۔ تو عرض ہے کہ اس صُورت میں ماننا پڑے گا کہ دنیا میں شرک کا وجود کبھی رہا ہی نہیں ہے اور قرآن کریم میں (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے خواہ مخواہ لوگوں کو مشرک قرار دیا ہے۔

قرآن مجید میں بڑی وضاحت کے ساتھ بار بار یہ بات بیان کی گئی ہے کہ عرب کے مشرکین جو دعوتِ توحید کے مخاطَبِ اوّل تھے، وہ یہ مانتے تھے کہ زمین و آسمان اور کائنات کا خالق و مالک اور پروردگار صرف اللہ ہے اور وہی واحد ہستی ہے جس کے ہاتھ میں کائنات کی تدبیر اور تصرُّف ہے لیکن اس کے باوجُود قرآن نے ان عربوں کو مشرک کہا۔ سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ماننے کے باوجُود وہ مشرک کیوں قرار پائے؟

یہی وہ نکتہ ہے جس پر غور کرنے سے شرک کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مُشرکینِ عرب نے خدا کے سوا جن ہستیوں کو معبُود اور دیوتا مان رکھا تھا۔ وہ ان کو خدا تعالیٰ کی مخلوق، اس کا مملوک اور بندہ ہی جانتے تھے لیکن اس کے ساتھ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ چونکہ یہ لوگ اپنے اپنے وقتوں میں اللہ کے نیک بندے اور اس کے چہیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں انہیں خاص مقام حاصل تھا۔ اس بنا پر وہ بھی کچھ اختیارات اپنے پاس رکھتے ہیں۔ ہم ان کی عبادت (پُوجا) اس لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرتے کہ یہ خدائی اختیارات کے حامل ہیں، ہم تو اُن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتے ہیں۔ اور بطورِ وسیلہ اور سفارش ان کو پکارتے ہیں اور ان سے استغاثہ کرتے ہیں۔ خود قرآن کریم میں مشرکین کے یہ اقوال نقل کیے گئے ہیں۔

سورۂ یونس میں فرمایا:

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللهِ۔ (آیت ۱۸)

"اور (وہ مشرکین عرب) اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں، جو ان کو نقصان پہنچا سکیں اور نہ نفع۔ اور کہتے (یہ) ہیں کہ یہ تو ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس۔"

دوسرے مقام پر فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللهِ زُلْفٰى! (الزمر۔۲)

"جن لوگوں نے اللہ کے سوا اپنے حمایتی پکڑ رکھے ہیں (ان کا کہنا ہے) کہ ہم تو ان کی صرف اس واسطے عبادت کرتے ہیں کہ ہم کو یہ اللہ کے قریب پہنچا دیں۔"

اور صحیح احادیث میں آتا ہے کہ مشرکین عرب حج میں یہ تلبیہ پڑھا کرتے تھے:

لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ۔

(صحیح مسلم کتاب الحج۔ باب التلبیۃ وصفتھا ووقتھا)

"خداوندا! ہم تیرے حضور حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں، سوائے اس شریک کے جو تیرا ہی ہے۔ تو اس کا مالک ہے۔ جن پر اس کی ملکیت اور حکومت ہے، ان کا مالک بھی تو ہی ہے۔"

قومِ نوحؑ کے پانچ بُت — صحیح بخاری کی روایت

اور صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی صراحت موجود ہے کہ قومِ نوحؑ کے وہ پانچ بُت، جن کا ذکر قرآنِ مجید (سورۂ نوح) میں کیا گیا ہے۔ جن کی وہ عبادت و پرستش کرتے تھے۔ اللہ کے نیک بندوں کے بُت تھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِيْنَ مِنْ قَوْمِ نُوْحٍ فَلَمَّا هَلَكُوْا اَوْحَى الشَّيْطَانُ اِلٰى قَوْمِهِمْ اَنِ انْصِبُوْا اِلٰى مَجَالِسِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا يَجْلِسُوْنَ اَنْصَابًا وَسَمُّوْهَا بِاَسْمَائِهِمْ فَفَعَلُوْا فَلَمْ تُعْبَدْ حَتّٰى اِذَا هَلَكَ اُولٰئِكَ وَتَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ۔

(صحیح بخاری، ج ۲ ص ۷۳۲، تفسیر سورۂ نوح)

یعنی "قومِ نوحؑ کے پانچ بت دراصل قومِ نوحؑ کے نیک آدمیوں کے نام تھے، جب وہ مر گئے تو شیطان نے ان کے ارادتمندوں کو کہا کہ (ان کی یاد تازہ رکھنے کے لیے) ان کے مجسمے بنا کر اپنی بیٹھکوں میں رکھ لو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا لیکن (یہ مجسمے بنانے والے) فوت ہو گئے تو ان کی بعد کی نسل نے ان کی تصویروں اور مجسموں کی عبادت شروع کر دی۔"

بہر حال قرآن و حدیث اور صحابہؓ کی تصریحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مشرکینِ عرب کا شرک بھی یہی تھا کہ انہوں نے اللہ کے نیک بندوں کو ان کی وفات کے بعد اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھا، ان کے نام کی نذر نیازیں دیں اور ان کے آستانوں پر سالانہ میلوں ٹھیلوں کا اہتمام کیا۔ ورنہ فاعلِ حقیقی وہ بھی اللہ ہی کو مانتے تھے اور جب زیادہ مشکلات میں گھر تے تو پھر وہ ان بتوں کو چھوڑ کر فاعلِ حقیقی (اللہ تعالیٰ) ہی کی طرف رجوع کرتے تھے، جس کی شہادت خود قرآن مجید نے دی ہے۔ مثلاً سمندر میں جہاں کوئی ظاہری مادی سہارا انہیں نظر نہ آتا تو وہاں صرف اللہ رب العالمین کو پکارتے۔ اور اپنے خود ساختہ بزرگوں اور معبودوں کو چھوڑ دیتے۔

فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (العنکبوت۔۶۵)

"جب یہ مشرکین (دریائی سفر میں) کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو (خطرے کے وقت) خالص اعتقاد کرتے ہوئے اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔"

دوسری جگہ فرمایا:

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ (بنی اسرائیل۔۶۷)

"جب تم دریا میں (طوفان وغیرہ کی) مصیبت میں گھر جاتے ہو تو تمہارے وہ دیوتا جن کو تم پکارا کرتے ہو غائب اور گم ہو جاتے ہیں۔ اس وقت تم بس اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہو۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قبر پرست مسلمانوں کا شرک۔ بُزرگانِ دین کی تصریحات

بالکل یہی شرک ان مسلمانوں میں پایا جاتا ہے جو قبر پرست ہیں۔ اور جن کی وکالت مدیر "رضوان" نے فرمائی ہے۔ ذرا بتلایا جائے کہ مشرکینِ عرب اور موجودہ قبر پرست مسلمانوں کے شرک میں کیا فرق ہے؟ اگر اب بھی مدیر "رضوان" کو شک ہو تو ان اکابر علماء کی تصریحات ملاحظہ فرمالیں جن کو وہ بھی قابلِ اعتماد گردانتے ہیں، ان حنفی علماء اور بزرگوں نے بھی وضاحت کی ہے کہ مسلمان جاہل عوام قبروں کے ساتھ جو کچھ کرتے ہیں وہ صریحاً مشرکانہ اعمال و اعتقاد ہیں۔

حضرت مجدّد الف ثانیؒ

چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی لکھتے ہیں:

"وحیوانات را کہ نذر مشائخ می کنند و بر سرِ قبرہائے ایشاں رفتہ آں حیوانات ذبح می نمایند در روایاتِ فقہیہ ایں عمل را نیز داخل شرک ساختہ اند و دریں باب مبالغہ نمودہ ایں ذبح را از جنس ذبائح جنّ انگاشتہ اند کہ ممنوع شرعی است و داخل دائرۂ شرک"۔ (مکتوب امام ربّانی۔ دفتر سوم مکتوب ۱۲۱)

"اور یہ لوگ بزرگوں کے لیے جو حیوانات (مرغوں، بکروں وغیرہ) کی نذر مانتے ہیں اور پھر ان کی قبروں پر لے جا کر ان کو ذبح کرتے ہیں تو فقہی روایات میں اس فعل کو بھی شرک میں داخل کیا گیا ہے اور فقہاء نے اس باب میں پوری سختی سے کام لیا ہے۔ اور ان قربانیوں کو جنوں (دیوتاؤں اور دیویوں) کی قربانی کے قبیل سے ٹھہرایا ہے جو شرعاً ممنوع اور داخلِ شرک ہیں"۔

اسی مکتوب میں آگے چل کر وہ اُن جاہل مسلمان عورتوں کے بارے میں لکھتے ہیں، جو پیروں اور بیبیوں کو راضی کرنے کی نیت سے ان کے نام کے روزے رکھتی ہیں اور ان روزوں کے توسّل سے ان پیروں اور بیبیوں سے اپنی حاجتیں طلب کرتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ وہ ہماری حاجتیں پوری کریں گے۔ ان کے بارے میں حضرت مجدّد فرماتے ہیں۔

"ایں شرکت در عبادت است کہ" ان جاہل عورتوں کا یہ عمل شرک فی العبادت ہے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت شاہ ولی اللہؒ

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

اگر در تصویر حال مشرکین و اعمال ایشاں توقف داری احوالِ محترفانِ اہلِ زمانہ خصوصاً آناں کہ بہ اطراف دارالاسلام سکونت دارند ملاحظہ کن کہ ... بہ قبور و آستانہا می روند و انواعِ شرک بہ عمل می آرند" (الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص ۱۱) "اگر عرب کے مشرکین کے احوال و اعمال کا صحیح تصور تمہارے لیے مشکل ہو اور اس میں کچھ توقف ہو تو اپنے زمانے کے پیشہ ور عوام، خصوصاً وہ جو دارالاسلام کے اطراف میں رہتے ہیں۔ ان کا حال دیکھ لو۔ وہ قبروں، آستانوں اور درگاہوں پر جاتے ہیں اور طرح طرح کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔"

اور "حجۃ اللہ البالغہ" میں شرک کی مختلف شکلیں بیان کر کے لکھتے ہیں:

وَهٰذَا مَرَضُ جُمْهُوْرِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمُشْرِكِيْنَ وَبَعْضِ الْغُلَاةِ مِنْ مُنَافِقِيْ دِيْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَنَا هٰذَا (باب فی حقیقۃ الشرک ص ۶۱)

"اور شرک کی یہ وہ بیماری ہے جس میں یہود، عیسائی اور مشرکین بالعموم اور ہمارے اس زمانے میں مسلمانوں میں سے بعض غالی منافقین مبتلا ہیں۔"

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سورۂ مزمل کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ شان صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہے کہ جو اس کو جب اور جہاں سے یاد کرے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہو جائے اور یہ شان بھی اسی کی ہے کہ وہ اس بندے کی قوتِ مدرکہ میں آجائے جس کو شریعت کی خاص زبان میں دُنُوّ، تَدَلّی، اور قُرب و نزول کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

"ایں ہر دو صفتِ خاصہ ذاتِ پاک او تعالیٰ است ہیچ مخلوق را حاصل نیست، آرے بعض کفرہ در حق بعضے از معبودانِ خود و بعضے پیر پرستان از زمرۂ مسلمین در حق پیرانِ خود امرادل را ثابت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

می کنند و در وقتِ احتیاج بہ ہمیں اعتقاد بآنہا استعانت می نمایند۔"

(تفسیر عزیزی پارہ تبارک الّذی سورۃ مزمّل ص۱۸۱)

"اور یہ دونوں صفتیں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کا خاصہ ہیں، یہ کسی مخلوق کو حاصل نہیں ہیں۔ ہاں بعضے کفّار اپنے بعض معبودوں اور دیوتاؤں کے بارے میں، اور مسلمانوں میں سے بعض پیر پرست اپنے پیروں کے بارے میں ان سے پہلی چیز ثابت کرتے ہیں اور اپنی حاجتوں کے وقت اسی اعتقاد کی بنا پر ان سے مدد چاہتے ہیں۔ اور مدد کے لیے ان کو پکارتے ہیں۔"

اپنے فتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں ہندوستان کے ہندوؤں کے شرک کا حال یوں بیان کر کے آخر میں فرماتے ہیں۔

"ہمیں است حال فرقہ ہائے بسیار از مسلمین مثل تعزیہ سازان و مجاورانِ قبور و جلالیان و مداریان۔"

(فتاویٰ عزیزی۔ ج ۱، ص ۱۳۴، طبع مجتبائی دہلی)

"یہی حال ہے بہت سے مسلمان فرقوں کا مثلاً تعزیہ بنانے والوں، قبروں کے مجاوروں اور جلالیوں مداریوں کا۔"

اور اسی فتاویٰ میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"در بابِ استعانت بہ ارواحِ طیّبہ دریں اُمّت افراطِ بسیار بہ وقوع آمدہ آنچہ جُہّال و عوام ایں ہا می کنند و ایشاں را در ہر عمل مستقل دانستہ اند بلاشبہ شرکِ جلی است۔" (حوالۂ مذکور ص ۱۲۱)

"ارواحِ طیّبہ (نیک لوگوں کی رُوحوں) سے استعانت (مدد طلب کرنے) کے معاملے میں اس اُمّت کے جُہّال و عوام جو کچھ کرتے ہیں اور ہر کام میں بُزرگانِ دین کو مستقل مختار سمجھتے ہیں۔ یہ بلاشبہ شرکِ جلی ہے۔" (خلاصہ)

اسی طرح اور بھی کئی بزرگوں نے اس کی صراحتیں کی ہیں کہ قبر پرست مسلمانوں کے اعمال و عقائد صریحاً مشرکانہ ہیں۔

فقہ حنفی کی صراحت (قبروں پر کیے جانے والے کام حرام ہیں)

یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ تمام قبر پرست اپنے آپ کو فقہ حنفی کا پیروکار کہتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ فقہ حنفی میں بھی ان امور کو، جن کا ارتکاب قبر پرست کرتے ہیں۔ حرام و باطل اور کفر و شرک بتلایا گیا ہے چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب "درِ مختار" میں ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ النَّذْرَ الَّذِیْ یَقَعُ لِلْاَمْوَاتِ مِنْ اَکْثَرِ الْعَوَامِّ وَمَا یُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّیْتِ وَنَحْوِهَا اِلٰی ضَرَائِحِ الْاَوْلِیَاءِ الْکِرَامِ تَقَرُّبًا اِلَیْهِمْ فَهُوَ بِالْاِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ (آخر کتاب الصوم)

"معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر عوام، مُردوں کے نام پر جو نذریں نیازیں دیتے ہیں چڑھاوے چڑھاتے ہیں، اولیاء کرام کا تقرب حاصل کرنے کے لیے مالی نذرانے پیش کرتے ہیں اور ان کی قبروں پر چراغ اور تیل جلاتے ہیں وغیرہ، یہ سب چیزیں بالاجماع باطل اور حرام ہیں۔"

درِ مختار کی مشہور شرح ردّ المحتار (المعروف فتاویٰ شامی) میں اس کی شرح یوں کی گئی ہے:

قَوْلُهٗ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ لِوُجُوْهٍ مِنْهَا اَنَّهٗ نَذْرٌ لِمَخْلُوْقٍ وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوْقِ لَا یَجُوْزُ لِاَنَّهٗ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَا تَکُوْنُ لِمَخْلُوْقٍ وَمِنْهَا اَنَّ الْمَنْذُوْرَ لَهٗ مَیِّتٌ وَالْمَیِّتُ لَا یَمْلِكُ وَمِنْهَا اَنَّهٗ ظَنَّ اَنَّ الْمَیِّتَ یَتَصَرَّفُ فِی الْاُمُوْرِ دُوْنَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاعْتِقَادُهٗ ذٰلِكَ کُفْرٌ

(ردّ المحتار جلد دوم ص ۴۳۱ طبع مصر ۱۹۶۶ء)

یعنی "اس نذر بغیر اللہ کے باطل اور حرام ہونے کے کئی وجوہ ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ:

- یہ قبروں کے چڑھاوے وغیرہ مخلوق کے نام کی نذریں ہیں اور مخلوق کے نام کی نذر جائز ہی نہیں اس لیے کہ (نذر بھی) عبادت ہے اور عبادت کسی مخلوق کی جائز نہیں۔
- اور ایک وجہ یہ ہے کہ مَنْذُوْرٌ لَهٗ (جس کے نام کی نذر دی جاتی ہے) مُردہ ہے اور مُردہ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔
- اور ایک وجہ یہ ہے کہ نذر دینے والا شخص مُردوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ اللہ کے سوا کائنات میں تصرّف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں حالانکہ مُردوں کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنا بھی کُفر ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ عالمگیری کا فتویٰ

اسی طرح فتاویٰ عالمگیری جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسے پانچ سو حنفی علمائے نے مرتب کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ:

وَالنَّذْرُ الَّذِیْ یَقَعُ مِنْ اَکْثَرِ الْعَوَامِّ بِاَنْ یَّاْتِیْ اِلٰی قَبْرِ بَعْضِ الصُّلَحَاءِ وَیَرْفَعُ سَتْرَہٗ قَائِلًا یَا سَیِّدِیْ فُلَانُ اِنْ قَضَیْتَ حَاجَتِیْ فَلَکَ مِنِّیْ مِنَ الذَّھَبِ مَثَلًا کَذَا بَاطِلٌ اِجْمَاعًا۔

"اکثر عوام میں جو یہ رواج ہے کہ وہ کسی نیک آدمی کی قبر پر جاکر نذر مانتے ہیں کہ اے فلاں بزرگ، اگر میری حاجت پوری ہوگئی تو اتنا سونا (یا کوئی اور چیز) تمہاری قبر پر چڑھاؤں گا۔ یہ نذر بالاجماع باطل ہے۔"

پھر لکھا ہے:

فَمَا یُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاھِمِ وَنَحْوِھَا وَیُنْقَلُ اِلٰی ضَرَائِحِ الْاَوْلِیَاءِ الْکِرَامِ تَقَرُّبًا اِلَیْھِمْ فَحَرَامٌ بِالْاِجْمَاعِ (الفتاویٰ الہندیہ المعروف فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل ص ۲۱۶ باب الاعتکاف طبع مصر)

"پس جو دینار و درہم یا اور چیزیں اولیاء کرام کی قبروں پر اُن کا قرب حاصل کرنے (ان کو راضی کرنے) کے لیے لی جاتی ہیں وہ بالاجماع حرام ہیں۔"

اللہ کے سوا کسی اور کو عالم الغیب سمجھنا کفر ہے

مُردوں سے استغاثہ و استعانت کرنے والے کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ وہ میرے حال سے واقف ہے۔ اور وہ عالم الغیب ہے۔ کیونکہ اس عقیدے کے بغیر ہزاروں میل کے فاصلے سے کسی مُردہ بُزرگ کو پکارنے کا کوئی مطلب ہی نہیں رہتا۔ اور اللہ کے سوا کسی اور کو عالم الغیب سمجھنے والے کی بھی فقہ حنفی میں تکفیر کی گئی ہے۔

چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثُمَّ اعْلَمْ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يَعْلَمُوا الْمُغَيَّبَاتِ مِنَ الْاَشْيَاءِ اِلَّا مَا عَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَحْيَانًا وَذَكَرَ الْحَنَفِيَّةُ تَصْرِيْحًا بِالتَّكْفِيْرِ بِاِعْتِقَادِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ لِمُعَارَضَةِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ كَذَا فِي الْمُسَايَرَةِ۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۸۲، طبع مجتبائی)

یعنی "معلوم ہونا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام غیب کی صرف انہی باتوں کو جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً ان کو بتلا دے اور فقہائے حنفیہ نے اس عقیدے کو کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا" صراحۃً کفر قرار دیا ہے کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کے فرمان قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ کے معارض (مخالف) ہے۔ یہی بات (شیخ ابن الہمام نے) مسایرہ میں ذکر کی ہے۔"

فقہ حنفی کی ایک اور مشہور کتاب فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔

رَجُلٌ تَزَوَّجَ اِمْرَاَةً بِغَيْرِ شُهُوْدٍ فَقَالَ الرَّجُلُ وَالْمَرْاَةُ۔ "خدائے را و پیغامبر را گواہ کردیم" قَالُوْا يَكُوْنُ كُفْرًا لِاَنَّهٗ اعْتَقَدَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ وَهُوَ مَا كَانَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ حِيْنَ كَانَ فِي الْاَحْيَاءِ فَكَيْفَ بَعْدَ الْمَوْتِ۔

(فتاویٰ قاضی خاں برحاشیہ فتاویٰ عالمگیری، ج ۳، ص ۵۷۶ طبع بولاق ۱۳۱۰ھ و فتاویٰ تاتارخانیہ ص ۳۲۵ برحاشیہ فتاویٰ عالمگیری ص ۳۲۵ ج ۶)

"کسی آدمی نے کسی عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا، البتہ مرد اور عورت نے یہ کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو گواہ بناتے ہیں، فقہائے (حنفیہ) کہتے ہیں کہ ایسا کہنا کفر ہے۔ اس لیے کہ اس کا اعتقاد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں، حالانکہ آپؐ اپنی زندگی میں عالم الغیب نہ تھے۔ دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپؐ عالم الغیب کیوں کر ہو سکتے ہیں؟"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

وَقَالَ عُلَمَاءُ نَا مَنْ قَالَ اِنَّ اَرْوَاحَ الْمَشَائِخِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ يُكَفَّرُ (بحوالہ فتاویٰ مولانا عبدالحی ج ۲۔ص ۳۴ بحوالہ فتاویٰ بزازیہ ص ۳۳۶ برحاشیہ فتاویٰ عالمگیری ج ۶)

یعنی "ہمارے (حنفی) فقہاء نے کہا ہے کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہوتی ہیں اور غیب جانتی ہیں وہ کافر ہے۔"

اسی طرح فقہ حنفی میں قبروں کا طواف، قبروں کو چومنا، ان کی تعظیم کے لیے جھکنا اور وہاں دست بستہ قیام وغیرہ یہ تمام چیزیں ناجائز اور حرام لکھی ہیں اور قبروں پر سجدے کو کفر تک سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قبروں کے پجاری بالعموم اور ان کے وکیل وحمایتی بالخصوص اس آئینے میں اپنا سراپا دیکھ کر فیصلہ کریں کہ خود فقہ حنفی ان کی بابت کیا فیصلہ صادر کرتی ہے۔ ہم یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ فرمودات نقل نہیں کر رہے ہیں جن میں یہود و نصاریٰ کو اسی لیے ملعون قرار دیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے نیک لوگوں اور نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا (کہ مضمون خاصا طویل ہو گیا ہے[1]) اس لیے ہم بات کو سمیٹتے ہیں۔

یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کیوں ناجائز ہے؟

اس تفصیل سے واضح ہے کہ "یا علی مدد" "اَغِثْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ" اور "یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ" وغیر جیسے الفاظ اور وظیفوں سے فوت شدگان سے استغاثہ (مدد طلب کرنا) حرام، ناجائز اور مشرکانہ فعل ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے والے کا عقیدہ یہی ہوتا ہے کہ جس کو وہ مدد کے لیے پکار رہا ہے۔ وہ اس کی فریاد سننے پر قادر ہے وہ عالم الغیب ہے۔ وہ کائنات میں تصرف کا اختیار رکھتا ہے حالانکہ یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں جو صرف اُس کے ساتھ خاص ہیں۔ اسی لیے فقہ حنفی میں اس امر کو شرک وکفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور حنفی بزرگوں نے اسی بنا پر "یا شیخ عبدالقادر

---

[1] یہ احادیث صفحہ ۸۲ پر ایک دوسرے مضمون میں ملاحظہ فرمالی جائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شیئاً للہ" کو ناجائز اور کفر و شرک لکھا ہے۔

چنانچہ قاضی ثناء اللہ حنفی پانی پتی فرماتے ہیں:

"آنچہ جہال می گویند یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ، یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئاً للہ جائز نیست، شرک و کفر است۔" (ارشاد الطالبین۔ص ۱۸)

اور مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی لکھتے ہیں کہ اس وظیفے سے احتراز لازم و واجب ہے بعض فقہاء نے اس پر کفر تک کا اطلاق کیا ہے۔نیز اس وظیفہ کے پڑھنے والے کے دل میں یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ بزرگ عالم الغیب اور صاحب اختیار ہے اور یہ عقیدہ شرک ہے۔ان کی اصل عبارت یہ ہے:

"ازیں چنیں وظیفہ احتراز لازم و واجب۔اولاً ازیں جہت کہ ایں وظیفہ متضمن شیئاً للہ است وبعض فقہاء از ہمچو لفظ حکم کفر کردہ اند چنانچہ در در مختار می نویسند کذا قول شیئی للہ قیل یکفر۔انتھی ۔۔۔۔ ثانیاً ازیں جہت کہ ایں وظیفہ متضمن است ندائے اموات را از امکنہ بعیدہ شرعاً ثابت نیست کہ اولیاء را قدرتے حاصل است کہ از امکنہ بعیدہ ندا را بشنوند۔البتہ سماع اموات سلام زائر قبر را ثابت است بلکہ اعتقاد ایں کہ کسے غیر حق سبحانہ حاضر و ناظر و عالم خفی و جلی در ہر وقت و ہر آں است اعتقاد شرک است۔در فتاوی بزازیہ می نویسند۔تَزَوَّجَ بِلَا شُهُوْدٍ و قال خدائے و رسول خدا و فرشتگان راہ گواہ کردہ ام یُکَفَّرُ لِاَنَّهٗ اعْتَقَدَ اَنَّ الرَّسُوْلَ وَالْمَلَكَ یَعْلَمَانِ الْغَیْبَ وَ قَالَ عُلَمَاؤُنَا مَنْ قَالَ اَنَّ اَرْوَاحَ الْمَشَائِخِ حَاضِرَۃٌ تَعْلَمُ یُکَفَّرُ۔" انتہی وحضرت شیخ عبدالقادر اگرچہ از اجلہ اولیاء امت محمدیہ اند و مناقب و فضائل شان لا تعد و لا تحصی اند لیکن چنیں قدرت شان کہ فریاد را از امکنہ بعیدہ بشنوند و بہ فریاد رسند ثابت نیست و اعتقاد ایں کہ آں جناب ہر وقت حال مریدان خود می دانند و ندائے شان می شنوند از عقائد شرک است۔"

(مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی ج ۳ ص ۳۴)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

"بدانکہ دریں مقام مزلۃ الاقدام بسیارے افتادہ اند در شافع مشفوع الیہ فرق نہ کردہ اند می گویند یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ۔یعنی" اے شیخ عبدالقادر جیلانی چیزے از برائے خدا بدہ۔دریں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کلام خدائے تعالےٰ را شفیع گردانیدہ اند و حضرت شیخ را دہندہ و حقیقت بالعکس می نماید"

(البلاغ المبین ص ۱۱۴-۱۱۵-طبع لاہور)

"جاننا چاہیے یہ بہت سے لوگوں کے پھسل جانے کا مقام ہے، انہوں نے سفارش کرنے والے اور جس کی طرف سفارش کی جاتی ہے۔ اِن دونوں میں فرق نہیں سمجھا۔ کہتے ہیں "یا شیخ عبدالقادر جیلانی خدا کے لیے کچھ دے"۔ اس کلام میں انہوں نے خدا کو سفارشی بنایا ہے۔ اور حضرت شیخ کو دینے والا، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس معلوم ہوتی ہے"۔ (ترجمہ "البلاغ المبین" طبع ملتان ص ۱۱۲)

اس طرح کی امداد کو، جو وظیفہ مذکور (شیئاً للہ) میں کی گئی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے خدا کی توہین قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ اس کے بعد لکھتے ہیں:

"ازیں جا دریافت شد کہ بواسطہ خدا از مخلوق حاجت خواستن خصوصاً از عالمیانِ غیب گویا خدا را بے چارہ دانستن و مخلوق را توانا و دانا پنداشتن است۔ معاذ اللہ من ذالك"

(البلاغ المبین فارسی۔ ص ۱۱۵)

یعنی "اس سے ثابت ہوا کہ زندہ و غیر زندہ مخلوق کے پاس اللہ تعالیٰ کو شفیع بنا کر لانا یا اس کا واسطہ دے کر مخلوق سے حاجت روائی چاہنا گویا خدا کو عاجز سمجھنا اور مخلوق کو توانا تر جاننا ہے۔ معاذ اللہ من ذالك"۔ (ترجمہ اردو" ص ۱۱۲)

قبر پرستوں کا شرکِ صریح۔ ایک نمونہ

اگر یہ کہا جائے کہ ہم لوگ تو ان کو صرف بطور "وسیلہ" پکارتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ نہیں ہوتا کہ وہ خدائی صفات سے متّصف ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ محض تکلّف ہے۔ خدائی صفات تسلیم کیے بغیر ان کو مافوق الاسباب طریق سے پکارنے کا کوئی مفہوم ہی نہیں رہتا۔ تاہم اتمامِ حجّت کے طور پر ہم مخاطبین کے مشہور رسالے سے ایک نظم پیش کرتے ہیں جس میں شیخ عبدالقادر جیلانی کے اندر تمام خدائی صفات کا اثبات کیا گیا ہے، جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ قبر پرست چاہے تاویلات کے کیسے ہی حسین غلاف چڑھالیں۔ الفاظ کے خوب مینا بازار سجالیں اور کیسے ہی خوش کن عنوانات اختیار کرلیں لیکن ان کا عقیدہ و عمل صریحاً مشرکانہ ہے۔ لیجئے ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر نظم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ملاحظہ فرمایئے:

خدا کے فضل سے ہم پر ہے سایہ غوثِ اعظم کا — ہمیں دونوں جہاں میں ہے سہارا غوثِ اعظم کا
ہماری لاج کس کے ہاتھ ہے بغداد والے کے — بلائیں ٹال دینا کام کس کا، غوثِ اعظم کا

جہازِ تاجراں گرداب سے فوراً نکل آیا
وظیفہ جب انہوں نے پڑھ لیا یا غوثِ اعظم کا

گئے اِک وقت میں سَو مریدوں کے یہاں آقا — سمجھ میں آ نہیں سکتا معمہ غوثِ اعظم کا
شفا پاتے ہیں صدہا جاں بلب امراضِ مہلک سے — عجب دارالشفا ہے آستانہ غوثِ اعظم کا

بلادُ اللہِ مُلکی تحت حُکمی سے یہ ظاہر ہے
کہ عالم میں ہر اک شے پر ہے قبضہ غوثِ اعظم کا

فحکمی نافذ فی کُلّ حال سے ہوا ظاہر — تصرّف انس و جن سب پر ہے آقا غوثِ اعظم کا
ہوا موقوف فوراً ہی برسنا اہلِ محفل پر — جو پایا ابرِ باراں نے اشارہ غوثِ اعظم کا

جو حق چاہے وہ یہ چاہیں، جو یہ چاہیں وہ حق چاہے
تو مِٹ سکتا ہے پھر کس طرح چاہا غوثِ اعظم کا

فقیہوں کے دِلوں سے دے ھو دیا ان کے سوالوں کو — دِلوں پر ہے بنی آدم کے قبضہ غوثِ اعظم کا
وہ کہہ کر قُم باذنِ اللہ جِلا دیتے تھے مُردوں کو — بہت مشہور ہے احیائے موتیٰ غوثِ اعظم کا

فرشتے مدرسے تک ساتھ پہنچانے کو جاتے تھے
یہ دربارِ الٰہی میں ہے رُتبہ غوثِ اعظم کا

لُعاب اپنا چٹایا احمد مختارؐ نے ان کو — تو پھر کیسے نہ ہوتا بول بالا غوثِ اعظم کا
رسولؐ اللہ نے خلعت پہنایا بر سرِ مجلس — بجے کیونکر نہ پھر عالم میں ڈنکا غوثِ اعظم کا

ہمارا ظاہر و باطن ہے ان کے آگے آئینہ
کسی شے سے نہیں عالم میں پردہ غوثِ اعظم کا

(ماہنامہ "رضائے مصطفےٰ" گوجرانوالہ، جلد ۱۵، شمارہ ۶، مئی ۱۹۷۳ء)

نظم کا ایک ایک شعر ملاحظہ فرمالیجئے کہ کس فراخدلی سے تمام خدائی صفات کا اثبات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک مُردہ بزرگ کے حق میں کیا گیا ہے' بالخصوص اس کے یہ شعر جن میں کہا گیا ہے کہ:

"بلائیں ٹال دینا غوثِ اعظم کا کام ہے۔"

"دونوں جہانوں میں ہمیں ان کا سہارا ہے۔"

"عالم میں ہر اک شے پر غوثِ اعظم کا قبضہ ہے۔"

"سب انس و جنّ پر ان کا تصرّف ہے۔"

"ہمارا ظاہر و باطن ان کے آگے آئینہ ہے۔"

"ان کا مُردوں کو زندہ کرنا بہت مشہور ہے۔"

"عالَم میں کسی شے کا ان سے پردہ نہیں۔" وغیرہ

اتنی خدائی صفات کا اثبات تو آج تک کسی بریلوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کے لیے بھی نہیں کیا۔۔۔ گویا ان کے "غوثِ اعظم" رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ گئے ہ ہم مدیر رضوان سے پُوچھیں گے کہ یہ بزرگوں کو بطورِ وسیلہ پکڑنا ہے یا بجائے خود ان کو تختِ الُوہیت پر بٹھانا ہے ہ پھر انہوں نے صرف پیر جیلانی کو ہی خدائی منصب نہیں دیا بلکہ ہر گنبد نما پختہ قبر میں مدفون شخص ان کے نزدیک خدائی اختیارات رکھتا ہے' چاہے اس میں مدفون شخص ساری عمر نماز و طہارت وغیرہ سے بھی بے نیاز رہا ہو جس کی متعدد مثالیں مو یں لیکن ان کی قبریں خُوب پُج رہی ہیں۔ وہ قاضی الحاجات اور مشکل کشا بنے ہوتے ہیں۔ کیا بزرگوں کی محبّت و عقیدت کے نام پر یہ گور پرستی اور مُردہ پرستی شرکِ صریح نہیں ہ آہ مولانا حالی نے خُوب کہا ؎

کرے غیر گر بُت کی پُوجا تو کافر! | جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر!

کہے آگ کو اپنا قبلہ تو کافر! | کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر!

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں | اماموں کا رتبہ نبیؐ سے بڑھائیں

مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں | شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

وہ دیں جس سے توحید پھیلی جہاں میں ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں وہ بدلا گیا آکے ہندوستاں میں

ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

(مسدس حالی۔ص ۱۲۰-۱۲۱)

دعوتِ توحید

ہم اپنے اس مضمون کو مولانا خرم علی بلہوری مرحوم (متوفی ۱۲۷۱ھ) کی اس مشہور نظم پر ختم کرتے ہیں جس میں بڑی خوبصورتی اور اخلاص و دردمندی کے ساتھ جاہل مسلمانوں کی شرک پرستی کی تردید کی گئی اور ان کو دعوتِ توحید دی گئی ہے اور اہلِ توحید پر اولیاء دشمنی پر جو الزام دھرا جاتا ہے اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں:

خدا فرما چکا قرآں کے اندر میرے محتاج ہیں پیر و پیمبر
نہیں طاقت سوا میرے کسی میں کہ کام آوے تمہاری بے کسی میں

جو خود محتاج ہووے دوسرے کا
بھلا اس سے مدد کا مانگنا کیا

خدا سے اور بزرگوں سے بھی کہنا یہی ہے شرک یارو اس سے بچنا
خبر قرآن میں ہے یہ محقق! نہ بخشے گا خدا مشرک کو مطلق

معاذ اللہ جسے اس نے نہ بخشا
مقرر وہ جہنم میں پڑے گا

اگر قرآن کو سچ جانتے ہو! تو پھر تم منتیں کیوں مانتے ہو
تمہیں یہ طورِ بد کس نے سکھایا محمدؐ نے کہاں ہے یہ بتایا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے شیطان دشمن اولادِ آدم
سکھاتا ہے وہی راہِ جہنم

کسی کو بت پرستی ہے سکھاتا کسی کو ہے وہ قبروں پر جھکاتا
غرض اللہ سے دونوں کو روکا بھلا کر راہ، جا خندق میں جھونکا

مسلمانو! ذرا سوچو تو دل میں
پھنسے ہو کس طرح تم آب و گل میں

بہت غفلت میں سوتے اب تو جاگو خدا کے ہوتے بندوں سے نہ مانگو
وہ مالک ہے سب آگے اس کے لاچار نہیں ہے کوئی اس کے گھر کا مختار

وہ کیا ہے جو نہیں ہوتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے

بیانِ شرک سن کہتے ہیں مردک کہ منکر ہیں بزرگوں کے بلاشک
ارے لوگو! زباں اپنی کو روکو بزرگوں سے نہیں انکار ہم کو

خدا لعنت کرے اُس روسیہ پر
کہ جس کے دل میں ہو بغضِ پیمبرؐ

جسے ہو بغض آلِ مصطفیٰؐ کا خدا اس کو کرے دوزخ کا کندہ
جسے اصحابِ حضرت سے ہو انکار رہے ہر دم خدا کی اس پہ پھٹکار

جسے کچھ بغض ہووے اولیاء سے
ہمیشہ ابرِ لعنت اس پہ برسے

اب اتنا اور بھی سن رکھیے حضرت جو حق پر نہ چلے اس پر بھی لعنت
ہمارا کام سمجھانا ہے یارو! اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو!

تو اپنے حال میں ہی سوچ خرّم
زباں اب بند کر واللہ اعلم

(ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور۔ ۱۸ر نومبر تا ۹ر دسمبر ۱۹۸۳ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

—— ۲ ——

قبر پرستی کی ایک "وکالت" کا جائزہ

یکم مارچ ۱۹۷۹ء کے "نوائے وقت" لاہور میں جناب ڈاکٹر غلام جیلانی برق صاحب کا مضمون بعنوان "فروعی اختلافات، علمائے کرام سے اپیل" شائع ہوا ہے۔ موصوف ہمارے ملک کی ایک فاضل شخصیت اور ملک وملت کی اصلاح کے جذبے سے سرشار ہیں۔ محولہ مضمون بھی ایک اصلاحی نقطۂ نظر سے ہی انہوں نے لکھا ہے جو یقیناً قابل قدر ہے لیکن افسوس ہے کہ مضمون میں اُنہوں نے اپنی اس حیثیت کو پیشِ نظر نہیں رکھا جس کا اظہار انہوں نے آغازِ مضمون میں کیا اور عنوانِ مضمون سے مترشح ہوتا ہے۔

بلاشبہ موصوف کا یہ جذبہ قابلِ قدر ہے کہ علمائے کرام فروعی اختلافات کو عوام کے سامنے پیش کرنے سے اجتناب کریں کہ ایک دوسرے کے خلاف عام مجمعوں میں طعن وتشنیع سے عُلماء اور اسلام کے خلاف نفرت پیدا ہو رہی ہے۔ مضمون اس اپیل کی حد تک رہتا تو یقیناً اُن کے اس مقصد کے مطابق ہوتا جو ان کا مطلوب تھا لیکن وہ ایک اپیل کنندہ سے تجاوز کر کے ایک فریق کے وکیلِ صفائی بن گئے اور قبر پرستی کا جواز پیش کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح ظاہر ہے کہ وہ غیر جانبدار نہیں رہے بلکہ اُسی جانبداری اور حزبی وابستگی کا مظاہرہ کیا ہے جس کا شکوہ انہوں نے علماء سے کیا ہے۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اس کے بعد ان کی اپیل کو کس طرح مخلصانہ اور ہمدردانہ قرار دیں؟ تاہم مضمون کا انداز چونکہ مخلصانہ اور ہمدردانہ ہے اس لیے بہت سے لوگوں کی غلط فہمی کا باعث بن سکتا ہے۔ بنا بریں چند گزارشات پیشِ خدمت ہیں۔ مقصود ہمارا کسی ناخوشگوار بحث کا چھیڑنا نہیں، صرف حقیقتِ حال کی وضاحت ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس وقت بعض بزرگوں کی اصلی یا فرضی قبروں پر جو کچھ ہو رہا ہے، اسلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یا تو موصوف کبھی ایسی قبر پر گئے ہی نہیں جو مرجعِ عوام وخواص ہیں یا پھر انہیں براہِ راست کسی قبر پرست کی زبان سے مدفون اولیاء اللہ کے متعلق خیالات سننے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اگر ان دو باتوں میں سے ایک بات بھی ہوتی تو وہ یقیناً قبر پرستی کا جواز پیش نہ فرماتے۔ جناب برق صاحب فرماتے ہیں۔

"اگر لوگ ان عظیم ومقدس نقوش کے سرہانے کھڑے ہو کر ان کے کارناموں کا ذکر کریں، قرآن پڑھ کر ان کی روح کو ثواب پہنچائیں تو حرج کیا ہے اگر لوگ موہنجوڈارو اور ٹیکسلا کے کھنڈرات اس لیے دیکھنے جاتے ہیں کہ وہاں صدیوں پہلے کی تہذیبیں اپنی داستان سنا رہی ہوتی ہیں تو پھر ہم ان بزرگوں کے مزارات پر کیوں نہ جائیں جن کی زندگیاں اللہ کا پیغام اور ایک نئی تہذیب پھیلانے میں گزری تھیں۔"

فی الحال اس بحث سے صرفِ نظر کر کے کہ کسی بزرگ کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کے کارناموں کا ذکر یا قرآن پڑھ کر اس کی روح کو ثواب پہنچانے کا تصور اسلام میں ہے بھی ؟ اور اس کا کوئی ثبوت حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہدِ صحابہؓ و تابعین و تبع تابعین میں ملتا بھی ہے ؟ ہم موصوف سے بصدِ ادب یہ سوال کریں گے کہ کیا عوام فی الواقع بزرگوں کی قبروں پر صرف ان کے کارناموں کا ذکر کرنے یا قرآن پڑھنے یا موہنجوڈارو وغیرہ کی طرح تاریخی آثار دیکھنے ہی جاتے ہیں ؟ ہمارا مشاہدہ تو یہ ہے کہ لوگ قبر میں مدفون بزرگوں کو قاضی الحاجات، نافع وضار، عالم الغیب، سمیع وبصیر سمجھ کر جاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ وہاں عوام وہ تمام کام کرتے ہیں جو بت پرست بتوں اور مورتیوں کے سامنے کرتے ہیں اور جو عبادت و پرستش کی ذیل میں آتے ہیں۔

- اسی طرح الحاح وزاری سے ان کے حضور مناجات کرتے ہیں جس طرح علیم بذات الصدور کے سامنے کی جاتی ہیں۔
- اسی طرح قبر کی طرف رخ کر کے ہاتھ باندھ کر اور سر نیہوڑا کر کھڑے ہوتے ہیں جس طرح نماز میں مسلمان قبلہ رخ ہاتھ باندھے کھڑا ہوتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

○ قبر کے تعویذ یا ڈیوڑھی پر اسی طرح ماتھا رگڑتے ہیں جس طرح سجدے میں پیشانی زمین پر رکھنے کا حکم ہے جو یقیناً سجدے ہی کی ایک شکل ہے۔

○ حتیٰ کہ قبروں کا خانہ کعبہ کی طرح طواف کیا جاتا ہے اور خانہ کعبہ ہی کی طرح قبروں کو غسل دیا جاتا ہے۔

○ اُن کے نام پر نذر نیازیں دی جاتی ہیں، چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں۔ اور ان قبروں کے آس پاس اُن کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کے نام کی دیگیں تقسیم کی جاتی ہیں۔

○ مشکلات کے وقت اسی طرح ان کو مدد کے لیے پکارا جاتا ہے جس طرح اللہ کو مدد کے لیے پکارا جاتا ہے۔ اُن سے اولادیں مانگی جاتی ہیں۔ بیماری سے شفا طلب کی جاتی ہے۔ اور کاروباری ترقی کے لیے اُن سے فریادیں کی جاتی ہیں۔

فرمائیے کیا یہ مُشرکانہ افعال نہیں ہے؟ کیا اسلام میں ان چیزوں کا کوئی جواز موجود ہے؟ کیا یہ وہ مراسمِ عبادت نہیں جو صرف اللہ کے لیے خاص ہیں؟

ڈاکٹر برقؔ صاحب فرماتے ہیں۔

"ممکن ہے کہ بعض حاجت مند انہیں وسیلہ و واسطہ بنا کر خدا سے دعا مانگتے ہوں۔ ایسے لوگوں کو مُشرک کہنے سے پہلے شرک کی ماہیت کو سمجھنا ضروری ہے۔ شرک کا مفہوم ہے کسی کو خدا کا شریک ٹھہرانا۔ خود مانگنے والے سے پُوچھیے کہ اس کی نیّت کیا ہے؟ --- اُس نے تو وَلی کو خدا کا مقرب و محبوب سمجھ کر واسطہ بنایا ہوگا نہ کہ خدائی میں شریک جان کر۔"

اس عبارت میں بھی موصوف کی بے خبری قابلِ ماتم ہے۔ یعنی اوّل تو موصوف اس بات سے ہی مُنکر ہیں کہ قبروں پر جا کر لوگ فریادیں پیش کرتے ہیں۔ اس لیے وہ کہتے ہیں "ممکن ہے کہ بعض حاجت مند انہیں وسیلہ بنا کر دُعا مانگتے ہوں"۔ یعنی لوگ قبروں پر جا کر دعائیں نہیں مانگتے ہاں ممکن ہے کہ بعض لوگ ایسا کرتے ہوں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ لوگ جاتے ہی وہاں دُعا کے لیے ہیں۔ جمعرات کو تو بالخصوص ایسی قبروں پر عورتوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوتے ہیں اور سب کا مقصد صاحبِ قبر کی خوشنودی، عرضِ حال اور حاجت طلبی ہی ہوتی ہے۔ لوگ اللہ کو تو بالکل بھُول گئے ہیں، مسجدوں کا رُخ کوئی نہیں کرتا، البتہ قبروں پر خُوب میلے لگے رہتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پھر یہ بھی مغالطہ ہے کہ لوگ انہیں وسیلہ و واسطہ بنا کر خدا سے دعاء مانگتے ہیں، ایسے لوگ اُن کو خدا کا شریک نہیں ٹھہراتے اس لیے اُنہیں مشرک نہیں کہا جا سکتا۔ ٹھیک ہے کسی مسلمان کو مشرک کہنا صحیح نہیں لیکن اگر مسلمان فی الواقع مشرکانہ عقائد و اعمال میں مُبتلا ہوں تو پھر انہیں کیا کہا جائے؟ اور شرک و توحید کے فرق کو کس طرح واضح کیا جائے؟ یہی واسطہ و وسیلہ کا مسئلہ لیجئے کہ کسی فوت شدہ بزرگ کو وسیلہ بنانا اسلام میں جائز ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر تو کائنات میں کوئی بُزرگ اور افضل نہیں ہو سکتا لیکن کسی صحابی نے کبھی آپؐ کی قبر پر جا کر آپؐ کے وسیلے اور واسطے سے دعاء نہیں مانگی۔ جب صحابہ کرامؓ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کو وسیلہ نہیں بنایا تو اور کون ہے جس کو واسطہ و وسیلہ بنایا جا سکے؟ کسی زندہ بزرگ کے ذریعے سے دعاء کرانا، اس کا ثبوت تو صحابہ کرامؓ سے ملتا ہے لیکن کسی فوت شُدہ بزرگ بلکہ نبی حتیٰ کہ سیّد الانبیاء محمد عربی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام تک کی قبر مبارک پر جا کر عرضِ حال یا ان کو وسیلہ بنا کر دعاء مانگنا، اس کا کوئی صحیح ثبوت نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں قحط پڑا تو صحیح بخاری میں آتا ہے کہ اُنہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ سے بارش کی دعاء کرائی اور حضرت عباسؓ کا "وسیلہ" پکڑ کر بارگاہِ الٰہی میں عرض گزار ہوئے۔

اگر فوت شُدہ بزرگوں کی قبروں پر جا کر اور اُنہیں وسیلہ بنا کر دعاء مانگنی جائز ہوتی تو کیا حضرت عمرؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر جا کر دعاء نہ کرتے لیکن حضرت عمرؓ نے ایسا نہیں کیا بلکہ زندہ بزرگ کے ذریعے سے دعاء کروائی۔ اسی طرح کسی بھی صحابی نے کسی موقع پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر جا کر ان کو وسیلہ نہیں بنایا۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ اگر پکڑا جا سکتا ہے تو وہ صرف زندہ نیک لوگوں کا نہ کہ مرنے کے بعد قبروں میں مدفون لوگوں کا۔

قبروں میں مدفون بزرگ کو وسیلہ بنانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ وسیلہ بنانے والا اُس فوت شدہ شخص کو نہ صرف زندہ جانتا ہے بلکہ اُسے خدا تعالیٰ کی طرح سمیع و بصیر اور عالم الغیب بھی سمجھتا ہے، تب ہی تو اس کی قبر پر جا کر یا اس کا نام جپ کر اُس سے عرضِ حال کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ کے سوا کسی بھی نبی ولی بزرگ کو سمیع و بصیر اور عالم الغیب اور حاضر ناظر جاننا اسی کا نام تو شرک ہے۔ اگر یہ شرک نہیں تو پھر مشرکین مکہ کو مشرک کیوں کہا جاتا ہے؟ وہ بھی تو

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے معبودوں کو خالق و رازق نہیں سمجھتے تھے، وہ بھی آج کل کے قبر پرستوں ہی کی طرح ان کو خدا کے ہاں سفارشی سمجھتے تھے جس کی وضاحت خود قرآن مجید میں موجود ہے، وہ کہتے تھے:

هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یونس: ۱۸)

"یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں"

یعنی ان کے ذریعے اور وسیلے سے ہم اپنی دعائیں بارگاہِ خداوندی میں پہنچاتے ہیں۔

دوسرے مقام پر قرآن نے مشرکینِ مکہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (الزمر: ۳)

"ہم ان کی پرستش (یعنی نذر و نیاز، چڑھاوے اور طواف و سجدے وغیرہ) اس لیے کرتے ہیں، تاکہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں"

یعنی ان کے ذریعے اور وسیلے سے ہم اللہ تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔

بتلایئے! اگر یہ وسیلہ شرک نہیں تو پھر دُنیا میں مُشرک کون ہے؟

شہداء کی برزخی زندگی سے غلط استدلال

ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنی تائید میں چند "دلائل" بھی پیش فرماتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے ان کی بھی وضاحت کر دی جائے۔

ایک "دلیل" انہوں نے یہ پیش فرمائی ہے کہ شہداء کو قرآن نے زندہ کہا ہے چونکہ اولیاء کے مدارج بہت بلند ہیں اس لیے یقیناً وہ بھی زندہ ہیں۔

ہم عرض کریں گے بلاشبہ قرآن مجید میں شہداء کو زندہ فرمایا گیا ہے لیکن یہ زندگی کون سی ہے؟ برزخ کی زندگی ہے، جس کا ہمیں شعور ہی نہیں ہے کہ وہ زندگی کس نوعیت کی ہے۔ قرآن کریم میں بھی شہداء کی بابت کہا گیا ہے۔ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ (آلِ عمران: ۱۶۹) کہ "وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں"۔ قرآن نے یہ نہیں کہا کہ وہ قبروں میں زندہ ہیں۔ اس لیے دُنیوی اعتبار سے وہ مُردہ ہی ہیں۔ اگر شہداء کی برزخی یعنی ربّ کے پاس زندگی کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ ہماری فریادیں سُنتے ہیں، ہماری حاجت روائی کر سکتے ہیں اور ہمارے حالات سے وہ باخبر ہیں تو یقیناً عہدِ صحابہؓ و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تابعینؒ میں شہداء اولیاء اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبروں پر جا کر لوگ وہ کچھ ضرور کرتے جو آج کل ہر اصلی یا فرضی بزرگ کی قبر پر کیا جا رہا ہے۔

مُردہ کے تصوّر سے باتیں کرنا اور ابتلاء میں کسی مُردہ سے استمداد کرنا الگ الگ چیزیں ہیں

دوسری "دلیل" یہ بیان فرمائی ہے کہ مرے ہوئے کے تصوّر سے باتیں کرنا انسانی فطرت کا معمول ہے، اس سے اسے سکون ملتا ہے۔

سو جناب! اس انسانی فطرت کے معمول سے انکار نہیں لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ مرے ہوئے شخص کو عالم الغیب، حاظر و ناظر اور سمیع و بصیر سمجھنا ٹھیک ہے جس طرح کہ فوت شُدہ بزرگوں کے متعلّق یہ عقیدہ رکھ کر ہی اُنہیں پکارا جاتا ہے اور ان سے فریادیں کی جاتی ہیں۔

ایک بوڑھے شخص کا جواں سال بیٹا فوت ہو جائے، وہ بوڑھا باپ بیٹے کی لاش کو مخاطب کر کے کہے:

"بیٹے اس بڑھاپے کے عالم میں مجھے اکیلا چھوڑ گئے۔ اس بڑھاپے کا سہارا سمجھتے ہوئے تو تمہیں پالا پوسا تھا، اب کون میرا دست و بازو بنے گا؟" وغیرہ وغیرہ۔

ایک دوسرا شخص ہے وہ کسی ابتلاء سے دوچار ہوتا ہے وہ خدا کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی بجائے کسی قبر کا رُخ کرتا ہے، وہاں ماتھا رگڑتا ہے۔ اپنی تکلیف صاحبِ قبر کے سامنے پیش کرتا ہے اور الحاح و زاری سے رفعِ ابتلا کی درخواست پیش کرتا ہے۔

اوّل الذکر صورت یقیناً انسانی فطرت کا معمول ہے، اس سے اسے کچھ سکون ملتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ثانی الذکر صورت بھی ایسی ہی ہے؟ یقیناً نہیں۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ان دونوں کو ایک دُوسرے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے جس کو قیاسِ فاسد ہی کہا جائے گا۔

اسی طرح موصوف کا مرثیہ اشعار میں مُردہ کے خطاب سے استدلال کرنا بالکل بے جوڑ سی بات ہے۔ اگر کوئی شاعر اپنے مُردہ ممدوح کو خطاب کر کے اس کی بعض صفات کا اظہار کرتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے تو شاعر یہ نہیں سمجھتا کہ وہ مُردہ اس کی باتیں سُن رہا ہے یا وہ اس کی فریاد رسی کر سکتا ہے۔ بلکہ یہ وہی صورت ہے جسے ڈاکٹر صاحب انسانی فطرت کا معمول کہتے ہیں جیسا کہ ہم نے بھی اوّل الذکر مثال میں باپ بیٹے کی گفتگو کو اس کا مظہر قرار دیا ہے۔

التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ تعمیلاً اور حکایتہً پڑھا جاتا ہے

اسی طرح نماز میں "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ" جو پڑھا جاتا ہے جو بظاہر خطاب ہے لیکن اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کا عقیدہ نہیں ہوتا بلکہ یہ حکایتہً پڑھا جاتا ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی نماز میں یہ الفاظ اسی طرح پڑھا کرتے تھے ظاہر بات ہے کہ اللہ کا حکم پا کر آپ التحیات میں یہ الفاظ پڑھا کرتے تھے ورنہ آپ کا خطاب کس سے ہوتا تھا؟

اگر یہ سلام بطور خطاب ہوتا تو اس کا جواب بھی ضروری ہوتا لیکن ظاہر بات ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں، جب صحابہ کرامؓ التحیات میں یہ سلام پڑھتے تھے، تو آپ جواب نہیں دیتے تھے۔ کیونکہ نہ آپ سُنتے تھے نہ صحابہ کرام کا سنانے کا عقیدہ ہی ہوتا تھا، اب آپ کی وفات کے بعد یہ عقیدہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ آپ ہمارا التحیات والا السلام سنتے ہیں اور مسلمان آپ کو سُنانے کے لیے ہی یہ سلام پڑھتے ہیں۔

بہر حال یہ سلام دعا ہے جس کا مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا ہے اور دعا کا یہ طریقہ بھی وہ ہے جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھلایا ہے، ہمارا خود ساختہ طریقہ نہیں ہے اس لیے اس مسنون سلام سے نہ خود ساختہ سلام کا جواز مہیّا ہو سکتا ہے اور نہ مُردوں سے استمداد استعانت کا اثبات۔

وما علینا الا البلاغ المبین

ہفت روزہ الاعتصام

۱۶ مارچ ۱۹۷۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

—— ۳ ——

ندا لغیر اللہ شرک و بدعت ہے یا نہیں ہے

—— ایک بریلوی مضمون نگار کے "دلائل" کا تجزیہ

بریلوی فرقے کے ایک ترجمان ماہنامہ "سیدھا راستہ" (بابت جون ۱۹۹۱ء) میں شائع شدہ ایک مضمون میں مضمون نگار نے فرقہ پرستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قرآن کریم کی دعوتِ توحید کو مسخ کرنے کی مذموم سعی کی ہے اور یہ باور کرانا چاہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو پکارنا جائز ہے۔ یہ شرک نہیں ہے۔ اپنے اس مُشرکانہ عقیدے کے اثبات کے لیے مضمون نگار نے جو مغالطے دیئے ہیں، وہ حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ پہلا مغالطہ مضمون نگار نے یہ دیا ہے کہ محض کسی کو پکارنا شرک نہیں ہے۔ صرف وہ پکارنا شرک ہے جو کسی کو معبود سمجھ کر پکارا جائے۔ یہ بات اس حد تک تو یقیناً صحیح ہے کہ جب ہم آپس میں ظاہری اسباب کے مطابق ایک دوسرے کو پکارتے یا بلاتے یا مدد طلب کرتے ہیں تو ہم ایک دوسرے کو معبود یا حاجت رَوا اور مشکل کُشا نہیں سمجھتے۔ اس لیے یہ یقیناً شرک نہیں ہے نہ اسے آج تک کسی نے شرک سے تعبیر ہی کیا ہے۔ اصل مابہ النزاع پکارنا جو ہے وہ اور ہے اور وہ ہے کسی کو مافوق الاسباب طریقے سے مدد کے لیے پکارنا، اُسے حاجت رَوا اور مشکل کُشا سمجھ کر پکارنا، دُور اور نزدیک سے یہ سمجھ کر پکارنا کہ وہ میری فریاد سننے پر اور اس کے مطابق فریاد رسی پر قادر ہے۔ دراں حالیکہ وہ فوت شدہ ہے۔ یہ پکارنا شرک ہے۔ جس طرح لوگ "یا علی مدد" کہہ کر حضرت علیؓ کو، بعض لوگ "یا رسول اللہ مدد" کہہ کر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور بعض لوگ "یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ" یا "المدد یا غوثِ اعظم" کہہ کر پیر جیلانی کو مدد کے لیے پکارتے ہیں۔ یہ پکارنا ظاہر بات ہے مافوق الاسباب طریقے سے ہے، کیونکہ ان میں سے کوئی بھی پکارنے والے کے سامنے زندہ موجود نہیں ہے، گویا پکارنے والا یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اگرچہ ان کو فوت ہوئے صدیاں گزر گئی ہیں، ان کی قبریں بھی ہزاروں میل کے فاصلے پر ہیں لیکن ان سب کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی طرح میری فریاد سن سکتے ہیں اور میری حاجت روائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کر سکتے ہیں۔ تب ہی تو وہ ہزاروں میل کے فاصلے سے ان کو مدد کے لیے پکارتا ہے۔ حاجت براری کے لیے اُن سے دعائیں کرتا ہے اور ان کی خوشنودی کے لیے اُن کے نام کی نذر نیازیں دیتا ہے۔ یہ بھی اگر شرک نہیں ہے تو پھر کہنا چاہیے کہ دنیا میں شرک کا وجود ہی کبھی نہیں رہا ہے اور نہ اب ہے۔

۲۔ مضمون نگار لکھتا ہے کہ یہ کہنا

"حاضر غائب کو اور زندہ فوت شدہ کو نہیں پکار سکتا، اگر پکارے گا تو شرک و بدعت ہو گا۔ یہ فتویٰ قرآن پاک اور حدیث پاک پر نظر کی کمی سے پیدا ہوا ہے۔ غائب کو پکارنا، اگر شرک و بدعت ہوتا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرت ساریہ کو نہ پکارتے جو ایران میں نہاوند کے علاقے میں مصروفِ جہاد تھے۔" (ماہنامہ "سیدھا راستہ" ص۲۴)

لیکن ہم عرض کریں گے کہ فوت شدہ کے پکارنے کو شرک سے تعبیر کرنا، قرآن پاک اور احادیثِ صحیحہ کے عین مطابق ہے۔ یہ فتوےٰ قرآن پاک اور حدیثِ پاک پر نظر کی کمی کا نہیں بلکہ قرآن مجید کے صحیح فہم اور احادیثِ صحیحہ کے گہرے مطالعے کا نتیجہ ہے جس پر بیسیوں آیاتِ قرآنی اور احادیثِ صحیحہ پیش کی جا سکتی ہیں۔

جہاں تک حضرت عمرؓ کے واقعہ یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلَ کا تعلّق ہے، یہ واقعہ سنداً بلا شبہ قابلِ قبول ہے لیکن یہ بطورِ کرامت ہے جس سے کسی مسئلے کے اثبات کے لیے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ معجزہ اور کرامت یہ انسان کے اختیاری فعل نہیں۔ یہ اللہ کی مشیّت کے تحت صادر ہوتے ہیں، اسی لیے کوئی نبی محض اپنے اختیار سے اللہ کی مشیّت کے بغیر معجزہ صادر کر کے نہیں دکھا سکتا اور کوئی ولی کسی کرامت کا اظہار نہیں کر سکتا اور یہی وجہ ہے کہ اہلِ سنّت کے ہاں یہ اصُول مسلّمہ ہے کہ معجزہ اور کرامت سے استدلال جائز نہیں۔ اس لیے مضمون نگار کا ساریۃ الجبل کے واقعے سے استدلال بڑا عجیب اور اہلسنّت کے مُسلّمہ اصُول کے خلاف ہے۔

البتہ حضرت ساریہؓ کے واقعے میں اگر مزید غور کیا جائے تو اس سے یہ پہلو مزید واضح ہو جاتا ہے کہ دورِ خیر القرون میں مصیبت کے وقت فوت شدہ یا نظروں سے غائب بزرگوں کو مدد کے لیے پکارنے کا کوئی تصوّر نہیں تھا، ورنہ حضرت ساریہ موجود دشمن کے نرغے میں گھر گئے تھے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا حضرت عمرؓ کو مدد کے لیے ضرور پکارتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا کیوں کہ اُس دَور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں اس شرک کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ تو اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کے اُس لشکر کی مدد فرمائی تھی جو نہاوند میں حضرت ساریہ کی سرکردگی و قیادت میں کافروں کے خلاف صف آرا تھا۔ اس لیے حضرت عمرؓ کی زبان سے یَاسَارِیَۃُ الْجَبَلَ (اے ساریہ پہاڑ کے دامن میں پناہ لو) کے الفاظ نہ صرف کہلوائے بلکہ معجزانہ طور پر یہ الفاظ سینکڑوں میل کے فاصلے کے باوجود حضرت ساریہ کے کانوں تک پہنچا دیئے۔

ایک مجہول الحال آدمی کے خواب سے استدلال

اس کے بعد مضمون نگار نے "وصال شدہ کو پکارنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے" کا عنوان دے کر بعض عجیب و غریب دلائل اور بعض غیر ثابت شدہ روایات پیش فرمائی ہیں۔ ہم ذیل میں ان کی حقیقت بھی واضح کرتے ہیں۔

۱۔ ایک دلیل یہ دی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں قحط واقع ہو گیا۔ ایک صاحب حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ صحابی، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمّت کے لیے پانی مانگیے۔ کیونکہ وہ ہلاک ہوتی جا رہی ہے تو ایک مرد اُن (حضرت بلال بن حارثؓ) کے خواب میں آئے (اور الاستیعاب کے الفاظ یہ ہیں کہ) خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ (حضرت) عمرؓ (رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ لوگوں کے لیے بارش کی دعا کریں انہیں بارش دی جائے گی اور انہیں کہو کہ احتیاط کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو۔ وہ صاحب حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور ماجرا بیان کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ (حضرت) عمر (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) رو دیئے۔ کہا یا اللہ! (جل جلالک) میں اپنی بساط بھر کوتاہی نہیں کرتا۔" (ماہنامہ "سیدھا راستہ" ص ۲۵۔ جون ۱۹۹۱ء)

یہ واقعہ بلاشبہ حدیث کی ایک کتاب "مُصَنَّف ابن ابی شیبۃ" (ج ۱۲۔ص ۳۲) اور فتح الباری (ج ۲ ص ۴۹۵) کتاب الاستسقاء، باب سوم میں درج ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کی بابت کہا ہے۔ وروی عن ابن ابی شیبۃ باسنادٍ صحیح من روایۃ ابی صالح السمان عن مالك الدار۔ الخ۔ "اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ ابو صالح السمان عن مالک الدار کے حوالے سے بیان کیا ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن تین وجوہ سے یہ واقعہ ناقابلِ استدلال ہے۔

۱۔ یہ قصہ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ واقعے کا اصل راوی مالک الدار ہے جو مجہول ہے، جب تک اس کی عدالت اور ضبط کا علم نہیں ہوگا یہ واقعہ ساقط الاعتبار ہوگا۔

حافظ ابن حجرؒ نے جو یہ کہا ہے باسنادٍ صحیح من روایۃ ابی صالح السمان تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سنداً ابو صالح السمان تک یہ روایت صحیح ہے۔ مالک الدار کے حالات کا چونکہ حافظ ابن حجر کو علم نہیں ہو سکا تھا اس لیے انہوں نے اس کی بابت خاموشی اختیار کر کے ابو صالح تک سلسلہ سند کو صحیح قرار دے دیا، مقصد یہ تھا کہ مالک الدار کی عدالت و ضبط کی بھی اگر توثیق ہو جائے تو یہ روایت بالکل صحیح ہو گی۔ بصورت دیگر غیر صحیح۔ ان کی تصحیح کا مطلب پوری سند کی یہ تصحیح نہیں ہے۔ اگر پوری سند ان کے نزدیک صحیح ہوتی تو وہ اس طرح کہتے "عن مالك الدار — واسناده صحيح" لیکن حافظ صاحب نے اس طرح نہیں کہا۔ اس لیے جب تک واقعہ کے اصل راوی — مالک الدار کی توثیق ثابت نہیں ہو گی، یہ واقعہ ناقابلِ حجت ہو گا۔

۲۔ یہ قصہ سنداً صحیح ہو تب بھی حجت نہیں، اس لیے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کا ایک آدمی پر مدار ہے جو نامعلوم اور مجہول ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے سیف بن عمر کے حوالے سے اُس نامعلوم آدمی کا نام بلال بن الحارث (صحابی) بتلایا ہے۔ حالانکہ سیف بن عمر خود محدثین کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہے بلکہ اس کی بابت یہاں تک کہا گیا ہے کہ وہ ثقہ راویوں کے نام سے من گھڑت حدیثیں بیان کرتا تھا۔

ایسے کذّاب و وضّاع راوی کے بیان پر یہ کس طرح باور کیا جا سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جا کر عرض گزار ہونے والے ایک صحابی حضرت بلال بن الحارث المزنی تھے؟

۳۔ بالخصوص جب کہ مستند اور صحیح روایات سے اکابر صحابہؓ کا یہ طرز عمل ثابت ہے کہ انہوں نے قحط سالی کے موقعے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک پر جا کر استغاثہ نہیں کیا بلکہ کھلے میدان میں نمازِ استسقاء کا اہتمام کیا جو ایک مسنون عمل ہے۔ اور اس میں زندہ بزرگ عمِ رسول حضرت عباسؓ سے دعا کروائی۔ یہ واقعہ حضرت عمرؓ کے زمانے کا ہے اسی طرح حضرت معاویہؓ کے زمانے میں قحط پڑا تو انہوں نے بھی ایک اور صحابیِ رسولؐ سے دعا کروائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان مستند واقعات اور اکابر صحابہؓ کے طرزِ عمل کے مقابلے میں ایک غیر مستند روایت اور وہ بھی خواب پر مبنی، نیز مجہول شخص کے بیان کو کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

مذکورہ وجوہِ سہ گانہ کی وجہ سے مصنف ابن ابی شیبہ کی یہ روایت کسی طرح بھی قابلِ استدلال نہیں رہتی تاہم اگر اسے کسی درجہ میں قابلِ حجت تسلیم کر لیا جائے تب بھی اس روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو یہی ہدایت کی کہ حضرت عمرؓ کے پاس جا کر کہو کہ وہ لوگوں کو ساتھ لے کر دعا کریں یعنی نمازِ استسقاء کا اہتمام کریں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایسا ہی کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر آنے والے شخص کو یہ نہیں کہا کہ اچھا میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں یا کروں گا یا تم لوگ میری قبر پر جمع ہو کر آؤ بلکہ آپؐ نے دعا کا مسنون طریقہ اختیار کرنے کی تلقین کی۔

"الادب المفرد" کی ایک روایت سے استدلال اور اس کی حقیقت

ایک اور دلیل مضمون نگار نے یہ پیش کی ہے۔

"اسی طرح مصیبت اور تکلیف کے وقت پکارنے کے بارے میں "الادب المفرد" ص۱۴۲ زیرِ عنوان "باب ما یقول الرجل اذا خدرت رجلہ" لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا تو ایک آدمی نے انہیں کہا کسی ایسے انسان کو یاد کیجیے جس کے ساتھ آپ کو سب سے (زیادہ) محبت ہے تو انہوں نے پکارا "یا محمد" صلی اللہ علیک وسلم (اور ان کی تکلیف دور ہو گئی) لیکن کتنا عجیب و غریب وہ کلمہ گو شخص ہے جس کو "یا محمد" صلی اللہ علیک وسلم کہنے میں تکلیف ہوتی ہے۔" (اسید ھا راستہ ص۲۵-۲۶)

سنداً یہ واقعہ بھی صحیح نہیں، تاہم فی الحال اس کی سند کی بحث سے قطع نظر، مسئلہ زیرِ بحث سے اس واقعے کا کوئی تعلق نہیں کیوں کہ بحث تو ہے فوت شدگان کو مدد کے لیے پکارنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ مذکورہ واقعے میں جسمانی تکلیف کا ایک نفسیاتی علاج بتایا گیا ہے جسے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اختیار فرما لیا۔ انہوں نے "محمد" یا "یا محمد" (بہ اختلافِ روایات) اس عقیدے کے تحت نہیں پکارا کہ آپؐ ان کی فریاد سن لیں گے اور پھر مدد فرما دیں گے بلکہ کسی نے پیروں کے سن ہو جانے کا یہ علاج بتایا کہ اپنے سب سے زیادہ محبوب شخص کا نام لو۔ تو یہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تکلیف دُور ہو جائے گی۔

اس کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ محبوب کے ذکر سے انسان کے دل میں حرارت اور نشاط کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے منجمد خون رَواں ہو کر رگوں میں دوڑنا شروع کر دیتا ہے اور یوں سُن والی کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اور واقعات بھی ایسے ملتے ہیں جن میں لوگوں نے اپنے کسی محبوب یا محبوبہ کا نام لیا تو ان کے پیروں کا سُن پنا ختم ہو گیا (ملاحظہ ہو الفتوحات الربانیہ علی الاذکار النواویہ ج ۴۔ ص ۲۰۰، محمد بن علان الصدیقی۔ فضل اللہ الصمد فی توضیح الادب المفرد، فضل اللہ الجیلانی ج ۲۔ ص ۴۴۱۔ المکتبۃ الاسلامیہ حمص) اس کا مطلب یہ ہوا کہ پیر سُن ہونے کی صورت میں اپنے کسی محبوب کا نام لینا اور اُسے محبّت سے یاد کرنا، یہ اس مرض کا نفسیاتی علاج ہے، اس کا کوئی تعلّق فوت شدگان سے استغاثہ و استمداد سے نہیں ہے جیسا کہ مضمون نگار نے سمجھا اور باور کرایا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ندا کے لیے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ "منادیٰ" ضرور سامنے ہو یا وہ ندا کو سُنے بلکہ بعض دفعہ اپنے جذبات کے اظہار اور دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے بھی "منادیٰ" کو اپنے ذہن میں مُستحضر کر کے خطاب کر لیا جاتا ہے یہاں بھی یہی صُورت ہے۔

مضمون نگار کی دو[2] اور "دلیلیں" ملاحظہ فرمائیں جن سے اُس نے مُردوں سے مدد مانگنے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ لکھتا ہے:

حضرت عزرائیل علیہ السّلام مُردوں کو پکاریں گے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام نے مُردہ پرندوں کو پکارا۔" (ماہنامہ "سیدھا راستہ" ص ۲۵)

غور فرمایئے! یہ کیا "دلیلیں" ہیں؟ ان کو "دلیل" کہا جا سکتا ہے؟ بھلا ان سے کوئی پوچھے، حضرت عزرائیلؑ مُردوں کو پکاریں گے تو کیا اُن سے مدد طلب کرنے کے لیے صور پھُونکیں گے؟ قیامت کے صور پھُونکنے کو یہ باور کرانا کہ حضرت عزرائیل بھی مُردوں کو پکاریں گے لہٰذا تم بھی مُردوں کو مدد کے لیے پکار سکتے ہو۔ بڑا ہی عجیب استدلال ہے۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا پرندوں کو پکارنا کیا اُن سے مدد طلب کرنے کیلئے تھا؟ یا اپنے اطمینانِ قلب کے لیے مُردوں کو زندہ ہوتے ہوئے دیکھنے کے لیے تھا؟ اس سے یہ استدلال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرنا کہ مُردوں کو پکارنا جائز ہوگیا، لہٰذا اے مسلمانو! تم بھی مدد کے لیے مُردوں کو پکارو! قرآن فہمی کا عجیب غریب شاہکار ہے ؎

پالپوش میں لگائی کرن آفتاب کی
جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

اسی طرح مضمون نگار نے قرآن کریم کی متعدد آیات جمع کردی ہیں جن میں کسی نہ کسی طرح "پکار" کا مضمون ہے۔ مثلاً نوح علیہ السّلام نے اپنی قوم کو پکارا، رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا (نوح-۵)، دیگر انبیاءؑ کا اپنی قوموں کو پکارنا۔ اللہ کا پکارنا۔ واللہ یدعوا الی دار السّلام (اللہ تعالیٰ دارالسّلام کی طرف پکارتا ہے) وغیرھم من الآیات۔

بتلایئے! ان آیات کا کوئی تعلّق اُس "پکار" سے ہے جو مابہ النزاع ہے؟ پھر ان آیات کے جمع کرنے کا کیا فائدہ؟ اصل اختلاف تو اُس "پکار" میں ہے جو مافوق الاسباب طریقے سے کسی مُردہ کو مشکل کشائی اور مدد حاصل کرنے کے لیے پکارا جاتا ہے۔ یہ شرک ہے۔ کیونکہ اس طریقے سے کسی مُردہ کو پکارنا، یہ اس کی عبادت ہے اور عبادت اللہ کے سوا کسی کی جائز نہیں۔

خود مضمون نگار مضمون کے آخر میں لکھتا ہے:

"اللہ تبارک وتعالےٰ جس بات کی ممانعت فرماتا ہے، وہ یہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کے ساتھ کسی کو "الٰہ" "معبود" ـــــ "عبادت کے لائق" سمجھ کر نہ پکارا جائے"۔ (سیدھا راستہ، ص ۳۰)

بالکل یہی بات اہلحدیث کہتے ہیں، پھر اختلاف کیوں ہے؟ اختلاف یہ ہے کہ بریلوی حضرات یہ تو تسلیم کرتے ہیں (جیسا کہ مضمون نگار نے بھی کہا ہے) کہ کسی کو معبود سمجھ کر نہ پکارا جائے لیکن یہ تسلیم نہیں کرتے کہ کسی فوت شدہ بزرگ کو مافوق الاسباب طریقے سے مدد کے لیے پکارنا، اُس سے دعائیں کرنا، اس کے نام کی نذر نیاز دینا، اس سے نفع وضرر کی اُمید رکھنا یہ اس کو "الٰہ" اور "معبود" بنانا ہی ہے اور یُوں وہ اللہ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ کیونکہ دعا بھی عبادت ہے۔ نذر نیاز بھی عبادت ہے جو اللہ کے ساتھ دوسروں کے لیے بھی کرتے ہیں۔ بریلوی اللہ سے بھی دعائیں کرتے ہیں، مُردہ بزرگوں سے بھی دعائیں کرتے ہیں، اللہ کے نام کی نذر نیاز بھی دیتے ہیں، اور بزرگوں کے ناموں کی بھی نذر نیاز دیتے ہیں۔ اللہ سے بھی نفع وضرر کی اُمید رکھتے ہیں اور فوت شدہ بزرگوں سے بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مافوق الاسباب نفع وضرر کی اُمید رکھتے ہیں۔ اللہ کو بھی عالم الغیب مانتے ہیں اور اللہ کے نبیوں اور ولیوں کو بھی عالم الغیب مانتے ہیں۔ اللہ کو بھی دُور اور نزدیک سے فریادیں سننے والا تسلیم کرتے ہیں اور بزرگوں کے اندر بھی یہ قوت یا صفت تسلیم کرتے ہیں۔

اہلحدیث کہتے ہیں کہ شرک اسی چیز کا نام ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی عبادت میں شریک کرلیا جائے، یا اللہ کی صفات میں سے کوئی اور صفت کسی اور میں تسلیم کرلی جائے اور مذکورہ افعال سارے ایسے ہیں کہ ان میں یا تو اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت ہوتی ہے یا اللہ کی صفت میں مُردہ بزرگوں کو شریک سمجھا جاتا ہے۔ بریلوی حضرات اس شرکِ صریح کا ارتکاب کرتے ہیں یعنی اللہ کے ساتھ دوسروں کی عبادت بھی کرتے ہیں یا اللہ کی صفات بزرگوں میں بھی مانتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو شرک نہیں کرتے، کیونکہ شرک تو اُس وقت ہوتا جب ہم انہیں معبود سمجھ کر پکارتے۔ حالانکہ جب ان کے اندر خدائی صفات تسلیم کرلی گئیں یا خدا کی طرح ان کو حقِ عبادت میں شریک کرلیا گیا تو وہ "معبود" تو بن گئے۔ آپ انہیں معبود کہیں یا نہ کہیں جب معبود والی چیزیں ان کے لیے مان لی گئیں تو وہ "معبود" از خود بن گئے جس طرح پتھر کی مورتی کی پوجا کرنے والا ہے۔ وہ بھی اُسے خدا یا معبود نہیں سمجھتا بلکہ اسے خدا کا مظہر یا اوتار سمجھ کر اس سے دعائیں کرتا ہے۔ اس کے نام پر چڑھاوے چڑھاتا ہے یعنی نذر دیتا ہے۔ اس سے نفع وضرر کی اُمیدیں رکھتا ہے اور اسے فریادرس اور حاجت روا سمجھتا ہے۔ مسلمان اس کے بارے میں عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ مشرک ہے کیوں کہ پتھر کی مورتی کی پُوجا کرتا ہے۔ حالانکہ اُسے وہ معبود نہیں سمجھتا ہے نہ معبود سمجھ کر اُسے پکارتا ہی ہے۔ اِس کے باوجود وہ مشرک ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ مورتی کو معبود سمجھتا ہے یا نہیں سمجھتا، لیکن اس کے ساتھ اس پجاری کا معاملہ وہی ہے جو ایک عابد اور معبود کے درمیان ہوتا ہے۔ اس لیے وہ یقیناً مشرک ہے۔

لیکن یہی مسلمان قبروں کے ساتھ یا مُردہ بزرگوں کے ساتھ یہی کچھ کرتا ہے تو کہتا ہے یہ شرک نہیں، کیونکہ میں اسے معبود سمجھ کر نہیں پکارتا۔ اگر یہ دلیل صحیح ہے اور اس طرح شرک، شرک نہیں رہتا تو پھر ہندو بھی مشرک نہیں ہے کیونکہ وہ بھی مورتی کو معبود نہیں سمجھتا ہے۔ مُشرکینِ مکہ بھی مشرک نہیں کیونکہ وہ بھی لات وعُزّٰی اور منات وہُبل کو معبود نہیں سمجھتے تھے وہ بھی ان کو خدا کا وسیلہ اور ذریعہ تقرّب سمجھتے تھے۔ (جیسا کہ خود قرآن نے اس کی وضاحت کی ہے) قومِ نوحؑ جن پانچ بتوں کو پوجتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھی وہ بھی معبود نہیں تھے۔ اللہ کے نیک بندے ہی تھے (جیسا کہ صحیح بخاری میں صراحت موجود ہے) اس لحاظ سے تو قوم نوحؑ نے بھی شرک کا ارتکاب نہیں کیا اور قرآن دیگر مشرکوں کے بارے میں بھی کہتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ۔ (الاعراف۔ ۱۹۴) "جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تم جیسے ہی بندے ہیں"

گویا کسی دور میں بھی ایسے شرک کا وجود نہیں رہا کہ جس میں غیر اللہ کو معبود سمجھ کر پکارا گیا ہو بلکہ ہر دور میں شرک کی نوعیت یہی رہی ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کی ہی تصویریں، مورتیں، یا قبریں سمجھ کر پوجی جاتی رہی ہیں کہ یہ اللہ کے نیک بندے تھے، وفات کے بعد اللہ سے ان کا "وصال" ہو گیا ہے اور یہ اب اللہ کے مظہر یا اوتار ہو گئے ہیں، ان کے ذریعے سے ہی ہم اللہ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں، ان کے وسیلے سے ہی ہماری دعائیں اور التجائیں سنی جا سکتی ہیں اور ان کے نام کی نذر نیازیں دے کر ہی ہم اللہ کو راضی کر سکتے ہیں۔ قرآن نے اسی عقیدہ و عمل کو شرک کہا ہے۔ اور اس کے مرتکبین کو مشرک اگر قرآن کریم کی صراحت صحیح ہے۔ اور یقیناً صحیح ہے تو پھر بریلوی اور شیعوں کا عقیدہ و عمل بھی وہی ہے جو گزشتہ مشرک قوموں کا عقیدہ رہا ہے۔ تو ان کا شرک، شرک کیوں نہیں ہے محض عنوان بدل دینے سے تو شرک کی ماہیت و حقیقت تبدیل نہیں ہو جاتے گی۔ جب ان دونوں گروہوں (بریلوی اور شیعوں) کا عقیدہ و عمل بھی فوت شدگان کے ساتھ وہی ہے جو مشرک قوموں کا اپنے بتوں کے ساتھ رہا ہے تو پھر دونوں کے درمیان فرق و امتیاز کس طرح کیا جا سکتا ہے؟ اور یہ کیوں کر قرینِ عدل ہو سکتا ہے کہ ایک کو تو مشرک قرار دیا جائے، جب کہ دوسرا شخص بھی وہی کچھ کرے تو اُسے مشرک تسلیم کرنے سے گریز کیا جائے۔ تِلْکَ اِذًا قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی۔

"عبادت" کسے کہتے ہیں اور "معبود" کون ہوتا ہے؟

مضمون نگار لکھتا ہے:

"مسجدوں میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کہنے سے روکنے والے حضرات سورۂ جن کی آیت ۱۸ بھی پیش کرتے ہیں۔ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا۔ اور یہ کہ مسجدیں اللہ (تبارک و تعالیٰ) کے لیے ہیں لہٰذا ان میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو (مولانا مودودی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تفہیم القرآن میں مودودی صاحب نے اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے کہ "مفسرین نے بالعموم "مساجد" کو عبادت گاہوں کے معنی میں لیا ہے اور اس معنی کے لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ عبادت گاہوں میں اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کی جائے۔"

آیتِ قرآنی کا مقصد و مدّعا بھی حقیقتاً یہی ہے۔ مودودی صاحب کے پیروکاروں کو اور دیگر دیوبندی اور اہلحدیث حضرات کو فہم و فراست سے کام لینا چاہیے اور ارشادِ خداوندی کو سمجھنا چاہیے خواہ مخواہ کفر و شرک و بدعت کے فتوے لگا کر اپنی عاقبت کو خراب نہیں کرنا چاہیے ---- تدعوا کا معنی تعبدوا یعنی بندگی یا عبادت آتا ہے --- اللہ (تبارک و تعالیٰ) کے ساتھ کسی کو نہ پکارو یعنی کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو۔" (ص ۳۰ اور ۴۳)

اس اقتباس میں "سیدھا راستہ" کے مضمون نگار منیر احمد یوسفی صاحب نے ایک تو یہ مخلصانہ مشورہ دیا ہے کہ خواہ مخواہ شرک و بدعت کے فتوے لگا کر اپنی عاقبت خراب نہیں کرنی چاہیے کیونکہ حدیث کے مطابق بلاوجہ کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر قرار پاتا ہے۔ یہ مخلصانہ مشورہ بالکل بجا ہے۔ الحمدللہ ہم اس پر پہلے ہی عمل پیرا ہیں۔ ہم خواہ مخواہ شرک و بدعت کے فتوے لگا کر اپنی عاقبت خراب کرنا نہیں چاہتے لیکن جہاں فی الواقع شرک ہو رہا ہو۔ اس کی نشاندہی کرنا اور مسلمانوں کو اس سے آگاہ کرنا تو وہ ضروری فریضہ ہے کہ اس میں مداہنت کا مظاہرہ کرنے والا گونگا شیطان قرار پاتا ہے

الساکت عن الحق شیطان اخرس۔

ہماری خواہش اور کوشش ہے کہ مسلمان مُشرکانہ عقائد و اعمال سے تائب ہو جائیں جن میں وہ بدقسمتی سے مبتلا ہیں، کیونکہ شرک ایسا ظلمِ عظیم ہے جو ناقابلِ معافی ہے الّا یہ کہ آدمی دنیا میں ہی اس سے سچی توبہ کر لے۔ مسلمان عوام کے شرک پرستی کے مظاہر ہی ہمیں بے چین اور مضطرب رکھتے ہیں اور ان کی خیر خواہی کا ہی جذبہ ہے جو ہمیں حق گوئی کا فریضہ ادا کرنے پر مجبور کرتا رہا ہے۔ جرّاح یا سرجن کے اپریشن سے مریض کو تکلیف ضرور ہوتی ہے لیکن مریض کی خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ وہ اپریشن کے ذریعے سے گندا مواد یا فاضل مواد باہر نکال پھینکے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے بغیر مریض کی صحت یابی ممکن نہیں۔ علمائے اہلحدیث شرک و بدعت کے خلاف یہی عملِ جرّاحی کرتے ہیں جس سے مریض کراہتا اور چیختا ہے تاہم علمائے اہلحدیث مسلمان عوام کے سچے خیر خواہ ہیں اور وہ اپنا کام جاری رکھے ہوتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور عوام کی ناراضی کے باوجود انہیں شرک و بدعت جیسے خطرناک امراض سے بچانے میں کوشاں ہیں۔ جزاھم اللہ وکثّر اللہ فینا امثالھم۔

دوسری بات موصوف نے یہ فرمائی ہے کہ "اللہ کے سوا کسی کو مت پکارو" کا مطلب ہے "اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو" یہ بات بھی بالکل صحیح اور بجا ہے اور آیت میں پکار کا فی الواقع یہی مطلب ہے کیونکہ مطلق پکار عبادت نہیں ہے بلکہ وہ پکار عبادت ہے جو کسی کو مافوق الاسباب طریقے سے مدد کے لیے ہو۔ اگر اللہ کو پکارا جائے گا یعنی اس سے مدد کی درخواست کی جائے گی تو یہ اللہ کی عبادت ہوگی، کسی پتھر کی مورتی کو پکارا جائے گا یعنی اس سے مدد طلب کی جائے گی تو اس مورتی کی پوجا (عبادت) ہوگی، قبر میں مدفون کسی شخص کو پکارا جائے گا یعنی اس سے استغاثہ و استعانت کی جائے گی تو یہ اس بزرگ کی عبادت ہوگی۔

اس لیے مسئلہ صرف یہ نہیں ہے کہ "یا رسولَ اللہ" کہنا جائز ہے یا نہیں۔ کیوں کہ اگر عقیدہ یہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب، حاضر و ناظر اور سمیع و بصیر نہیں ہیں تو وہ "یا رسولَ اللہ" کہہ لے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں، جس طرح "التحیات" میں السّلام علیك ایّھا النبیّ" کہا ہی جاتا ہے۔ اگر بریلوی حضرات بھی یہ تسلیم کرلیں کہ ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ عالم الغیب، حاظر و ناظر، سمیع و بصیر اور دور و نزدیک سے فریادیں سننے والا صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہی ہے، ہم کسی نبی، ولی اور بزرگ کے اندر یہ صفاتِ الٰہی تسلیم نہیں کرتے تو یقیناً ان کا "یا رسول اللہ" کہنا شرک نہیں ہوگا۔ اسے بے تکی ترکیب ضرور کہا جائے گا لیکن اسے شرک سے تعبیر نہیں کیا جائے گا۔

لیکن اصل بات یہی ہے کہ بریلوی حضرات کا عقیدہ ہی صحیح نہیں ہے، اس لیے اُن کا "یا رسول اللہ" کہنا محض "السّلام علیك ایّھا النبیّ" کے قبیل سے نہیں ہے کہ جسے جائز تسلیم کرلیا جائے بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب، حاضر و ناظر اور سمیع و بصیر ہیں، اس لیے جب ہم "یا اللہ" کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہماری اس ندا کو سنتا ہے اسی طرح جب ہم "یا رسول اللہ" کہتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہماری اس ندا کو سنتے اور جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسئلہ اب صرف "یا رسول اللہ" کہنے یا نہ کہنے کا نہیں رہا ہے بلکہ اب یہ اپنے منطقی نتیجے تک پہنچ گیا ہے۔ اور "یا رسول اللہ مدد" اور "المدد یا رسول اللہ" کے اسٹکرز بھی عام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے ہیں۔

پہلے صرف "یا علی مدد" کا نعرہ عام تھا۔ اہلِ توحید نے اس کے مقابلے میں کوشش کی کہ مسلمانوں میں اس مشرکانہ نعرے کی بجائے "یا اللہ مدد" کا نعرہ عام ہو چنانچہ انہوں نے "یا اللہ مدد" کے اسٹکرز عام کیے بمقصد اس کا یہ تھا کہ شیعوں کے ایجاد کردہ مشرکانہ نعرے سے اہلِ سنّت کے سادہ لوح عوام کو بچایا جائے مگر بریلوی حضرات نے "یا اللہ مدد" کے مقابلے میں "یا رسول اللہ مدد" کے اسٹکرز چھپوا لیے اور یوں مزید ایک ایسا نعرہ ایجاد کر لیا جس میں اللہ کی بجائے اللہ کی ایک برگزیدہ مخلوق پیغمبر سے مافوق الاسباب طریقے سے مدد طلب کی جا رہی ہے۔

ہم مضمون نگار سے پوچھتے ہیں کہ "یا علی مدد" یا "یا رسول اللہ مدد" کے نعروں کا کیا جواز ہے؟ کیا یہ نعرے لگانے والوں کا عقیدہ یہ نہیں ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرح حضرت علیؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مافوق الاسباب طریقے سے اور دور اور نزدیک سے ہماری فریادیں سن سکتے ہیں ہماری مدد کر سکتے ہیں اور ہمیں نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں اور کیا اس عقیدے کے ساتھ کسی کو پکارنا یہی اس کی عبادت نہیں ہے؟ کیا یہ "عبادت" مسجدوں میں نہیں ہو رہی ہے؟ اور کیا یہ اَنَّ المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احداً۔ کے صریحاً خلاف نہیں ہے؟

ایک اسٹکر کا تجزیہ ("یا رسول اللہ مدد" مشرکانہ نعرہ ہے)

بزمِ خیر اندیش، وسن پورہ لاہور کی طرف سے ایک اسٹکر چھپا ہے جس میں لکھا گیا ہے:

"پکارو یا محمدؐ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) یا رسول اللہ۔

یا محمدؐ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کہنے والا خوش نصیب ہے۔ اور شرک و بدعت کہنے والا منکرِ قرآن و حدیث ہے۔

امام بخاری اور دیگر محدثین لکھتے ہیں جب تکلیف اور پریشانی ہو تو پکارو۔

یا محمدؐ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم۔

فرقہ پرست اہلحدیث نے لفظ "یا" کاٹ دیا۔ اور حدیث دشمنی کا ثبوت دیا۔

حوالہ غلط ثابت کرنے والے کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔"

ہم نے پورے اسٹکر کی عبارات (سوائے حوالوں کے) نقل کر دی ہیں۔ ہم ترتیب وار اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جواب اہلِ انصاف اور اہلِ دانش کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

۱۔ یا محمدؐ۔ یارسول اللہ۔ اس کا اردو ترجمہ ہے' اے محمدؐ اے رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔ گویا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا گیا ہے۔ اگر یہ خطاب صرف بطور محبت کے ہے جس طرح بعض دفعہ ایک محبّ اپنے محبوب کو اپنے ذہن میں مستحضر کر کے اور اس سے خطاب کر کے عالم شوق اور وارفتگی میں باتیں کرتا ہے' خطاب کرنے والے کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ حضور عالم الغیب ہیں یا حاضر و ناظر ہیں اور دُور و نزدیک سے باتیں سننے پر قادر ہیں تو اس نعرے کو عشق و محبت کا ایک مظہر سمجھا جا سکتا ہے اور اس بنا پر اسے جائز تسلیم کیا جا سکتا ہے لیکن اگر کہنے والے کا عقیدہ ہی یہ ہے کہ آپ عالم الغیب' حاضر و ناظر اور ہماری فریادیں سننے پر قادر ہیں تو یہ کہنا خوش نصیبی نہیں انتہائی بدنصیبی ہے۔ اس طرح یقیناً وہ شرک و بدعت کا ارتکاب کرتا ہے' جسے خوش نصیبی وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو توحید و سنّت سے ناآشنائے محض ہو۔

۲۔ اسے اہلحدیث اسی بنا پر شرک و بدعت سے تعبیر کرتے ہیں کہ اس میں عقیدے کی وہی خرابی پائی جاتی ہے' جو انسان کو شرک تک لے جاتی ہے جس طرح کہ فی الواقع اب اس کا ظہور شروع ہو گیا ہے اور اب "یارسول اللہ" سے معاملہ بڑھ کر "یارسول اللہ مدد" تک پہنچ گیا ہے۔ اس لیے اہلحدیث شرک پر مبنی خود ساختہ نعروں کا انکار کر کے "قرآن و حدیث کے منکر" نہیں بنتے' بلکہ قرآن و حدیث کے محافظ ہیں۔ فللہ الحمد علیٰ ذٰلک۔

۳۔ اشتہار چھاپنے والوں نے دعویٰ تو یہ کر دیا ہے کہ حوالہ غلط ثابت کرنے والے کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا' لیکن ہم پورے یقین سے کہتے ہیں کہ انہوں نے "الادب المفرد" "تحفۃ الذاکرین" شوکانی ___ کتاب الاذکار" نووی ___ "عمل الیوم واللیلۃ" ابن السنّی ___ "فتح الباری" اور مصنف ابن ابی شیبۃ' ان چھ کتابوں کا حوالہ دیا ہے لیکن کسی بھی محدث کے یہ الفاظ نہیں دکھائے جا سکتے کہ

"جب تکلیف اور پریشانی ہو تو پکارو 'یا محمد' یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم"۔

پہلی چار کتابوں میں صرف وہ واقعہ بیان ہوا ہے جو پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پیر سُن ہو گئے تو کسی نے کہا کہ آپ ایسے شخص کو یاد کریں جس سے آپ کو سب سے زیادہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محبت ہو تو انہوں نے کہا "محمدؐ" یا "یا محمدؐ"۔

اس کے تحت انہوں نے باب بھی جو باندھا ہے وہ بھی یہ ہے کہ

جب کسی کے پیر سن ہو جائیں تو وہ کیا کہے؟

کسی کتاب میں بھی یہ الفاظ نہیں ہیں کہ

"جب تکلیف اور پریشانی ہو تو پکارو یا محمدؐ یا رسول اللہؐ"

اسی طرح آخری دو کتابوں میں صرف وہ واقعہ بیان ہوا ہے جس میں مالک الدار کے حوالے سے خواب میں ایک شخص کو حضرت عمرؓ کے پاس جانے کے لیے کہا گیا ہے اور جس کی بابت ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ بسند یہ واقعہ ہی صحیح نہیں ہے۔ علاوہ ازیں یہ صحیح احادیث میں بیان کردہ طریقے کے بھی خلاف ہے۔ گویا ان دو کتابوں میں بھی یہ الفاظ نہیں ہیں کہ

"جب تکلیف اور پریشانی ہو تو پکارو یا محمدؐ یا رسول اللہؐ"

یعنی چھ کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں اور کسی ایک کتاب میں بھی مذکورہ الفاظ نہیں ہیں۔ اس لیے ہم اٹکر کے مرتب یا اس کے ناشر سے عرض کریں گے کہ وہ "محدثین" کی طرف منسوب الفاظ مذکورہ نکال کر دکھائیں یا پھر ہمیں منہ مانگا انعام دیں۔ ہمارا منہ مانگا انعام زیادہ نہیں ہے۔ صرف ایک ہی بات ہے کہ مسلمان عوام کو صرف خدائے واحد کا پرستار رہنے دیں، انہیں غیر اللہ کا پرستار بنا کر ان کی عاقبت خراب نہ کریں۔ اور صرف "یا اللہ مدد" کے اٹکرز چھپوا کر تقسیم کریں تاکہ لوگ "یا علی مدد" یا "یا رسول اللہ مدد" جیسے مشرکانہ نعروں سے بچ جائیں۔

۴۔ یہ دعویٰ یا الزام بھی درست نہیں کہ "فرقہ پرست اہلحدیث" نے لفظ "یا" کاٹ دیا اور حدیث دشمنی کا ثبوت دیا۔ ہماری لائبریری میں "الادب المفرد" کا مصری نسخہ موجود ہے اور اس میں اسی طرح "یا" کے بغیر ہے جس طرح سانگلہ ہل کے اہلحدیث ناشر نے کتاب چھاپی ہے۔ الحمدللہ کتاب میں قطعاً کسی قسم کا تصرف نہیں کیا گیا ہے جسے شبہ ہو وہ آکر دونوں نسخے ہماری لائبریری میں ملاحظہ کر سکتا ہے

اہلحدیث کو "فرقہ پرست" کہنا بنیادی طور پر غلط ہے۔ کیونکہ اہلحدیث کی دعوت شخصی یا حزبی نہیں ہے۔ وہ کسی امام، یا کسی مخصوص فقہ کی طرف دعوت نہیں دیتے۔ جس سے فرقہ معرضِ وجود میں آتا ہے۔ ان کا مرکزِ عقیدت اور محورِ اطاعت صرف اور صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی ذاتِ گرامی ہے اور اسی کی طرف وہ لوگوں کو بلاتے ہیں ،حنفی ایک فرقہ ہے جو امام ابو حنیفہؒ اور ان کی طرف منسوب فقہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے۔ شافعی ایک فرقہ ہے جو امام شافعیؒ اور فقہ شافعیؒ کی طرف بلاتا ہے حنبلی ایک فرقہ ہے جو امام احمد بن حنبل اور فقہ حنبلی کی طرف بلاتا ہے، مالکی ایک فرقہ ہے جو امام مالکؒ اور فقہ مالکی کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے وعلیٰ ھذا القیاس، دوسرے فرقے جو مخصوص افراد اور مخصوص فقہوں کی طرف بلاتے ہیں لیکن اہلحدیث کا ایک ہی امام ہے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، صرف انہی کے فرمان کو وہ واجب الاطاعت مانتے ہیں۔ اُن کی کوئی مخصوص کتاب نہیں جس کی طرف وہ لوگوں کو بلاتے ہوں بلکہ اُن کی کتاب یا فقہ جس کو ماننے کی وہ دعوت دیتے ہیں، صرف قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ ہیں۔ اس لیے وہ فرقہ نہیں، فرقوں کو ختم کرنے والے اور اصل اسلام کے داعی ہیں جو صرف دامن رسالت سے وابستہ ہونے میں نجات کو منحصر مانتے ہیں۔

(ہفت روزہ "الاعتصام" ۱۳ ستمبر ۱۹۹۱ء)

راقم نے اپنے گزشتہ مضمون میں واقعہ یَاسَارِیَۃُ الجَبَلَ کی سند کو بربنائے تحقیق محقق عصر علامہ البانی حفظہ اللہ قابلِ قبول قرار دیا تھا۔ اس پر ہمارے فاضل دوست مولانا زبیر علی زئی صاحب (حضرو) نے تنقید فرمائی ہے اور اس کی سند پر بحث کر کے اس کا ناقابلِ اعتبار ہونا ثابت کیا ہے۔ تاہم متعدد اہلِ علم و تحقیق کے نزدیک یہ واقعہ صحیح ہے۔

۲۔ مالک الدار کی روایت پر بھی مزید سندی بحث کر کے موصوف نے اس کا ساقط الاعتبار ہونا مزید مؤکد کر دیا ہے۔

۳۔ الادب المفرد کی سند پر بحث کو فی الحال غیر ضروری سمجھتے ہوئے روایت کے صحت و ضعف کو نظر انداز کر دیا گیا تھا، موصوف نے اس کی سند پر بھی بحث کر کے اس کا ضعیف اور غیر معتبر ہونا ثابت کیا ہے۔

ہم فاضل موصوف کی اس کاوش پر ان کے شکر گزار ہیں۔ ان کا یہ مضمون ہفت روزہ "الاعتصام" جلد ۴۳ شمارہ ۴۵ (۸ نومبر ۱۹۹۱ء) میں شائع کر دیا گیا تھا۔ اہلِ علم و تحقیق اسے محولہ پرچے میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ (ص ۔ ی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جو بات کی، خدا کی قسم، لاجواب کی۔!

ذیل کا مضمون ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے ایک مضمون کے جواب میں ہے جو "قومی ڈائجسٹ" میں چھپا تھا، جس میں انہوں نے عجیب و غریب لن ترانیاں ہانکی ہیں، دیومالائی حکایتیں بیان کی ہیں اور خود ساختہ دعاوی و مزعومات کا ایک طومار کھڑا کیا ہے۔ یہ جوابی مضمون "قومی ڈائجسٹ" (شمارہ جون ۱۹۸۹ء) میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کے بعد "الاعتصام" لاہور میں شائع ہوا اور اب اسے کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔

خیال رہے کہ الحمد للہ اس کا کوئی جواب ابھی تک ڈاکٹر صاحب موصوف یا ان کے ادارے کے کسی صاحب نے نہیں دیا ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے بیان کردہ واقعات سراسر بے سروپا ہیں جنہیں عقلی و نقلی دلائل سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ بہرحال اب یہ دلچسپ مضمون ملاحظہ فرمائیں (ص۔ی)

اپریل ۱۹۸۹ء کے ماہنامہ قومی ڈائجسٹ میں ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے اپنے والد محترم سے متعلق "دو انتہائی خصوصی ارشادات" شائع ہوئے۔ ہر شخص کو اپنے والد محترم سے محبت ہوتی ہے، یہ ایک فطری چیز ہے۔ اس عقیدت و محبت کا اظہار بھی کوئی بری بات نہیں، اس لیے اس پر بھی انگشت نمائی کی گنجائش نہیں ــــ لیکن ڈاکٹر صاحب کی چند باتوں نے ایسا چونکایا ہے کہ یارائے ضبط نہ رہا اور عدیم الفرصتی کے باوجود راقم چند گزارشات پیش کرنے پر مجبور ہو گیا ہے:

(۱) ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے والد صاحب کے فضائل و مناقب کے بیان میں افراط و غلو کا ایسا مظاہرہ کیا ہے جو کسی طرح بھی ایک ذمے دار شخصیت کے شایانِ شان نہیں۔ اپنے دور کا جو شخص بھی چوٹی کا ادیب و شاعر ہو، یا ڈاکٹر و حکیم ہو یا فقیہ و عالم ہو یا ولی باکرامت ہو یا خطیب و مقرر ہو، یہ ایک ایک حیثیت ایسی ہے کہ وہ شخص اس کی وجہ سے اپنے اقران و اماثل میں نمایاں اور ممتاز ہوتا ہے۔ اس کی ایک خاص شہرت اور تاریخ ہوتی ہے اور اس کا ایک ریکارڈ ہوتا ہے جس سے پہچانا جاتا ہے ــــ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے والد کے اندر بیک وقت مذکورہ تمام خوبیاں اونچے درجے میں پائی جاتی تھیں۔ وہ غالب کے ہم پلہ چوٹی کے شاعر تھے، فقیہ و مجتہد بھی ایسے تھے کہ سعید احمد کاظمی کے سوا کوئی ان کا ہمسر نہ تھا، حکیم و ڈاکٹر بھی بڑے پایے کے تھے۔ حدیث و فقہ کے ماہر استاذ بھی تھے۔ کامیاب مقرر و خطیب بھی تھے اور سب سے بڑھ کر صاحبِ کشف و کرامات بزرگ تھے ــــ لیکن ان سب باتوں کا انکشاف صاحبزادۂ گرامی قدر کو کرنا پڑ رہا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ لوگ اس نادرۂ روزگار شخصیت سے ناواقف ہیں اور اب تک ہیں۔ اتنی عظیم صلاحیتوں کے ساتھ یہ گمنامی اور مجہول خوبی کے باوجود ان کی شخصیت کا پردۂ خفا میں رہنا اور لب یک بیک بیساکھیوں کے سہارے انہیں نمایاں کرنے کی کوشش کرنا بڑی عجیب بات ہے۔

ایک اور چابکدستی کا مظاہرہ اس میں یہ کیا گیا ہے کہ جن موجود چیزوں سے مذکورہ دعووں کو جانچا جا سکتا تھا، ان کی گمشدگی کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ مثلاً ان کی شاعری کا دیوان "دیوانِ فرید" کے نام سے تھا، وہ گم ہو گیا۔ اب کسی نقاد کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیے ممکن نہیں ہے کہ وہ اس دعوے کو نقد و تحقیق کی کسوٹی پر پرکھ سکے کہ ڈاکٹر صاحب کے والد غالب کے ہم پلہ شاعر تھے۔ اسی طرح سعودی شاہی خاندان کی بابت دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ والد صاحب سے بڑی عقیدت رکھتا تھا اور شاہی خاندان نے ان کو ایک کارڈ دیا تھا جس کی وجہ سے اُن کا خاندان سعودی ٹیکسوں سے مستثنیٰ تھا، لیکن یہ کارڈ بھی اب گم ہو گیا ہے ع

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

بہرحال اس کے باوجود ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ معاملہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب اور ان کے اللہ کے درمیان ہے۔ اگر فی الواقع ان کے والد محترم ایسے ہی تھے جیسا کہ لائق فرزند نے بیان کیا ہے، تو ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اچھی بات ہے، لیکن اس میں افراط و غلو کا مظاہرہ کیا گیا ہے (جیسا کہ بظاہر نظر آتا ہے) تو وہ جانیں اور ان کا اللہ جانے۔ انہیں اللہ ہی کی بارگاہ میں جواب دہی کرنی ہے۔

(۲) دوسری بات جو سب سے زیادہ اہم ہے، وہ ہے کشف و کرامات کے نام پر عجیب و غریب، ناقابل قبول بلکہ ناممکن الوقوع دیومالائی حکایتیں اور داستانیں، جو موصوف نے اپنے والد کے تذکرے کے عنوان سے بیان کی ہیں۔ مثلاً سید عبدالقادر جیلانی کا بنفس نفیس ان کے والد کے پاس آنا، پلک جھپکنے میں نجف اشرف سے مدینہ منورہ پہنچا دینا، عالم بیداری میں حضرت علیؓ کی زیارت کرنا، شام میں ابدال سے ملاقات کا ہونا وغیرہ وغیرہ جنہیں بڑی تفصیل سے نہایت رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سے دو واقعات تو نہایت ہی عجیب ہیں جن سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ ساری داستانیں زیب داستان کے لیے اور اپنے والد کی شخصیت (اگر ہے تو) کے گرد تقدس و عظمت کا ہالہ تیار کرنے کے لیے گھڑی گئی ہیں۔

مثلاً ڈاکٹر صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ وفات کے دس روز بعد مجھے آبا جی قبلہ کی زیارت نصیب ہوئی تو میں نے اُن سے تین سوال کیے۔ پہلے سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ مرنے کے بعد سارے پردے اٹھا دیے گئے تھے اور اسی وقت عالم بالا کی سیر شروع ہو گئی تھی۔ دس روز تک یہ سیر کرائی جاتی رہی اور آج فارغ ہوا تو آپ کو ملنے کے لیے آ گیا ہوں۔ تیسرے سوال کے جواب میں فرمایا: بیٹے! نکیرین سوال کے لیے میری قبر میں آئے تو میں اُس وقت عصر کی نماز پڑھ رہا تھا، انہوں نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا تو واپس چلے گئے اور پھر مڑ کر ہی نہیں آئے۔

حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ تاکید فرمائی ہے کہ مُردہ دفنانے کے بعد اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کی ثابت قدمی کی دعا کیا کرو، کیونکہ اسی وقت اُس سے باز پرس شروع ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دفنانے کے فوراً بعد منکر نکیر آ کے سوال کرتے ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب کے والد صاحب دس روز تک پہلے تو عالم بالا کی سیر میں مصروف رہے، پھر اس کے بعد نکیرین آئے تو نماز میں مصروف دیکھ کر واپس چلے گئے اور اس کے بعد آئے ہی نہیں۔ گویا سوال و جواب سے ان کو مستثنیٰ ہی کر دیا گیا۔ ظاہر بات ہے کہ موصوف کا یہ خواب جسے ایک حقیقت واقعہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے، نص صریح سے متصادم ہے۔

اگر خواب کو خواب ہی سمجھا جائے تب بھی بات قابل فہم ہے لیکن ڈاکٹر صاحب اور اُن کے والد صاحب کے خوابوں کو اگر صرف خواب ہی سمجھا جائے تو پھر تو فضائل و مناقب کا سارا تار و پود ہی بکھر کر رہ جاتا ہے جو زیادہ تر خوابوں کی بنیاد پر ہی تیار کیا گیا ہے، عظمتوں کا وہ قصر رفیع ہی زمیں بوس ہو جاتا ہے جو زُہد و منام کے تارِ عنکبوت پر ہی قائم ہے۔

دوسرا واقعہ گو والد صاحب کا نہیں ہے لیکن ان کے والد کے استاذِ طب حکیم نابینا انصاری کا ہے جو انہوں نے خاصی تفصیل سے بیان کیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ایک شخص کی نبض دیکھ کر ہی ان کے نوسالہ بیٹے کی بابت پورے وثوق اور قطعیت سے یہ کہہ دیا گیا کہ یہ تو تمہارا بیٹا ہی نہیں ہے کیونکہ تم تو بیٹا پیدا کرنے کی صلاحیت ہی سے محروم ہو۔ پھر جب تحقیق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گی گئی تو راز یہ کھلا کہ وہ بیٹا بابا فرید گنج شکر کی قبر پر چلہ کشی کے نتیجے میں بایں طور ہوا کہ چالیسویں رات بابا جی اس عورت کے خواب میں آئے اور اسے مبارک باد دی اور ایک گلاب کا پھول اس کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ اس کے بعد یہ جوڑا گھر آگیا اور عورت امید سے ہوگئی اور اس کے ۹، ۱۰ مہینے کے بعد ان کے گھر بیٹا پیدا ہوگیا۔ میاں بیوی نے اعتراف کیا کہ حکیم صاحب نے نبض دیکھ کر جو کچھ بتایا، بالکل ٹھیک ہے۔ طبی اصول اور جسمانی نقطہ نگاہ سے واقعتہً اس بیٹے کی پیدائش ہونی ہی نہیں، آپ بھی سمجھتے ہیں اور ہم بھی کہ یہ بیٹا تو سہارا ہی ہے مگر ہوا بابا حضور کے توسط سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بچہ کرامتہً عطا کیا۔

(قومی ڈائجسٹ، اپریل ۱۹۸۹ء صفحہ ۲۸)۔

مذکورہ اقتباس کے خط کشیدہ الفاظ پر غور کیا جائے تو یہ چیستان یکسر ناقابل فہم ہے۔ کیا کرامتہً اور بابا حضور کے توسط کا مطلب یہ ہے کہ یہ بیٹا اپنے باپ کے نطفے سے نہیں تھا، اگر یہ مطلب ہے تو یہ اعجاز تو صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہے جس کی خبر اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں دی ہے۔ کیا دنیا میں کوئی اور شخص بھی اس لحاظ سے حضرت عیسیٰؑ کی مثیل ہو سکتا ہے؟ اگر "کرامت" کا یہ سلسلہ چل نکلا تو بہت سی کنواری ماؤں کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے، اور اگر یہ مطلب نہیں ہے بلکہ نطفہ تو اپنے باپ کا ہی تھا تو پھر یہ کتنا بے معنی ہو جاتا ہے کہ

"طبی اصول اور جسمانی نقطہ نگاہ سے واقعتہً اس بیٹے کی پیدائش ہونی ہی نہیں" ؎

کوئی سمجھائے کہ ہم سمجھائیں کیا

یہ دو واقعات تو صرف مشتے از خروارے کے طور پر پیش کیے گئے ہیں، پورا مضمون ہی اس قسم کے ناقابل یقین واقعات اور عجیب و غریب دیومالائی داستانوں سے بھرا پڑا ہے جس کا مقصد سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہے کہ فوت شدہ بزرگوں کی فیض رسانی کا سلسلہ جاری ہے۔ وہ خواب میں بھی نوازتے ہیں اور بیداری میں بھی نوازتے ہیں اور اب ان "کرنی والے" یا "کرماں والے" بزرگوں میں ایک اور بزرگ" کا اضافہ ہونے والا ہے جن کا "مزار مبارک" اب طاہر القادری صاحب تعمیر کروا رہے ہیں اور وہ ہیں جناب کے والد محترم۔ جن پر ان کی زندگی میں تو پردہ پڑا رہا لیکن ان کی بابت اس امید کا اظہار کیا گیا ہے کہ اللہ پاک جب چاہے گا اظہار فرما دے گا۔"

معلوم ہوتا ہے کہ ان کی "ولایت و شہرت" کے اظہار کا وقت اب آگیا ہے جس کا آغاز اس مضمون سے ہوگیا ہے اب دوسرا مجرب نسخہ بھی شروع ہوگیا ہوگا یا عنقریب شروع ہو جائے گا اور وہ ہے سالانہ عرس مبارک۔ اس سے انشاء اللہ رہی کسر بھی پوری ہو جائے گی۔

شاید یہی وہ "مصطفوی انقلاب" ہے جس کا علم لے کر ڈاکٹر صاحب میدان سیاست میں کودے ہیں اور دس سال میں اسے برپا کرنے کی "نوید جاں فزا" سنائی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عرب کے مشرکوں کو لات و عزیٰ اور منات ہبل سے ہٹا کر اللہ کا عبادت گزار اور توحید کا علمبردار بنایا تھا لیکن "مصطفوی انقلاب" کے یہ بزعم خویش علمبردار فرزندان توحید کو بارگاہ الٰہی سے ہٹا کر پھر بتوں کے دامن سے وابستہ کر رہے ہیں، بت شکنوں کو بت سازی اور بت فروشی کا سبق پڑھا رہے ہیں اور ان کو قرآنی حقائق سے آشنا کرنے کے بجائے صنم پرستی کی دیومالائی حکایتوں کے ذریعے سے ان کے اندر مشرکانہ عقائد و توہمات کی تخم ریزی کر رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سارے مضمون کا تانا بانا اسی قبر پرستی اور مردہ پرستی سے تیار کیا گیا ہے اور عوام کو مشرکانہ عقائد و توہمات میں الجھانے کی مذموم کوشش کی گئی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

(۳) اس میں ایک دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ ان کے والد سعودی عرب میں بیات دن بطور شاہی مہمان ٹھہرے۔ اس دوران شاہ نے عرب کے چوٹی کے علماء کو بلا کر کئی اہم مسائل، مثلاً توسل، شفاعت وغیرہ پر کئی مناظرے کروائے۔ ہر روز مناظرہ ہوتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور ہر روز بادشاہ بھری مجلس میں اعلان کرتا: "اے علمائے عرب! تم ہار گئے اور دستور فرید الدین جیت گئے۔" (قومی ڈائجسٹ صفحہ ۱۲۸)

ہمارے نزدیک یہ بھی گزشتہ خوابوں اور واقعات کی طرح ایک گپ ہے، بہت بڑی گپ! جو اپنے والد کی قد آوری ثابت کرنے کے لیے گھڑی گئی ہے، ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ بادشاہ کے اس اعتراف کے باوجود کہ ڈاکٹر فرید الدین کے مقابلے میں عرب کے چوٹی کے علما مسلسل ہار گئے، لیکن اس کے باوجود بادشاہ کے مسلک اور ملک میں رائج مذہب میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ حالانکہ بادشاہی نظام میں بادشاہ ہی ہمہ مقتدر ہوتا ہے۔ اس کے ایک حکم اور اشارے سے ملک میں کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ یہ کیسی حیرانی والی بات ہے کہ سعودی عرب میں توسل و شفاعت کے اس خود ساختہ مفہوم کے، جو بریلوی حضرات کے ہاں پایا جاتا ہے، بالکل برعکس توحید کی صحیح روح ابھی تک قائم ہے اور وہاں قبر پرستی کی یہ وبا نہیں۔ درآنحالیکہ مناظروں میں شکست بلکہ مسلسل شکست کا نتیجہ اس کے برعکس ہونا چاہیے تھا۔

اس لیے ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ عرب علماء کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کے والد کے مناظرے بلکہ مناظروں کی کہانی موصوف کی اپنی تراشیدہ ہے، کیونکہ سعودی عرب میں توحید کی جو صحیح روح قائم ہے، وہ قرآن و حدیث کے واضح نصوص پر مبنی ہے، جیسے ایک ڈاکٹر فرید الدین تو کیا، پاک و ہند کے تمام بریلوی اکابر و اصاغر مل کر بھی شکست نہیں دے سکتے۔ پاک و ہند میں "توسل" کے نام پر جو کاروبار لات و منات فروغ پذیر ہے، اس کی بنیاد ایسے ہی اضغاث احلام پر قائم ہے جس سے ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے بھی اپنے والد کی شخصیت کا ہیولیٰ تیار کرنے کی کوشش کی ہے لیکن قرآن و حدیث کے محکم دلائل سے قبوریوں کے سارے خود ساختہ عقائد کا قلعہ تو بس مل پلک جھپکتے میں پیوند زمیں ہو جاتا ہے۔

اس بنا پر ہم یہ عرض کرنے پر مجبور ہیں کہ اگر ڈاکٹر صاحب موصوف سچے ہیں تو وہ مذکورہ مناظرے کے ثبوت کے لیے کوئی تاریخی دستاویز اور حوالہ پیش کریں۔ یہ قلم و قرطاس کا کھلا چیلنج ہے۔ سعودی عرب میں اتنا بڑا مناظرہ ہو کہ عرب کے چوٹی کے علماء ہار جائیں اور بادشاہ اس کا اعلان کرے، لیکن اتنے اہم واقعے کا کوئی چرچا نہ ہو، کسی اخبار اور رسالے میں اس کا ذکر نہ آئے، اور کسی تاریخ میں وہ درج نہ ہو، یہ کیونکر ممکن ہے؟ اگر ڈاکٹر صاحب کوئی ثبوت پیش کرنے سے قاصر رہے تو سمجھ لیجیے کہ یہ بھی اسی ٹکسال کی گھڑی ہوئی کہانی ہے جس سے آجکل بہت سی کہانیاں گھڑ گھڑ کر باہر آ رہی ہیں۔ ﴿هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾

(قومی ڈائجسٹ لاہور، جون ۱۹۸۹ء)

(ہفت روزہ الاعتصام، جنوری ۱۹۹۰ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

—۴—

ماورائے اسباب طریقے سے استمداد غیر اللہ شرک ہے

پروفیسر طاہر القادری صاحب کے جواب میں

جناب طاہر القادری صاحب نے بسم اللہ کی تفسیر میں بسم اللہ کی باء سے استدلال کرتے ہوئے مسئلہ استعانت و استمداد پر حسب ذیل الفاظ میں خامہ فرسائی کی ہے۔

"ان تمام ذرائع اسباب سے استعانت کرے جن کی مدد خدا کے مالک و معین ہونے کی نشاندہی کر رہی ہے لیکن اسباب و ذرائع کو کبھی بھی مقصد کا بدل نہ بنایا جائے۔ انسان کو چاہیے کہ ان سب ذرائع سے حاصل ہونے والے منافع و نقصانات میں بھی اصل نظر خدا ہی کی قدرت مطلقہ پر رکھے۔ اس لیے بسم میں نام حق سے استعانت کی تعلیم دے کر ذریعہ کی اہمیت بھی واضح کر دی گئی اور اس کی اضافت اللہ الرحمٰن الرحیم کی طرف کر کے حقیقتِ حال کو بھی بیان کر دیا گیا۔ اگر غور و خوض اور فہم صحیح کے ساتھ اس حقیقت کو بخوبی سمجھ لیا جائے تو "مسئلہ استعانت و استمداد" پر مذہبی حلقوں میں موجود علمی نزاع کافی حد تک مرتفع ہو سکتا ہے۔ ہندوستان کے دورِ آخر کے علماء محققین کی تحقیقات و تصریحات کا بھی مطالعہ کیا جائے تو مذکورہ بالا وضاحت کی تائید ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں دو علماء کے نقطہ ہائے نظر ملاحظہ ہوں سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں ایاک نعبد و ایاک نستعین کے تحت مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں۔ "ایاک نستعین" میں یہ تعلیم فرمائی کہ استعانت خواہ بواسطہ ہو یا بے واسطہ ہر طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ حقیقی مستعان وہی ہے باقی آلات و خدام و احباب وغیرہ سب عون الٰہی کے مظہر ہیں۔ بندے کو چاہیے کہ اس پر نظر رکھے اور ہر چیز میں دستِ قدرت کو کارکن دیکھے۔ اس سے یہ سمجھنا کہ اولیاء و انبیاء سے مدد چاہنا شرک ہے۔ عقیدہ باطلہ ہے کیونکہ مقربانِ حق کی امداد امدادِ الٰہی ہے۔ استعانت بالغیر نہیں۔

اب اسی آیت کے تحت متذکرہ بالا مفہوم کو مولانا محمود الحسن دیوبندی ان لفظوں میں بیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں۔

"اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمتِ الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔"

آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ دونوں عبارات کا مفہوم و مدعا ایک ہی ہے۔ تسمیہ میں لفظ اسم کے استعمال سے بھی انسانوں کو یہی تعلیم دینا مقصود تھا کہ جملہ امورِ حیات میں مستعان حقیقی صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہے لیکن اس عالم اسباب میں ہر مخلوق و موجود کو خلاق عالم نے اپنے فیضانِ رحمت اور اپنی مدد و اعانت کے واسطہ و مظہر کے طور پر تخلیق کیا ہے جو ہستی ذاتِ حق کے جتنی قریب اور اس کے نورِ قدرت سے جتنی مستنیر ہوگی وہ اس قدر شانِ مظہریت میں بھی اعلیٰ و اولیٰ ہوگی۔ لہٰذا کاروبارِ حیات میں مادّی مسائل ہوں یا روحانی ان سے استفادہ و استمداد بھی کیا جائے کہ نظامِ کائنات کا اصول بھی یہی ہے اور ہر ایک کی اعانت میں کارسازِ حقیقی کے لطف و کرم پر بھی نظر رکھی جائے کہ تقاضائے بندگی یہی ہے۔"

(نوائے وقت، لاہور، ۲۳ اپریل ۱۹۸۷ء)

ہماری گزارشات

منہاج القرآن کے مصنف کی مذکورہ فلسفہ آرائی پڑھ کر اُن کے بارے میں حسنِ ظن کو کافی دھچکہ لگا ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی علمی سطح عام بریلوی علماء سے اونچی ہوگی، وہ حزبی اور تقلیدی خول سے نکل کر فکر و نظر کے سوتوں سے سیراب ہوتے ہوں گے اور اُن کا ذہنی اُفق وسیع ہوگا۔ لیکن مذکورہ تفسیر میں انہوں نے شرکِ جلی کی مروجہ صورتوں کو صحیح اور جائز ثابت کرنے کے لیے وہی گھسی پٹی باتیں دہرائی ہیں جو قبر پرست عام طور پر کہتے ہیں جن میں کوئی معقولیت نہیں بلکہ اس میں بھی عوام کی جہالت سے ناجائز فائدہ اُٹھانے کی ہی رُوح کارفرما ہے۔

حالانکہ سُوجھ بُوجھ رکھنے والا ہر باشعور آدمی سمجھتا ہے کہ اسباب و ذرائع کے ماتحت ایک دوسرے سے تعاون و تناصُر ایک الگ مسئلہ ہے اور ماورائے اسباب طریقے سے حاجت روائی اور مشکل کشائی الگ مسئلہ۔ اوّل الذکر پر تو سارا نظامِ کائنات قائم ہے اور اس کے بغیر دنیا کا نظام چل ہی نہیں سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کوئی آدمی بھی دیگر انسانوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسباب کا نظام ہی ایسا قائم کیا ہے اور ایک دوسرے سے اس طرح مربوط کر دیا ہے کہ ایک لکھ پتی، کروڑ پتی بلکہ ارب پتی و کھرب پتی بھی جب تک اپنے علاوہ دوسرے انسانوں سے امداد و تعاون حاصل نہیں کرے گا، وہ زندگی میں ایک قدم بھی نہیں چل سکے گا۔ انبیاء علیہم السلام تک بھی ان اسباب و ذرائع کے مطابق ہی زندگی گزارنے پر مجبور رہے ہیں۔ اس لیے ان اسباب و ذرائع کی اہمیت و افادیت ان کی ہمہ گیری و ناگزیری اور ہر شخص کے لیے ان کی احتیاج و ضرورت محتاجِ وضاحت نہیں، نہ یہ مابہ النزاع ہے۔

اصل مسئلہ جو توجہ طلب ہے، وہ ہے ثانی الذکر صورت، یعنی ماورائے اسباب طریقے سے اللہ کے سوا کسی کو اپنا حاجت روا، مشکل کشا اور نافع و ضار سمجھنا۔ کیا یہ بھی بالکل اسی طرح ہے جس طرح ماتحت الاسباب کسی سے امداد و تعاون حاصل کرنا ہے؟ ظاہر بات ہے دونوں یکساں نہیں، ان کے درمیان آسمان زمین کا فرق ہے، مشرق و مغرب کا بُعد ہے، رات اور دن کا سا تفاوت ہے۔ استمداد و استعانت لغیر اللہ کی بحث میں ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب کے عظیم اور نمایاں فرق کو نظر انداز کر کے مطلقاً اسباب و ذرائع کی افادیت و ناگزیری سے استدلال کرتے ہوئے یہ باور کرانا کہ فوت شدہ بزرگانِ کرام سے استمداد و استعانت (مدد چاہنا) اور ان سے حاجت روائی و مشکل کشائی کا طالب ہونا بھی جائز ہے اور اس کو شرک کہنا عقیدۃً باطل ہے، جس طرح کہ مذکورہ اقتباسات میں دعویٰ کیا گیا ہے۔ ایک بہت بڑا مغالطہ، انتہائی بددیانتی اور تلبیس کاری ہے۔

کیا قرآن و حدیث میں کہیں بھی یہ موجود ہے کہ فوت شدہ شخص کو اپنی مدد کے لیے پکارو کہ وہ بھی عونِ الٰہی کے مظہر ہیں؟ کیا انبیاء علیہم السلام نے اپنے پیشرو پیغمبروں سے استمداد و استعانت کی ہے؟ کیا صحابہ کرام نے قبروں میں مدفون بزرگوں سے اپنی حاجات طلب کیں؟ انہیں نفع و ضرر کا مالک سمجھا ہے؟ اور آج کل قبروں پر جو کاروبارِ لات و منات کی گرم بازاری ہے کیا عہدِ صحابہ و تابعین میں اس کی کوئی مثال کسی صحیح سند سے ملتی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو پھر الفاظ کی شعبدہ بازی اور تاویلات کی تلبیس کاری سے شرک کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا۔ شرک، شرک ہے چاہے اس کا مرتکب پتھر کا پجاری ہو یا کسی قبر کا مجاور یا کسی فوت شدہ بزرگ سے استمداد و استعانت کرنے والا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ یہ سب غیر اللہ میں خدائی صفات تسلیم کرتے ہیں۔ ہندو کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ وہ جس پتھر (مورتی) کی پوجا کر رہا ہے وہ مافوق الاسباب طریقے سے اس کی حاجت روائی پر قادر ہے، قبر کا مجاور بھی قبر میں مدفون جعلی یا حقیقی بزرگ کی بابت یہی عقیدہ رکھتا ہے اور ہزاروں میل کے فاصلے کے باوجود شیخ عبدالقادر جیلانی سے استمداد کرنے والے شخص کا بھی عقیدہ یہی ہے۔ یہ سب اپنے اپنے بزرگوں اور معبودوں کو خدائی صفات کا حامل سمجھ کر انہیں مدد کے لیے پکارتے ہیں۔ اور انہیں مافوق الاسباب طریقے پر فریادرس سمجھنا، حاجت روا و مشکل کشا سمجھنا اور نافع وضار سمجھنا یہی شرک ہے، کیونکہ دُور اور نزدیک سے ہر ایک کی فریاد سننا اور ماورائے اسباب طریقے سے حاجت روائی و مشکل کشائی کرنا یہ صرف اللہ وَحْدَہٗ لاشریک لہٗ کا کام ہے، یہ صفات اللہ کے سوا کسی اور میں اگر تسلیم کی جائیں گی تو وہ شرک ہوگا۔

پروفیسر صاحب موصوف نے اپنے بریلوی عالم کی تائید میں مولانا محمود حسن دیوبندی کی عبارت نقل کر کے دعویٰ کیا ہے کہ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے اور دونوں عبارتوں سے غیر اللہ سے استمداد کا جواز ثابت ہو رہا ہے۔ لیکن ہم عرض کریں گے کہ دیوبندی اور بریلوی دونوں اپنے آپ کو حنفی یعنی امام ابوحنیفہؒ کا مقلد کہتے ہیں مگر حنفیت کی ان دونوں شاخوں نے کچھ ایسے عقائد گھڑ لیے ہیں جو قرآن وحدیث کے تو خلاف ہیں ہی، فقہ حنفیہ سے بھی ان کا ثبوت مہیا نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً

○ دیوبندی احناف کی اکثریت سماعِ موتیٰ کی قائل ہے یعنی ان کے نزدیک کسی قبر پر کھڑے ہو کر اگر صاحبِ قبر سے دعا کی درخواست کی جائے تو وہ سُنتا ہے اور قبر پر کھڑے ہو کر دعا کی درخواست کرنا ان کے نزدیک جائز ہے۔

○ دیوبندی احناف استفاضۂ قبور کے قائل ہیں یعنی صاحبِ نسبت چند شرائط وقیود کے ساتھ اگر کسی قبر پر مراقبہ کرے تو صاحبِ قبر سے اسے فیض حاصل ہوتا ہے۔

○ انبیاء علیہم السّلام اپنی قبروں میں اسی طرح زندہ ہیں جس طرح دنیا میں زندہ تھے بلکہ ان کی برزخی زندگی دنیوی زندگی سے بھی زیادہ حقیقی ہے۔

بریلوی احناف نے انہی عقیدوں کو اور وُسعت دے کر یہ نظریہ اپنا لیا ہے کہ قبر میں مدفون بزرگ نزدیک اور بعید ہر جگہ سے فریادیں سُننے اور پھر حاجت روائی اور مشکل کشائی پر قادر ہیں۔ انبیاء اور اولیاء حاظر ناظر، عالم الغیب اور متصرف الامور ہیں، جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن واقعہ یہ ہے کہ دیوبندیوں کے عقائد بھی قرآن وحدیث کے خلاف اور مُفضی الی الشرک یا مُوہم شرک ہیں جب کہ بریلویوں کے عقائد تو شرکِ صریح پر مبنی ہیں۔ اس لیے قرآن وحدیث کی رُو سے دونوں ہی قسم کے عقیدے غلط ہیں، یہی وجہ ہے کہ مولانا محمود حسن دیوبندی کا وہ حاشیہ بھی، جس سے بریلوی استدلال کرتے ہیں، ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اس سے فی الواقع اہلِ زیغ کو اپنے باطل مزعومات کے اثبات کا حوصلہ ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو زیغ وضلال اور شرکؒ بدعت سے بچائے اور انہیں توحید وسنّت کی صراطِ مستقیم کے سمجھنے اور اس پر گامزن ہونے کی توفیق سے نوازے۔ "تنظیم اہلحدیث" لاہور ۸، ۱۵ ارمئی ۱۹۸۷ء)

اکثر کلمہ گو شرک کا ارتکاب کر رہے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین کا ہر طرح سے بائیکاٹ کیا۔ دل، زبان اور اپنے تمام ارکان سے مشرکین کا مقاطعہ کیا۔ مشرکین جو غیر اللہ کی عبادت میں غرق تھے ان کو سختی سے روکا اور ان کے بتوں کو توڑنے سے بھی گریز نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جو مشکلات پیش آئیں اُن پر صبر کیا۔ اسی کردار کو تحقیق توحید اور دین کی اساس کہتے ہیں جیسا کہ فرمایا: إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (البقرۃ۔۱۳۱)

"جب اس کے رب نے کہا مسلم ہوجا۔ تو اس نے فوراً کہا کہ میں ربّ کائنات کا 'مُسلم' ہوگیا۔"

آج کل اکثر کلمہ گو اور لا الہ الا اللہ پڑھنے والے، اسلام کا دعویٰ کرنے والے اللہ کی عبادت میں شرک کر رہے ہیں، بایں معنیٰ کہ یہ ایسے افراد کو پکارتے ہیں جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، طرفہ یہ ہے کہ وہ بھی مُردوں کو، یا جو ان سے کوسوں دُور ہیں، یا طاغوت اور جنات وغیرہ کو۔ ان سے محبت اور دوستی کی پینگیں بڑھاتے ہیں، ان سے خوف کھاتے ہیں، ان سے اُمیدیں وابستہ کیے ہوئے ہیں۔

جو موحد شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دے اور غیر اللہ کی عبادت سے روکے اور یہ کہے کہ یہ سراسر بدعت اور گمراہی ہے اور جو شخص ایسے شرکیہ کاموں سے نفرت کرے اور ایسے لوگوں سے بھی دشمنی رکھے اس کی مخالفت پر یہ لوگ کمربستہ ہوجاتے ہیں۔

بعض مشرک تو توحید کو علم سمجھنے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے اور اپنی جہالت، عدمِ محبت کی وجہ سے توحید پر غور وفکر کرنے کے بھی روادار نہیں۔ (حامد فقی) (ہدایۃ المستفید ج ا ص ۲۵۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۵

فرقۂ غالیہ بریلویہ کے ترجمان

"رضائے مصطفےٰ" کے سوالات کے جوابات

۱۸ مئی ۷۳ء کے "الاعتصام" میں ہم نے فرقۂ غالیہ بریلویہ کے ترجمان ماہنامہ "رضائے مصطفےٰ" سے ایک نظم نقل کی تھی جو بظاہر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی منقبت میں تھی لیکن درحقیقت وہ شرکیہ عقائد اور غُلُوّ کا ایک نمونہ تھی۔ اس میں سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو خدائی صفات کا حامل قرار دیا گیا تھا۔ ہم نے اپنے صفحات میں یہ نظم اسی لیے نقل کی تھی کہ ہم بریلویوں کے مشرکانہ عقائد کی جو وضاحت کرتے رہتے ہیں کہ ان لوگوں نے بزرگوں کی شان اور منقبت کے نام پر شرک و بدعت کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ یہ نظم اس عقیدے کا ایک واضح مظہر اور ہماری بیان کردہ باتوں کا ایک ثبوت تھی۔ ہم نے اس نظم پر عنوان دیا تھا "غُلُوّ کی انتہا" اور آغاز میں یہ نوٹ لکھا تھا۔

"فرقۂ بریلویہ اموات پرستی اور گور پرستی میں شرک کی جس انتہا کو پہنچ چکا ہے اس کی ایک جھلک اس نظم میں دیکھی جا سکتی ہے۔ جو مئی کے "رضائے مصطفےٰ" میں شائع ہوئی ہے۔۔۔۔ اللہ تعالےٰ اس غُلُوّ اور شرکِ صریح سے ہم سب مسلمانوں کو بچائے (اور یہ بھی لکھا تھا) کہ ایسی سب کہانیاں بے ثبوت ہیں۔"[1]

اس نوٹ پر "رضائے مصطفےٰ" بڑا سیخ پا ہوا ہے اور اس کے مُدیر سرد بیر نے "الاعتصام" سے گیارہ (۱۱) سوالات کیے ہیں۔ اس زعم میں کہ شاید گیارہ کے عدد سے "گیارہویں شریف" کا ثبوت مہیّا کیا جا سکے۔

سب سے پہلے تو اس نے "الاعتصام" میں اس نظم کی اشاعت ہی کو حضرت پیر جیلانیؒ

---

[1] یہ مشرکانہ نظم صفحہ ۲۹ پر گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائی جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی "کرامت" ظاہر کیا ہے کہ جماعت اہلِ حدیث ان شرکیہ باتوں کے سننے کی روادار نہیں لیکن ان کے اخبار میں یہ نظم شائع ہو کر اہلِ حدیث کے گھر گھر پہنچ گئی مگر ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس میں "کرامت" کا کون سا پہلو ہے۔ قرآن مجید نے مشرکوں کے عقائد نقل کیے ہیں۔ تو کیا یہ ان کفار، مشرکین اور ان کے باطل خداؤں کی "کرامت" سمجھی جائے گی کہ ان کے عقائد قرآن جیسی ابدی کتاب میں محفوظ ہو گئے۔ اور مسلمانوں کے گھر گھر پہنچ گئے۔ بات کرتے وقت کچھ تو عقل و فہم سے کام لینا چاہیے لیکن یہ بےچارے بھی کیا کریں ان کو حلقۂ ارادت ہی ایسا ملا ہے کہ یہ لوگ کتنی بھی بے سرو پا باتیں اپنے "وعظ شریف" میں بیان کر دیں سبحان اللہ! ماشاء اللہ کی آوازیں ہی بلند ہوتی ہیں۔ اس لیے ان کی یہ عادت پختہ ہو گئی ہے کہ جو منہ میں آئے کہتے چلے جاؤ چاہے قرآن و حدیث سے ان کا کوئی تعلق نہ ہو، عقل و فہم سے انہیں کوئی واسطہ نہ ہو۔ اور فکر و نظر کی بارگاہ میں ان کی کوئی وقعت نہ ہو۔ ورنہ "الاعتصام" میں ان کے مشرکانہ عقائد کی منظوم نظم کی اشاعت ۔۔۔ کا "کرامت" سے کیا تعلق ہے اس طرح تو مدیر موصوف کو ہماری یہ کرامت بھی تسلیم کرنی چاہیے کہ ہمارا "درسِ توحید" بھی رضائے مصطفےٰ میں شائع ہو کر بریلویوں کے گھروں میں پہنچ گیا ہے۔

فللہ الحمد علی ذٰلک

لیجیے اب "رضائے مصطفےٰ" کے سوالوں کا جواب بالترتیب سنیے! جو اس نے جون کے شمارے میں شائع کیے ہیں اور جن کا "معقول و مدلل جواب" "الاعتصام" سے طلب کیا ہے۔

سوال نمبر ۱ "غلو کی انتہا سے کیا مراد ہے؟ کس حد تک غلو مذموم ہے؟ غلو کا اطلاق کہاں ہوتا ہے اور شرعاً غلو اور غلو کی انتہا کا کیا حکم ہے؟"

جواب اگر مدیر موصوف قرآن میں کچھ بھی تدبر کر لیتے تو ان پر غلو کا مفہوم بھی واضح ہو جاتا اور اس کے اطلاق اور شرعی حکم کا علم بھی۔

"غلو" کا لفظ خود قرآن مجید میں موجود ہے اور اس نے اسے جس سیاق میں ذکر کیا ہے اس سے وہ تمام پہلو واضح ہو جاتے ہیں جن سے مذکورہ سوالات کا خمیر اٹھایا گیا ہے۔ اس لیے ہم قرآن و حدیث کی روشنی میں ہی غلو اور اس کے اطلاق و حکم کی وضاحت کرتے ہیں۔

قرآن نے دو مقامات پر اہلِ کتاب کو "دین میں غلو" کرنے سے روکا ہے۔ ایک سورۂ نساء

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں، دوسرے سورۃ مائدہ میں ---- فرمایا:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۚ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۖ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۚ انتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ سُبْحَانَهُ أَن يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ (النساء - ۱۷۱)

"اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور اللہ پر حق کے سوا کوئی اور بات نہ ڈالو۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم تو بس اللہ کے رسول اور اس کا ایک کلمہ ہیں جس کو اس نے مریم کی طرف القا فرمایا اور اس کی جانب سے ایک روح ہیں۔ پس اللہ اور رسولوں پر ایمان لاؤ اور تثلیث (تین خداؤں) کا دعویٰ نہ کرو۔ (اس عقیدے سے) باز آجاؤ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ الٰہ تو بس تنہا اللہ ہی ہے۔ وہ اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو۔"

سورۃ مائدہ میں فرمایا گیا:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِن قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ (المائدہ - ۷۷)

"اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو۔ اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو اس سے پہلے گمراہ ہوئے اور جنہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا اور جو راہِ راست سے بھٹک گئے۔"

ان آیات میں یہاں اہلِ کتاب سے مُراد نصاریٰ ہیں۔ جنہوں نے دین میں غلوّ کیا۔ غلوّ کے معنی ہیں کسی چیز کی تائید و حمایت اور تعظیم و محبّت میں حد سے بڑھ جانا۔ جس چیز کا جو درجہ، مرتبہ یا جو وزن و مقام ہے اس کو بڑھا کر کہیں سے کہیں لے جانا۔ علماء و ائمہ کو ان کے درجہ سے بڑھا کر رسولوں کا مقام عطا کر دینا اور انبیاء و رُسل کو خدا، یا شریکِ خدا بنا ڈالنا، جس کی تعظیم مطلوب ہو، اس کی عبادت و پرستش شروع کر دینا۔ یہ سب غُلوّ فی الدین ہے جس کا نقشہ حالی نے مسدس میں اس طرح کھینچا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرے غیر گر بُت کی پُوجا تو کافر — جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
کہے آگ کو اپنا قبلہ تو کافر — کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں — اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں — شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

اور قرآن نے نصاریٰ کے اس طرزِ عمل ہی کو غلو سے تعبیر کیا ہے۔ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کی عقیدت و محبت میں اتنا تجاوز (غلو) کیا کہ ایک برگزیدہ انسان کے رتبے سے اٹھا کر انہیں خدائی صفات کا حامل قرار دے لیا۔ رسول کے بجائے انہیں خدا بنا ڈالا۔ اور بعضوں نے انہیں ابن اللہ باور کرایا۔ اسی طرح حضرت مریمؑ کی شان میں بھی انہوں نے غلو کیا اور "خدا" کا مقام انہیں بھی عطا کر دیا۔ اس طرح ایک طرف تو وہ توحید کے بھی قائل رہے لیکن دوسری طرف انہوں نے اقانیم ثلاثہ (تین خداؤں) کا عقیدہ بھی گھڑ لیا اور توحید کے ساتھ اس پر بھی ان کا اصرار رہا (جس طرح فرقہ بریلویہ نے بھی خدا کی وحدانیت کے عقیدے کے باوجود تین کے بجائے بیسیوں بزرگوں کو خدائی صفات کا حامل قرار دے رکھا ہے) قرآن نے یہاں ان کو ان مشرکانہ عقائد سے روکا ہے اور اسے غلو سے تعبیر کیا ہے اور انہیں صحیح معنوں میں "توحید" پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی ہے تفسیر و تشریح کا یہ موقعہ نہیں، ترجمے سے بھی کافی وضاحت ہو جاتی ہے۔ اس لیے تفصیل سے گریز کر رہے ہیں۔

بہر حال اس وضاحت سے غلو کا مفہوم اور اس کے اطلاق اور حکم ہر چیز کا علم ہو جاتا ہے اب یہ حقیقت بحث طلب نہیں رہ جاتی ہے کہ فرقہ بریلویہ بھی اسی غلو میں مبتلا ہے یا نہیں؟ اس کے عقائد بھی واضح ہیں۔ اس فرقے نے انبیاء و رسل تو کجا اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کو بھی "خدا" یا خدائی صفات کا حامل قرار دے رکھا ہے۔ نظم زیر بحث کا ہر بند بھی ہمارے اس دعوے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر دلیل ہے۔ بالخصوص اس کے یہ بند جن میں کہا گیا ہے کہ "بلائیں ٹال دینا غوثِ اعظم کا کام ہے" "دونوں جہانوں میں ہمیں ان کا سہارا ہے"۔ "عالم میں ہر ایک شی پر غوثِ اعظم کا قبضہ ہے"۔ "سب انس و جن پر ان کا تصرّف ہے"۔ "وہ قُم باذن اللہ کہہ کر مُردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے"۔ "ہمارا ظاہر و باطن ان کے آگے آئینہ ہے"۔ اور عالم میں کسی شے کا ان سے پردہ نہیں"۔

یہ تمام خدائی صفات میں جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ میں ثابت کی گئی ہیں جو غلو کی انتہا ہے اور غلو کی یہ انتہا شرک کہلاتی ہے اور ملاحظہ فرمائیے کہ یہ فرقہ کس طرح صریحاً شرکیہ عقیدوں میں مبتلا ہے ؎

وہی جو مستوئ عرش تھا خدا ہو کر — اُتر پڑا ہے مدینے میں مصطفےٰ ہو کر

؎ شریعت کا ڈر ہے نہیں صاف کہہ دُوں — حبیبِ خدا خود خدا بن کے آیا

؎ ہمارا نبی تو بشر ہی نہیں — خدا ہے تجھے کیا خبر ہی نہیں

؎ مقام اس نبی کا تو عرشِ بریں ہے — خدا نہ کہے جو وہ کافر لعیں ہے

؎ کیا فرق ہے عزیز و حضرت میں اور خدا میں

وہ بھی الٰہ ہے یارو یہ بھی الٰہ ہے یارو

کیا یہ وہی غلو نہیں جس میں نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی تعظیم و محبّت کے نام پر مبتلا ہوتے اور جس سے بچنے کی حضورؐ نے بھی خاص طور پر تلقین کی تھی۔ لَا تُطْرُوْنِیْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْيَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ

متفق علیہ (مشکوٰۃ باب المفاخر والعصبیۃ) "میری مدح و تعریف اور تعظیم و عقیدت میں اس طرح مبالغہ اور غلو نہ کرنا جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں کیا۔ (یاد رکھو) میں صرف اللہ کا بندہ ہوں اور مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہنا"۔

پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اپنے علاقوں کے گدی نشینوں اور فوت شدہ بزرگوں کو بھی اس فرقۂ غالیہ نے خدائی صفات کا حامل قرار دے رکھا ہے، پیر عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق ان کے مزید شرکیہ اشعار ملاحظہ فرمائیں ؎

اوّل محی الدّین آخر محی الدّین — ظاہر محی الدّین باطن محی الدّین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خیال رہے کہ محی الدین حضرت پیر جیلانی کا لقب ہے اور اس شعر میں انہیں اس آیت کا مصداق ٹھہرایا گیا ہے۔ ھو الاول والآخر والظاھر والباطن حالانکہ یہ صفات قرآن نے صرف اللہ کے لیے بیان کی ہیں۔ اور ملاحظہ فرمائیے۔!

؎ انت شافی انت کافی فی مہمات الامور
انت حسبی انت ربی انت لی نعم الوکیل

؎ المدد یا غوث اعظم المدد دست گیر
تیری نگاہ درکار ہے پیران پیر

؎ اٹھا پھر درد سینے میں مگر اس کی دوا تم ہو — نہ ہوتا ڈر قیامت کا تو کہہ دیتا خدا تم ہو

؎ یا غوث اعظم بہر خدا اس عرض میں بدکار کی — مدد باجھ میرا کون ہے لے سار جو بیمار کی

؎ امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن — در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادرا

خواجہ غلام فرید سجادہ نشین چاچڑ شریف مٹھن کوٹ کے بارے میں چند اشعار ملاحظہ فرمائیں

؎ میری لاکھ جانیں قربان اس پر — جو یثرب سے چاچڑ نشیں بن کے آیا

؎ چاچڑ وانگ مدینہ دستے کوٹ مٹھن بیت اللہ — ظاہر دے وچ پیر فریدن باطن دے وچ اللہ

؎ جو مشتاق نظارہ ہو میرے خواجہ کو آ دیکھے — عیاں شان خدائی ہے فقط پردہ ہے انساں کا

الغرض کہاں تک یہ اشعار نقل کیے جائیں، ان کا تو ہر مدفون بزرگ "خدا تے قہار و غالب" اور "متصرف کائنات" بنا ہوا ہے اور ان میں سے ہر ایک کی شان میں خدائی صفات کا اثبات اس فراخ دلی سے کیا گیا ہے کہ نصاریٰ کا غلو اس کے مقابلے میں کوئی نسبت ہی نہیں رکھتا۔ فنعوذ باللہ من ھذہ الخرافات والاکاذیب۔

سوال نمبر ۲ "شرک کی صحیح تعریف کیا ہے اور شرک کی انتہاء سے کیا مراد ہے"؟

جواب شرک کی صاف اور آسان سی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ اور لوگوں کو بھی مافوق الاسباب طریق پر حاجت روا اور مشکل کشا سمجھا جائے، انہیں غائبانہ طور پر پکارا جائے، ان سے استمداد و استعانت کی جائے۔ اور ان میں خدائی صفات کا اثبات کیا جائے۔ مثلاً علم غیب، حاضر و ناظر، تصرف فی الامور وغیرہ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور شرک کی انتہاء سے مُراد اہلِ شرک کا یہ طرزِ عمل ہے کہ پہلے اُنہوں نے نبیوں کو خدائی صفت سے متصف قرار دیا۔ پھر اس سے نیچے اُتر کر یہی خدائی صفات اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین میں بھی ثابت کیں۔ پھر اور پستی میں اُتر کر ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کو خدائی صفات کا مظہر قرار دے ڈالا۔ جس طرح قبوری شریعت کے مزاج شناس ایسی چیزوں سے واقف ہیں اور بعض دفعہ شرک کی انتہاء سے مراد کسی بزرگ کی شان میں وہ بہت زیادہ غلو ہے کہ اس میں اور خدا میں قطعاً کوئی فرق ہی نہ رہے۔ جس طرح زیرِ بحث نظم میں اور دیگر مذکورہ اشعار میں سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کو مقامِ اُلوہیت پر بٹھا دیا گیا ہے۔

سوال نمبر ۳ "اموات پرستی و گور پرستی کا کیا مطلب ہے۔ پرستش کا کیا معنی ہے۔ اور کون کون سی چیز پرستش کہلاتی ہے۔ "غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ" کو حیاتِ برزخی حاصل ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کس حد تک۔

جواب اموات پرستی کا مطلب یہی ہے کہ جو اولیاء اللہ فوت ہو چکے ہیں، اُنہیں حاضر ناظر، عالم الغیب اور نافع و ضار سمجھ کر مدد کے لیے پکارا جائے۔ بزرگانِ دین کی قبروں پر جا کر ان سے استمداد و استعانت کرنا گور پرستی ہے اور غیر اللہ کو خدائی صفات و اختیارات سے بہرہ ور سمجھ کر مافوق الاسباب طریق پر ان سے استمداد و استعانت پرستش (عبادت) کہلاتی ہے چاہے وہ غیر اللہ پتھر کی مورتی ہو کسی بزرگ کی قبر ہو یا کوئی اور صورت ہو جس چیز میں بھی کسی طریقے سے خدائی صفات تسلیم کر کے اس سے استمداد کی جائے، وہ پرستش ہی ہو گی۔

حیاتِ برزخی انبیاء علیہم السلام اور شہداء اور عام صالحین سب کو حاصل ہی ـــــ اور اس سے کس کو انکار ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس حیاتِ برزخی کی نوعیت کیا ہے؟ جس پر نصِ قرآنی لا تشعرون شاہد ہے۔ واقعہ تو یہ ہے کہ کسی کو اس کی حقیقت معلوم نہیں جب اس کی نوعیت ہی کا کسی کو علم نہیں تو اس کی حد ہے چہ معنی؟

پھر سیّدنا عبدالقادر جیلانیؒ کی اس میں کوئی خصوصیت نہیں، نہ اس حیاتِ برزخی کا یہ مطلب ہے کہ وہ ہماری فریادیں سُنتے ہیں اور انہیں خدائی اختیارات ملے ہوئے ہیں اور وہ زمین کے بطن میں بیٹھے ہوئے کائنات میں تصرّف کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو صحابہ کرامؓ ضرور رسول اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ کی وفات کے بعد امداد مانگتے آپ سے فریادیں کرتے اور وہ بھی آپ کی طرح یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کی طرح "یا محمد شیئاً للہ" کا وظیفہ کرتے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حیاتِ برزخی کسے حاصل ہو سکتی ہے؟

سوال نمبر ۴ "غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی زیرِ بحث منقبت میں کیا تمام باتیں شرک و پرستش سے تعبیر ہیں یا بعض باتیں۔ دونوں صورتوں میں شرک و پرستش کی باتوں کی نشاندہی کریں اور اس کی وجہ بتلائیں۔"

جواب قطع نظر اس کے کہ خود لفظ "غوثِ اعظم" بھی اسی ضمن میں آتا ہے ہم اس نظم کے شرکیہ الفاظ پہلے نقل کر آئے ہیں۔ اب ان کی نشاندہی کی ضرورت نہیں۔

ان کے شرک اور "پرستش" ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ تو کجا انبیاء علیہم السلام بھی مافوق الاسباب طریق پر کسی قسم کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس لیے ان کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارنا شرک ہی کہلائے گا۔

www.KitaboSunnat.com

سوال نمبر ۵ "الاعتصام" نے جن کرامات کو "ایسی سب کہانیاں بے ثبوت ہیں" کہہ کر انکار کیا ہے کیا زیرِ بحث منقبت میں مذکورہ سب کرامات بے ثبوت کہانیاں ہیں یا ان میں سے کچھ ثابت بھی ہیں؟ اگر کچھ ثابت ہیں تو کون کون سی کرامات ثابت ہیں؟

جواب زیرِ بحث نظم میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی دراصل کرامت کوئی مذکور نہیں۔ بلکہ یہ سب من گھڑت قصے ہیں جنہیں "کرامات" کا عنوان دے دیا گیا ہے۔ "یا غوثِ اعظم"[1] کا وظیفہ پڑھتے ہی تاجروں کا جہاز فوراً گرداب سے نکل آیا۔"[2] "ایک وقت میں ستر ستر مریدوں کے ہاں گئے۔"[3] "غوثِ اعظم" کا اشارہ پاتے ہی فوراً ابرِ باراں اہلِ محفل پر برسنا موقوف ہو گیا۔"[4] "انہوں نے کئی مُردوں کو زندہ کر دیا۔"[5] "فرشتے ان کو مدرسے تک پہنچانے کے لیے ساتھ جاتے تھے۔"[6] "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خلعت پہنائی۔" "یہ کراماتی" قصے جو نظم میں بیان کیے گئے ہیں سب خرافاتی قصے ہیں جن کا نہ کوئی سر پیر ہے نہ کوئی اصل اور ثبوت۔ اسی طرح کے اور بھی جتنے قصے یار لوگوں نے گھڑ رکھے ہیں۔ اسی قبیل کے ہیں جن پر قبوری شریعت کے وہی مجاور ان و پرستار ان سر دُھنتے ہیں جن کے فکر و نظر میں اتنی کجی آ چکی ہے کہ شرک و توحید اور بدعت و سُنّت میں ان کے درمیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کوئی فرق نہیں رہا۔ جن کے نزدیک تمام بدعتیں عین دین ہیں۔ اور تمام مشرکانہ افعال و عقائد کے باوجود جنہیں "موحد" ہونے کا غرّہ ہے۔

سوال نمبر ۶ "اگر یہ سب کرامات بے ثبوت کہانیاں ہیں تو ان کے نقل و بیان کرنے والوں کا کیا حکم ہے"۔

جواب جو جھوٹ اور شرک و بدعت پھیلانے والوں کا حکم ہے۔ کیونکہ یہ کہانیاں جھوٹی ہونے کے علاوہ جاہل عوام میں شرک و بدعات کی بھی آبیاری کرتی ہیں۔

سوال نمبر ۷ کیا "غوث الاعظم" رضی اللہ عنہ صاحبِ کرامات کثیرہ ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو آپ کی کتنی کرامات ثابت و مستند ہیں اور کون کون سی بے ثبوت و وضعی ہیں"۔

جواب یہ تمام باتیں بچگانہ ہیں۔ اوّل تو کرامت ایسی لازمی اور ضروری چیز نہیں کہ جس کے بغیر ولایت ادھوری رہتی ہو یا جس سے کرامات کا ظہور زیادہ ہو وہ زیادہ ولی ہے۔ کرامت اور ولی میں سورج اور روشنی کا سا تعلق نہیں ہے کہ سورج نکلے گا تو روشنی ہوگی۔ اور روشنی نہ ہونے کا مطلب سورج کا عدمِ وجود ہوگا۔ اسی طرح یہ سمجھنا کہ جو ولی ہوگا اس سے کرامت کا ظہور ہوگا اور جس سے کرامت (خرقِ عادت امور) ظاہر ہو وہ ضرور ولی ہوگا، غلط ہے۔ "ولایت کے لیے کرامت نہیں، اتباعِ شریعت ضروری ہے۔ اور "کرامت" دلیلِ ولایت نہیں کسی شخص کا صرف نیک کردار و عمل ہی دلیلِ ولایت ہے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کے ولی تھے۔ بلکہ ہزاروں لاکھوں شیخ عبدالقادر جیلانی رح جیسے جلیل القدر بزرگ اور ولی بھی ایک ادنیٰ ترین صحابی کے مقام ولایت کو نہیں پہنچ سکتے۔ حالانکہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق ہمیں یہ کراماتی قصّے کہانیاں نہیں ملتیں۔

اس لیے یہ سوال کہ "شیخ عبدالقادر جیلانی صاحبِ کراماتِ کثیرہ ہیں یا نہیں" اپنے اندر کوئی معقولیت نہیں رکھتا۔ اگر یہ سوال کیا جاتا کہ "وہ جلیل القدر بزرگ اور ولیٔ کامل تھے یا نہیں" تو ہمارا جواب اثبات میں ہوتا، گو ہم ان کی طرف منسوب کراماتی قصّے اکثر من گھڑت سمجھتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ہمارے نزدیک خدا رسیدہ بزرگ اور ولیٔ کامل تھے کیونکہ کرامات کے ظہور کو ہم ولایت کے لیے ضروری نہیں سمجھتے، البتہ ولایت کے لیے اتباعِ شریعت ضروری ہے اس کے بغیر کوئی شخص ولی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوسکتا۔

جب ولایت کے لیے "کرامت" ضروری ہی نہیں تو اس بحث میں پڑنا کہ ان کی کون کونسی کرامات ثابت ہیں اور کون کون سی وضعی ہے یکسر بے فائدہ ہے۔ ویسے ایک موٹا سا اصول بیان کیے دیتے ہیں کہ ان کی زندگی میں اگر کوئی کرامت ظاہر ہوئی ہے اور اس کا صحیح ثبوت موجود ہے اور وہ عقل وفہم کے تقاضوں اور اصول شریعت سے بھی متصادم نہیں ہے تو اس کرامت کو تسلیم کیا جاسکتا ہے لیکن ان کی وفات کے بعد سے متعلقہ تمام "کرامات" وضعی اور بے ثبوت ہیں کیونکہ مرنے کے بعد ان کا اس دنیا سے ہر قسم کا تعلق ہی منقطع ہوگیا۔ اس لیے مرنے کے بعد ان کے "تصرفات" کا عقیدہ رکھ کر انہیں "کرامات" باور کرانا شریعتِ اسلامیہ کی رُو سے یکسر غلط ہے بلکہ ایسی "کرامات" پر اعتقاد رکھنا از قبیلِ شرک ہے۔

سوال نمبر ۸ "بے ثبوت کہانیوں اور با ثبوت کرامات جاننے کے لیے کون سی کتب مستند اور کون سا اصول وضابطہ مقرر ہے۔"

جواب وہ اصول وضابطہ وہی ہے جس کا ابھی ہم نے ذکر کیا ہے۔ کہ ایک تو وہ کرامت زندگی میں ظاہر ہوئی ہو دوسرے اس کا صحیح ثبوت ہو لیکن یہ معلوم کرنے کیلئے مستند کتاب ضروری ہے۔

سوال نمبر ۹ "بہجۃ الآثار، قلائد الجواہر، اخبار الاخیار، نزہۃ الخاطر جیسی کتب مشہورہ اور ان کے مصنّفین حجت ومعتبر ہیں یا نہیں۔"

جواب یہ کتابیں رطب ویابس کا مجموعہ ہیں اور ان کے مصنّفین بھی حاطب اللیل قسم کے ہیں۔ اس لیے نہ یہ کتابیں معتبر وحجت ہیں نہ ان کے مؤلّفین۔ ان میں درج شدہ واقعات وروایات صرف اسی اصول کے مطابق قابل قبول ہوں گی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

سوال نمبر ۱۰ "کیا بریلوی اہلِ سُنّت اہلِ قبلہ مسلمان ہیں یا آپ کے بقول غلو کی انتہا، گور پرستی و شرکِ صریح کے باعث (معاذ اللہ) دائرۂ اسلام سے واقعی خارج ہیں۔"

جواب اس بحث کو بے ضرورت سمجھتے ہوئے کہ آپ "اہلِ سُنّت" کے مصداق بھی ہیں یا نہیں؟ ہم سر دست آپ کے سوال تک ہی جواب کو محدود رکھتے ہیں۔

ہاں! تو سُنیے محترم! آپ حضرات کے جو عقائد ہیں اس کی رُو سے آپ کیا ہیں؟ اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جواب ہم اپنی طرف سے دینے کے بجائے خود آپ کے فقہائے حنفیہ کی تصریحات سے دیتے ہیں۔ حوالے غلط ہوں تو ضرور ہماری گرفت کیجئے۔ ورنہ ایں وآں کرنے اور صُغریٰ وکبریٰ بنا کر یہ کہنے سے کوئی فائدہ نہیں کہ اہلِ حدیثوں نے ہمیں یہ بنا دیا ہے اور وہ بنا دیا ہے۔ خدا گواہ ہے ہمیں آپ کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے سے ہرگز دلچسپی نہیں لیکن مشکل تو یہ ہے کہ جس فقہ حنفی پر آپ ایمان رکھتے ہیں اس کے اکابر آپ کے عقائد کے حامل افراد پر "کفر" کا فتویٰ صادر کر رہے ہیں۔ لیجئے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ ملّا علی قاری حنفی امام ابُوحنیفہ کی مدوّن کتاب "فقہ اکبر" کی شرح میں لکھتے ہیں:

ذکر الحنفیۃ تصریحًا بالتکفیر باعتقاد ان النّبیّ علیہ الصلوٰۃ والسلام یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ

(شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵، طبع مجتبائی دہلی)

"فقہائے حنفیہ نے صراحۃً کہا ہے کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے وہ کافر ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مُعارض ہے کہ "اللہ کے سوا آسمان وزمین میں کوئی بھی غیب کا علم نہیں رکھتا۔"

اب آپ خود سوچ لیجئے کہ آپ نے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی نہیں ہر چھوٹے بڑے ولی بلکہ ننگ دھڑنگ ملنگوں کو بھی عالم الغیب سمجھ رکھا ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب "فتاویٰ قاضی خاں" کی صراحت بھی سُن لیجئے۔

رجل تزوج بغیر شھود فقال الرجل والمرأۃ خدا ورسول را گواہ کردیم۔ قالوا یکون کفرًا لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یعلم الغیب وھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت (ج ۴، باب مایکون کفرا من المسلم ومالا یکون)

"جس شخص نے بغیر گواہوں کے نکاح کیا۔ اور مرد وعورت نے کہا کہ "ہم خدا اور رسولؐ کو گواہ بناتے ہیں۔" فقہائے حنفیہ کہتے ہیں ایسا کہنا کفر ہے کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ آنحضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم (اللہ تعالےٰ کی طرح) عالم الغیب ہیں حالانکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندگی میں غیب نہ جانتے تھے تو بعد الموت کیونکر جانتے ہوں گے۔"

اسی قسم کی تصریحات بحر الرائق شرح کنز الدقائق وغیرہ میں بھی ہیں۔

۲۔ ایک عقیدہ آپ لوگوں کا یہ بھی ہے کہ غیر اللہ کے نام کی نذریں دینا آپ مانتے ہیں، ان کے نام کی نیازیں دیتے ہیں، ان کی قبروں پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ اور ان کے نام کے جانور ذبح کرتے ہیں حالانکہ فقہ حنفی نے اس فعل کو بھی ناجائز بلکہ کفر کہا ہے۔ چنانچہ ردالمحتار شرح درمختار (ج ۲، ص ۱۳۱، طبع مصر) میں ہے۔

والنذر للمخلوق لایجوز لانه عبادة والعبادة لاتکون لمخلوق۔

"نذر مخلوق کے لیے ماننا جائز نہیں، اس لیے کہ یہ (نذر) عبادت ہے اور عبادت مخلوق کے لیے جائز نہیں۔"

آگے نذر للمخلوق کی حرمت کے دلائل دیتے ہوئے علامہ شامی لکھتے ہیں:

ومنها انه ان ظن ان المیت یتصرّف فی الامور دون الله تعالیٰ واعتقاده ذلك کفر۔

یعنی "خدا کے سوا اوروں کے لیے نذر نیاز کے حرام اور باطل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جس کے لیے نذر مانی گئی ہے اگر اسے کائنات میں تصرّف کرنے کا اہل سمجھ کر ایسا کیا گیا ہے تو یہ عقیدہ کفر ہے۔"

اب آپ خود سوچ لیں کہ آپ لوگ جو بزرگوں کے نام کی نذریں نیازیں دیتے ہیں، گیارہویں شریف کرتے ہیں اور ان کے نام کے جانور ذبح کرتے ہیں تو یہ سب کچھ انہیں متصرّف فی الامور سمجھ کر کرتے ہیں یا نہیں؟ یقیناً آپ عقیدتاً انہیں کائنات میں تصرف کرنے والے سمجھ کر ہی ایسا کرتے ہیں حالانکہ خود فقہ حنفی اس عقیدے کو "کفر" سے تعبیر کر رہی ہے۔ اسی سلسلے میں ایک اور حوالہ اپنی فقہ کا ملاحظہ فرمالیں۔

مایفعله الجهلة من الذبح علیٰ قبور المشائخ والشهداء وغیرهم فهذا یوجب الحرمة اذا کان لغیر الله وان ذکروا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسم اللہ علیہ ویکفّرون بتلك (فتاویٰ غرائب فی تحقیق المذاہب)

"جو جاہل لوگ مشائخ اور شہداء کی قبروں پر (چڑھاوے) کے جانور ذبح کرتے ہیں وہ جانور حرام ہو جاتا ہے اگرچہ اللہ کا نام لے کر ہی ذبح کیا جائے۔ اور ایسا کرنے والوں کو کافر کہا گیا ہے۔"

۳۔ بزرگوں کی قبروں کے ساتھ فرقۂ بریلویہ وہ سب کچھ کرتا ہے جس سے شریعت نے بڑی سختی سے روکا ہے۔ حتیٰ کہ ان کی قبروں پر سجدے تک کیے جاتے ہیں۔ حالانکہ فقہ حنفی نے اسے بھی کفر سے تعبیر کیا ہے چنانچہ حنفی مذہب کی معتبر کتاب کفایہ میں ہے۔

اما فی شریعتنا فلا یجوز لاحد ان یسجد لاحد بوجہ من الوجوہ من فعل ذٰلك فقد کفر۔

"ہماری شریعتِ اسلامیہ میں یہ قطعاً جائز نہیں ہے کہ کوئی کسی کو (خدا کے سوا) کسی طرح کا بھی سجدہ کرے اور جو ایسا کرے وہ کافر ہے۔"

محترم مدیر "رضائے مصطفیٰ" صاحب! ہم آپ پر کوئی فتویٰ نہیں لگاتے۔ البتہ ہم نے یہ ضرور کیا ہے کہ آپ کا اپنا آئینہ یعنی فقہائے حنفیہ کے ارشادات آپ کے سامنے رکھ دیتے ہیں تاکہ اس میں اپنا چہرہ دیکھ کر اپنے متعلق خود ہی فیصلہ کر لیں۔

دیکھئے! غصے میں آکر اس آئینے کو نہ پھینکئے گا، یہ "وہابی" کے فتوی نہیں، بلکہ جس فقہ پر آپ کے فتاویٰ کا دارومدار ہے۔ اس کی تصریحات ہیں۔

مدیر "رضائے مصطفیٰ" کی بے حواسی

سوالات کے آخر میں مدیر "رضائے مصطفیٰ" بُرے طنطنے اور ہمہمے سے لکھتا ہے۔

"الاعتصام والو۔ اگر سچے ہو تو ان گیارہ سوالات کا نمبر وار معقول مدلّل جواب جلد شائع کرو۔ دیکھنا کہیں گیارہویں شریف کے عدد ہی سے بے حواس نہ ہو جانا۔"

ہم نے الحمدللہ "رضائے مصطفیٰ" کی خواہش کے مطابق نمبر وار ہر سوال کا مدلّل جواب دے دیا ہے لیکن "رضائے مصطفیٰ" کے جناب مدیر کی اس بے حواسی پر ہمیں بڑا ترس آرہا ہے کہ "الاعتصام" کے تصور ہی سے ایسا حواس باختہ ہوتے ہیں کہ سوالات تو جناب نے دس کیے ہیں اور بے چارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈرا رہے ہیں ہمیں گیارہ کے عدد سے۔ محترم گیارہویں کے عدد سے ہم حواس باختہ ہونے والے نہیں۔ حواس باختہ تو آپ خود ہو رہے ہیں کہ لکھے دس سوال ہیں اور کہہ یہ رہے ہیں کہ ہم نے گیارہ سوال کیے ہیں۔ ذرا اپنے سوالات دوبارہ ملاحظہ فرمالیں کہ وہ دس ہیں یا گیارہ؟

محترم مدیر صاحب! ہمارے "خدائے واحد" کے تصرفات بھی دیکھئے کہ چلے تو آپ تھے گیارہ سوال کر کے "گیارہویں شریف" ثابت کرنے۔ لیکن وہ "دجہ" ہی رہ گئی اور دیکھئے! سوال نمبر ۴ کے بعد سوال نمبر ۵ غائب ہے۔ گویا آپ کے "پنجتن پاک" بھی گئے۔ فَسُبْحَانَ مَنْ لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ۔ اب تو مان لیجئے کہ خدائے واحد کے سوا کوئی حاجت روا، مشکل کشا اور متصرّف فی الامور نہیں۔ وما علینا الا البلاغ المبین

(ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور۔ جولائی، اگست ۱۹۷۳ء)

صحابیٔ رسولؐ کے نام سے جعلی "روضہ" ختم کیا جائے!

رحیم یار خاں کے ایک قاری نے ہمیں لکھا ہے کہ:۔ رحیم یار خاں اور صادق آباد کے درمیان قومی شاہراہ پر بستی رانجھے خاں میں ایک بورڈ لگا ہے۔۔ "صحابیٔ رسولؐ خمیر بن ربیع کا روضۂ پاک" اور اب چند سالوں سے اس کا عُرس بھی منانا شروع کر دیا ہے۔ اور انہوں نے استفسار کیا ہے کہ اس نام کا کوئی صحابی ہے؟ اور اگر ہے تو کیا اُن کا اس مقام پر آنے اور یہاں فوت ہو کر دفن ہونے کا کوئی ثبوت ہے؟ ۔۔۔ واقعہ یہ ہے کہ مذکورہ نام کا کوئی صحابی، صحابہ کرامؓ کے حالات پر لکھی ہوئی کتابوں میں نہیں ملتا۔ علاوہ ازیں کسی اور صحابی کی بابت بھی ایسی کوئی صراحت نہیں ملتی کہ وہ اس مقام پر آئے ہوں اور یہاں دفن ہوئے ہوں، اس لیے جس طرح صحابی کا نام من گھڑت ہے اس کے نام پر بنایا گیا یہ "روضۂ پاک" بھی جعلی ہے۔ ہم مقامی انتظامیہ سے عرض کریں گے کہ اس جعلی روضے کو ختم کرے ورنہ اس کے ذریعے سے جو گمراہی پھیلے گی اور لوگ جو مشرکانہ اعمال وہاں روا رکھیں گے وہ اس گناہ عظیم میں برابر کی شریک ہوگی۔ عُرس کے ذریعے سے شرک پھیلانے کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ اگر ابتدا میں ہی اس فتنے کا سدِ باب نہ کیا گیا تو پھر بعد میں اس کا انسداد بہت مشکل ہے۔ مقامی اہلِ توحید کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اپنی انتظامیہ کو اس کے جعلی ہونے اور اس کے ذریعے سے فسادِ عقیدہ کے مضمرات کی وضاحت کر کے اس کو بزورِ قوت ختم کرنے پر زور دیں۔ یہ سب سے بڑا منکر ہے جسے فلیغیرہ بیدہ کے تحت انتظامی قوت سے ختم کرنا ضروری ہے۔

("الاعتصام" ۸ مئی ۱۹۹۰ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

—6—

کیا یہ سب کچھ فقہ حنفی یا مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہے؟

مدیر "رضائے مصطفےٰ" گوجرانوالہ سے سوال

ستمبر ۱۹۸۷ء کا ماہنامہ "رضائے مصطفےٰ" گوجرانوالہ پیش نظر ہے۔ اس دفعہ اس کے اداریے میں جناب پروفیسر طاہر القادری صاحب کے بارے میں اظہارِ خیال فرمایا گیا ہے جس میں مدیر "رضائے مصطفےٰ" نے پروفیسر صاحب موصوف کے بعض نظریات و اعمال کے متعلق لکھا ہے کہ وہ "مذہبِ امام اعظم و فقہ حنفی کے خلاف ہیں" اس کی چند مثالیں اخبار مذکور میں یہ نقل کی گئی ہیں۔

○ پروفیسر صاحب کے خطبۂ جمعہ کے اشتہار میں جمعہ کا وہی وقت ہے جو اہلِ حدیث کے خطبۂ جمعہ کا ہے۔

○ "اشتہار کے سائز و انداز اور وقت میں ایک منٹ، سیکنڈ اور اعشاریہ کا فرق نہیں۔ ٹھیک ساڑھے بارہ بجے کے وقت پر غور فرمائیں کہ پروفیسر طاہر القادری کا وقت غیر مقلدین کے ساتھ کتنا ٹھیک موافق و مطابق ہے جب کہ سُنی حنفی مساجد میں نمازِ ظہر اور خطبہ و نمازِ جمعہ کا وقت غیر مقلدین کے وقت سے کافی مختلف اور متوخر ہوتا ہے۔ ۔ ۔ ان کا یہ عمل مذہب امام اعظم رضی اللہ عنہ اور احناف اہلِ سنّت و فقہ حنفی کے خلاف اور غیر مقلدین کے موافق و مطابق ہے۔

○ جیسا کہ فقہ حنفی کا متفقہ فتویٰ ہے کہ عورت کی نصف دیت ہے لیکن پروفیسر صاحب مذہب امام اعظم و فقہ حنفی کے سراسر مخالف عورت کی پوری دیت کے قائل ہیں۔

○ مذہب حنفی میں عورت کی امامت مکروہ تحریمی ہے لیکن پروفیسر صاحب کے نزدیک عورت امامت کے فرائض سرانجام دے سکتی ہے۔

○ فقہ حنفی میں فاسق کی امامت مکروہ تحریمی اور اس کے پیچھے نماز واجب الاعادہ ہے لیکن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر صاحب کے نزدیک مطلقاً فاسق کی امامت کی اجازت ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

- بلکہ شیعہ، وہابی، دیوبندی کے پیچھے بھی نماز پسندیدہ ہے۔
- مذہب حنفی میں مقتدی کے لیے قراءت و فاتحہ خلف الامام منع ہے لیکن پروفیسر صاحب کے نزدیک مطلقاً جس نے فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز ناقص و غیر صحیح ہے۔
- مذہب حنفی میں تصویر سازی و فوٹو بازی شدید حرام و گناہ ہے لیکن پروفیسر صاحب کی نہ صرف فوٹو بازی عام ہے بلکہ وڈیو فلموں کی بھی بھرمار ہے ("رضائے مصطفےٰ" گوجرانوالہ ص ۳ ستمبر ۱۹۸۷ء)

یہ مثالیں درج کرنے کے بعد مدیر موصوف لکھتے ہیں۔

"یہی پروفیسر صاحب کی صلح کُلّیت و دوغلہ پالیسی اور مذہب حنفی و مسلکِ اہلِ سُنّت کے خلاف مسلسل من مانی ہے جو فقہائے احناف و علمائے اہلِ سنّت کے بزعمِ خویش ان کے انفرادی اجتہاد پر مبنی ہے اور اسی پر علمائے اہلِ سنّت و جماعت کو اعتراض و افسوس ہے۔" (ص ۱۶)

جہاں تک "تصویر سازی و فوٹو بازی" والی بات ہے۔ اس کے متعلق مدیر موصوف کا یہ فرمانا صحیح ہے کہ یہ

"شدید حرام و گناہ ہے۔"

کیونکہ اس کا گناہ اور حرام ہونا نصوصِ صریحہ سے ثابت ہے لیکن دیگر باتوں کا تعلق ایسے امور سے ہے جس میں ایک شخص کو فقہائے احناف کے دلائل اور نقطۂ نظر سے اختلاف ہو سکتا ہے مدیر موصوف کی ان پر اعتراض کی وجہ اگر یہ ہوتی کہ پروفیسر صاحب کی یہ باتیں قرآن و حدیث کے خلاف ہیں، پھر تو بات اور ہوتی اور وہ پھر اس پر قرآن و حدیث کے دلائل پیش کرتے لیکن انہوں نے صرف دو حرفی بات کی ہے کہ

"یہ مذہب امام اعظم و فقہ حنفی کے خلاف ہیں۔"

اس لیے ہم بھی زیادہ تفصیل میں جائے بغیر "رضائے مصطفےٰ" کے مدیر سے صرف یہ سوال کریں گے کہ چند سالوں سے یا چند صدیوں سے جو باتیں دین میں اپنے طور پر اضافہ کر لی گئی ہیں اور جن پر بریلوی حضرات بڑی شدت کے ساتھ عمل پیرا ہیں۔ کیا فقہ حنفی اور مذہب امام اعظم سے ان کے جواز کا بھی کوئی ثبوت پیش فرما سکتے ہیں؟ مثلاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

○ قبروں کو پختہ کرنا، ان پر گنبد نما عالی شان عمارتیں تعمیر کرنا اور جھاڑ فانوسوں سے ان کی تزئین و آرائش کا کوئی ثبوت امام ابوحنیفہ سے پیش کیا جا سکتا ہے؟

○ قبروں پر سالانہ عُرس، مُردہ بزرگوں کے ناموں کی نذر نیاز، ان سے استغاثہ و استمداد اور ان کو کائنات میں تصرف کرنے (یعنی نفع نقصان پہنچانے) کا اختیار اور اس قسم کے دیگر کاروبارِ لات و منات کا کوئی ثبوت فقہ حنفی یا امام ابوحنیفہ سے پیش کیا جا سکتا ہے؟

○ قبروں کو خانہ کعبہ کی طرح غسل دینے کا کوئی ثبوت فقہ حنفی میں ہے؟

○ گیارہویں کا اہتمام کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کے ذریعے سے کشائش رزق اور کاروبار میں برکت حاصل ہوتی ہے اور اس کے نہ کرنے سے کاروبار میں نقصان ہوتا ہے۔ کیا اس عمل اور عقید ے کا بھی کوئی ثبوت فقہ حنفی اور مذہبِ امام میں موجود ہے؟

○ ۱۲ وفات پر یوم میلاد منانا، اس دن چراغاں کرنا، گلی کوچوں کی سجاوٹ اور آرائشی محرابوں اور دروازوں کی تزئین پر لاکھوں روپے کے اسرافِ بے جا کا کوئی جواز فقہ حنفی یا مذہب امام سے پیش کیا جا سکتا ہے؟

○ اسی طرح میلاد کا جلوس، گیارہویں کا جلوس اور آخری چہار شنبہ کے جلوس کا کوئی اشارہ فقہ حنفی میں موجود ہے؟

○ محرم کے موقع پر تعزیہ سازی، پانی کی سبیلوں کا اہتمام اور دیگر ایسی رسوماتِ محرم جو حنفی بریلویوں میں عام ہیں (مثلاً حضرت حسینؓ کے نام پر بچوں کو فقیر بنا کر ان سے بھیک منگوانا، ان کے نام کی نذر نیازیں دینا وغیرہ) کیا فقہ حنفی سے ان کا کوئی ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے؟

○ اذان سے قبل بہ آوازِ بلند صلوٰۃ و سلام اور فرض نمازوں کے فوراً بعد لا الٰہ الا اللہ کے اجتماعی طور پر ذکرِ جہر کے التزام کا کوئی ثبوت فقہ حنفی میں موجود ہے؟ جسے بریلویوں نے فرض و واجب کا درجہ دیا ہوا ہے۔

○ ایصالِ ثواب کے نام پر جو ہندوانہ رسوم تیجہ، ساتواں، دسواں، چالیسواں اور رسمِ قُل وغیرہ ادا کی جاتی ہیں کیا ان رسموں کا کوئی ثبوت فقہ حنفی میں موجود ہے؟

○ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرامؒ کو عالم الغیب، حاظر و ناظر اور متصرف الامور سمجھنا فقہ حنفی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی صراحت کے مطابق ٹھیک ہے؟

○ میلاد کی مجلسوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا عقیدہ، فقہ حنفی میں کہاں درج ہے؟ جس کی بنا پر تعظیماً قیام کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔

فی الحال مدیر مذکور سے ہم صرف دس سوال کر رہے ہیں کہ وہ ان کی بابت فقہ حنفی سے ثبوت مہیا فرمائیں۔ کیونکہ انہوں نے پروفیسر صاحب مذکور پر اعتراض بھی اسی بنیاد پر فرمایا ہے کہ ان کی فلاں فلاں باتیں "فقہ حنفی اور مذہب امام اعظم کے خلاف ہیں۔ لہٰذا وہ غلط اور مسلک اہلِ سنّت کے خلاف ہیں"۔

اس لیے ہم فی الحال بات کو "فقہ حنفی اور مذہب امام اعظم" تک محدود رکھنا چاہتے ہیں۔ البتہ مدیر موصوف اگر چاہیں کہ اس امر پر بھی گفتگو ہو کہ مذکورہ افعال قرآن وحدیث کی رُو سے بھی جائز ہیں یا نہیں؟ تو ہم اس کے لیے بھی تیار ہیں لیکن ہمارا پہلا مطالبہ یہ ہے کہ مذکورہ باتوں کے جواز کا ثبوت فقہ حنفی سے پیش کیا جائے۔ اس کے بعد دوسرے مرحلے پر انشاء اللہ قرآن وحدیث کی روشنی میں گفتگو ہوگی

پروفیسر طاہر القادری صاحب کی خدمت میں

اسی طرح ہم پروفیسر طاہر القادری صاحب سے عرض کریں گے کہ جس طرح بعض اُن مسائل میں جن کا حوالہ "رضائے مصطفےٰ" نے دیا ہے آپ نے حنفی مسلک کے خلاف نقطۂ نظر اختیار فرمایا ہے محض اس لیے کہ آپ کے نزدیک ان مسائل میں فقہ حنفی کے دلائل مرجوح ہیں اور دوسرے نقطۂ نظر کے دلائل راجح۔ کیا اسی طرح ہم آپ سے بھی یہ امید اور توقع رکھ سکتے ہیں کہ جن دس مسائل کا بطور مثال ہم نے گزشتہ سطور میں تذکرہ کیا ہے آپ بھی اُن پر غور فرمائیں گے؟ اور ان کا کوئی ثبوت فقہ حنفی سے اگر پیش نہیں کیا جا سکتا تو ان کے بارے میں بھی نظر ثانی فرما کر قرآن وحدیث کے مطابق توحید وسُنّت کا راستہ اختیار کرنے کا اعلان فرمائیں گے؟ (ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" لاہور۔ ۱۸ ستمبر ۱۹۸۷ء)

نوٹ: الحمد للہ ہمارے ان دس سوالوں کا کوئی جواب "رضائے مصطفےٰ" کے مدیر نے دیا ہے نہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے ہی ان کی بابت کچھ ارشاد فرمایا ہے۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۷

بزرگانِ دین کی قبروں پر میلوں ٹھیلوں کا اہتمام

شریعتِ اسلامیہ میں ان کا کوئی جواز نہیں

پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو جتنی تاکید کے ساتھ شرکیہ اُمور سے مجتنب رہنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ افسوس ہے آپؐ کی یہ نام لیوا اُمت اسی قدر مُشرکانہ عقائد و اعمال میں مُبتلا ہے اور اپنے پیغمبر کی تمام ہدایات کو فراموش کر چکی ہے۔ آپؐ نے واضح الفاظ میں فرمادیا تھا۔

اَلَا وَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِهِمْ وَ صَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّيْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ (صحیح مسلم - ج ۱ - ص ۲۰۱)

"لوگو! کان کھول کر سُن لو، تم سے پہلی اُمّت کے لوگوں نے اپنے انبیاء اور نیک لوگوں اولیاء صالحین کی قبروں کو عبادت گاہ (مساجد) بنالیا تھا، خبردار! تم نہ (ان کی طرح) قبروں کو مساجد (عبادت گاہ) بنالینا، میں تم کو اس سے روکتا ہوں۔"

آپؐ نے مرض الموت میں یہود و نصاریٰ کے اس مُشرکانہ عمل پر لعنت فرمائی جس سے مقصد اپنی اُمّت کو اس عمل سے بچانا تھا۔ فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ (حوالۂ مذکور)

"اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔"

ایک اور روایت میں فرمایا:

اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ (مسند احمد، جلد ۱۳، ص ۸۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اس قوم (یعنی یہود و نصاریٰ) پر اللہ تعالےٰ کا سخت غضب نازل ہوا۔ جس نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔"

اسی طرح آپؐ نے اُمّتِ مسلمہ کو خود اپنے بارے میں غلو کرنے سے روکا کیوں کہ یہ غلوِّ عقیدت ہی مُشرکانہ عقائد و اعمال کا باعث ہوتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

یَا اَیُّھَا النَّاس ... اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ وَاللّٰہِ مَا اُحِبُّ اَنْ تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ مَا رَفَعَنِیَ اللّٰہُ (مسند احمد۔ عن انس۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۴۴)

"لوگو! میں عبداللہ کا بیٹا محمد ہوں۔ اور اللہ کا رسول ہوں۔ بخدا مجھے ہرگز یہ پسند نہیں کہ مجھے اُس درجے سے بڑھاؤ جس پر مجھ کو اللہ تعالےٰ نے سرفراز فرمایا ہے۔" یعنی نبوت و رسالت کے مقام سے بھی بڑھانے لگ جاؤ۔

ایک اور روایت میں آپؐ نے فرمایا:

لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ متفق علیہ (مشکوٰۃ۔ باب المفاخرۃ والعصبیۃ ص ۴۱۶)

"میری عزت و توقیر میں اس طرح مبالغہ اور غلو نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے مسیح ابن مریمؑ کے ساتھ کیا۔ میں تو صرف اُس کا بندہ ہوں، اس لیے مجھے صرف اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہنا۔" (خدائی صفات و اختیارات سے مجھے متّصف نہ کر دینا۔)

مولانا حالیؔ نے اس حدیثِ رسولؐ کو یوں اُردو کا جامہ پہنایا ہے ؎

نہ تربت کو میری بنانا صنم تم — نہ کرنا مری قبر پر سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم — کہ بے چارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے دی ہے حق نے بس اِتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اُس کا اور ایلچی بھی

اپنی قبر کے متعلق بھی آپؐ نے اپنی اُمّت کو تنبیہ فرمائی۔

لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا (ابوداؤد) "میری قبر کو عید مت بنانا" یعنی "زیارت کے لیے اجتماع نہ کرنا جیسے "عید" پر اجتماع کرتے ہو۔" (عون المعبود۔ ج ۲ ص ۱۷۱) شاہ ولی اللہ محدث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دہلویؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

هٰذا اشارة الى سدّ مدخل التحريف كما فعل اليهود و النصارىٰ بقبور انبياءهم وجعلوها عيداً وموسماً بمنزلة الحج (حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲۔ص ۷۷ طبع مصر)

یعنی "اس فرمان سے دین میں تحریف کے دروازے کو بند کرنا مطلوب ہے کہ یہ اُمت بھی یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے بزرگوں کی قبروں کو حج کی طرح موسم اور عید ہی نہ بنا ڈالے"

علاوہ ازیں آپؐ نے بارگاہِ ایزدی میں دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِىْ وَثَنًا يُّعْبَدُ (مسند احمد، ج ۱۳۔ص ۸۷ طبع ثانی مصر)

"اے اللہ! میری قبر کو "وثن" (بُت) بننے سے بچائیو، (کہ اس کی پرستش کی جائے)

معلوم ہوا کسی قبر کو خاص قابلِ تعظیم سمجھنا، اسے پتھر کی مورتیوں کی طرح بُت بنانا، اور سمجھنا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وقول النّبىّ صلّى الله عليه وسلّم اللّٰهمّ لا تجعل۔ الخ دليل على ان القبور قد تجعل اوثانا وهو صلى الله عليه وسلّم خاف من ذلك فدعا الله ان لا يفعله بقبرٍ واستجاب الله دعاءه رغم انف المشركين الضالّين الذين يشبهون قبر غيره بقبره (کتاب الرد علی الاخنائی علی ہامش "الرد علی البکری" ص ۲۳۴)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ دعا۔ اس بات پر دلیل ہے کہ قبریں بھی اوثان (بُت) بن جاتی ہیں۔ اِسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے ڈر گئے تھے کہ کہیں میری قبر بھی بُت نہ بن جائے اور آپؐ نے اللہ سے دعا کی کہ میری قبر کے ساتھ ایسا نہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمالیا۔۔۔"

ایک اور مقام پر امام ابنِ تیمیہؒ فرماتے ہیں:

وهم دفنوه صلّى الله عليه وسلّم فى حجرة عائشة رضى الله عنها خلاف ما اعتادوه من الدفن فى الصحراء لئلا يصلى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

احد عند قبره ويتخذه مسجدا فيتخذ قبره وثنا

(العقود الدریۃ۔ص ۳۳۸)

یعنی "آپؐ کو خلافِ معمول کسی کھلی جگہ میں دفن کرنے کے بجائے حضرت عائشہؓ کے حجرے (چار دیواری) میں اسی لیے دفن کیا گیا تاکہ کوئی شخص آکر وہاں نماز اور عبادت کا اہتمام نہ کرے کہ اس طرح آپؐ کی قبر "وثن" (بت) بن جاتی۔"

خود حضرت عائشہؓ بھی فرماتی ہیں۔

لَوْلَا ذٰلِكَ لَأُبْرِزَ قَبْرُهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ خَشِيَ اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا (صحیح مسلم، ج ۱ ص ۲۰۱)

"اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ آپ کی قبر کو عبادت گاہ (مسجد) بنالیا جائے گا، تو آپؐ کی قبر (چار دیواری کے بجائے) کسی کھلے مقام پر بنائی جاتی۔"

اسی طرح آپ نے تین مقامات کے علاوہ کسی بھی مقام کے لیے تقربی سفر کی اجازت نہیں دی ہے اور واضح الفاظ میں اس کی ممانعت فرمادی ہے۔

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ (صحیحین)

"تین مسجدوں (بیت اللہ، بیت المقدس اور مسجدِ نبویؐ) کے سوا کسی بھی جگہ کی طرف سفر (برائے ثواب و تقرب الٰہی) نہ کیا جائے۔"

اس امتناعی حکم کے ذریعے سے آپؐ نے کسی بھی قبر کی طرف بقصدِ تعظیم و زیارت جانے سے منع فرمادیا ہے جس طرح کہ زمانۂ جاہلیت میں عرب مشرکین کے ہاں رواج تھا۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

كان اهل الجاهلية يقصدون مواضع معظمة بزعمهم ويزورونها ويتبركون بها وفيه من التحريف والفساد مالا يخفى فسدّ النبيّ صلى الله عليه وسلم الفساد لئلا يلتحق غير الشعائر بالشعائر ولئلا يصير ذريعة لعبادة غير الله والحق عندي ان القبر ومحل عبادة ولي من اولياء الله والطور كل ذلك سواء في النهي (حجۃ اللہ البالغۃ۔ ج ۱۔ص ۱۹۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یعنی "زمانۂ جاہلیت میں لوگ ایسے مقامات پر جاتے تھے۔ جو ان کے گمان میں بڑے بابرکت ہوتے تھے۔ ان کی تعظیم و زیارت اور حصولِ برکت کے لیے جاتے۔ اس میں چونکہ عبادتِ غیر اللہ کا دروازہ کھلتا ہے۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بگاڑ کی اس جڑ کو (حکماً) بند کر دیا۔ اور میرے نزدیک قبریں بھی اس میں داخل ہیں کہ ان کی طرف قصد کر کے تقربی سفر کیا جاتے۔"

دوسری جگہ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

كل من ذهب الىٰ بلدة اجمير او قبر سالار مسعود او ما ضاهاها لاجل حاجة يطلبها فانه اثم اثما اكبر من القتل والزنا اليس مثله الا مثل من كان يعبد المصنوعات او مثل من كان يدعوا اللات والعزىٰ

(التفہیمات الالٰہیۃ، ج ۲۔ ص ۴۹۔ طبع جدید حیدر آباد سندھ)

یعنی "جو شخص بھی شہر اجمیر (خواجہ معین الدین اجمیری کی قبر پر) یا سالار مسعود اور ان جیسے دیگر بزرگوں کی قبروں پر طلبِ حاجت کی غرض سے جاتا ہے وہ ایسے سخت گناہ کا ارتکاب کرتا ہے جو قتل اور زنا سے بڑھ کر ہے اور ایسا شخص ان ہی لوگوں کی طرح ہے جو اللہ کی پیدا کردہ چیزوں کی پرستش کرتے ہیں یا اُن کی طرح جو لات و عُزّیٰ کو حاجت برآری کے لیے پکارتے ہیں۔"

اِن احادیث اور فرموداتِ اکابر سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبروں کو قابلِ تعظیم سمجھنا، ان کی قبروں پر سالانہ میلے لگانا، قبروں پر حصولِ برکت اور زیارت کی غرض سے جانا، اہلِ قبور سے استمداد و استعانت کرنا، قبروں کا طواف کرنا اور انہیں عبادت گاہ بنانا، ان کے لیے تقربی سفر اختیار کرنا یہ سب اُمورِ مشرکانہ ہیں جو ہمیشہ مشرک قوموں کا شعار رہا ہے جس پر وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور لعنت کی مستحق قرار پائیں۔ اور ان سب اُمور سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پوری سختی سے روکا ہے۔ لیکن کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان واضح تصریحات کے برعکس ان تمام مشرکانہ اُمور میں بُری طرح مبتلا ہیں۔ مثلاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

○ ہم یعنی مسلمان بزرگوں کی طرف منسوب سچی یا فرضی قبروں کو اس لیے قابلِ تعظیم سمجھتے ہیں کہ ہمارے زعم میں وہ ان قبروں میں زندہ ہیں اور نفع نقصان اور لینے دینے پر قادر ہیں۔

○ ہم نے ان کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا ہے۔ قبروں کو تعظیم و عقیدت سے چومتے ہیں۔ ان کے آگے ماتھا تک ٹیکنے میں کوئی تامّل نہیں کرتے اور ان سے حاجات طلب کرتے ہیں۔

○ ان کی قبروں پر سالانہ میلے ٹھیلے لگاتے ہیں، ہر جمعرات کو قبروں پر جمع ہوتے ہیں۔ اور وہاں چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔

○ ان قبروں کی زیارت کی غرض سے دُور دراز کے سفر کر کے پاکپتن، داتا دربار، میاں میر اور دیگر قبروں پر حاضری دیتے ہیں۔

علماءِ سُو تو ان امور کی سرپرستی کر ہی رہے ہیں لیکن افسوس کہ اس کے ساتھ اربابِ حکومت بھی اس کی سرپرستی کر رہے ہیں۔ تمام بڑی بڑی قبریں، جن کو غلط طور سے "مزارات" کہا جاتا ہے۔ اوقاف کی زیرِ تحویل ہیں، حکومت کو چاہیے تھا کہ اپنے قبضے میں لینے کے بعد ان تمام قبروں کو شریعتِ اسلامیہ کے حکم کے مطابق ڈھا کر باقی عام قبروں کے برابر کر دیتی اور ان کی تعظیم و پرستش کے راستے بند کر کے عوام کو توحید کی حقیقت سے روشناس کراتی مگر افسوس حکومت نے اپنا یہ فرض ادا نہیں کیا اور بگڑے ہوئے عوام کو مزید توہمات میں اُلجھانے کے لیے شرک کی سرپرستی شروع کر دی۔ اب فریاد کریں بھی تو کس سے کریں۔ مولانا حالی نے مسلمانوں کی اس حالت کا کیا خوب نقشہ کھینچا ہے کاش ہم اس سے عبرت پکڑیں

کرے غیر گر بُت کی پُوجا تو کافر — جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جُھکے آگ پر بہرِ سجدہ تو کافر — کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں! — اماموں کا رُتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں — شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

("الاعتصام" ۱۴ فروری ۵۵ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

—— ۸ ——

عُرس کے اثبات میں ایک "ڈاکٹر" صاحب کے "دلائل" اور اُن کا تجزیہ

ایک دوست نے ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے خطاب کا ایک کیسٹ لاکر دیا[1] اور کہا کہ اس میں قرآن وحدیث سے "عُرس" کا اثبات کیا گیا ہے۔ کیسٹ سنا تو واقعۃً اس میں ڈاکٹر صاحب نے یہی دعویٰ کیا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں "عُرس" ثابت کروں گا۔ یہ دعویٰ سُن کر اشتیاق میں مزید اضافہ ہوگیا اور بغور خطاب سُنا، لیکن سُن کر بڑی مایوسی ہوئی اور تعجب بھی ہوا۔ مایوسی اس بات پر کہ دعوے کے مطابق کوئی معقول دلیل وہ پیش نہیں فرما سکے (جیسا کہ ابھی اس کی تفصیل آئے گی)، ساری تقریر سن کر بے اختیار میرؔ کا یہ شعر لوحِ حافظہ پر اُبھر آیا ؎

بڑا شور سُنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اِک قطرۂ خوں نہ نکلا

اور تعجب اس جسارتِ بے جا یا خوفِ خدا کے فقدان پر ہوا کہ ایک شرکِ صریح کا "اثبات" قرآن وحدیث سے کرنے کی مذموم سعی کی جارہی ہے۔ یہ جسارتِ بے جا وہی شخص کرسکتا ہے جس کا دل خوفِ خدا سے بالکل عاری ہو۔ اور یہ وہی عملِ خیانت ہے جس کا ارتکاب علمائے بنی اسرائیل کیا کرتے تھے کہ باتیں ان کی اپنی گھڑی ہوتی تھیں اور عوام کو باور یہ کراتے تھے کہ یہ احکامِ الٰہی ہیں۔ قرآن نے ان راہزنانِ ایمان کے بارے میں کہا فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ (البقرۃ: ۷۹)

---

[1] بطورِ حوالہ عرض ہے کہ یہ خطاب "چورہ شریف" کا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"تو خرابی ہے اُن کے لیے جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھیں پھر کہہ دیں یہ خدا کے پاس سے ہے کہ اس کے عوض تھوڑے دام حاصل کریں، تو خرابی ہے اُن کے لیے اُن کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی اُن کے لیے اس کمائی سے۔" (ترجمہ: مولانا احمد رضا خاں بریلوی)

ڈاکٹر صاحب کے دلائل کا خلاصہ

بہرحال موصوف نے "عرس" کے اثبات کے لیے جو "دلائل" پیش فرمائے اس کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

موصوف نے خطاب کا آغاز قرآن کریم کی اس آیت سے کیا۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ (ابراہیم۔ ۲۷)

اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو دنیا اور آخرت میں قولِ ثابت کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے، ثابت قدم رکھتا ہے۔"

حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں آتا ہے کہ قبر میں جب مومن آدمی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو مومن کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے یہ توفیق ملتی ہے کہ وہ آپؐ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں (هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ) صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس گواہی کے بعد اُس کی قبر کو فراخ کر دیا جاتا ہے اور اس کو کہا جاتا ہے نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ لَا يُوْقِظُهٗ اِلَّا اَحَبُّ اَهْلِهٖ اِلَيْهِ "اس طرح سو جا جس طرح دُلہن سوتی ہے جسے وہی جگاتا ہے جو اس کو سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔"

(اس حدیث کے کسی لفظ سے بھی چونکہ عُرس منانے کا مفہوم نہیں نکلتا، اس لیے ترجمہ کرنے کے بعد موصوف نے یہ موشگافی کی) آپ کو معلوم ہے کہ پہلی رات کو دُولہا دلہن سوتے نہیں ہیں اور جب مومن کو یہ کہا جا رہا ہے کہ دُلہن کی طرح سو جا تو بس اولیاء اللہ بھی دُلہن کی طرح سوتے ہیں اور اس طرح ہی سوتے ہیں جس طرح پہلی رات کے دُولہا دلہن سوتے ہیں (مقصد موصوف کا اس جملے سے یہ ہے کہ پہلی رات کو دولہا دلہن جس طرح ساری رات جاگتے ہیں، اسی طرح اولیاء اللہ بھی ہمیشہ بیدار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہی رہتے ہیں۔

پھر فرمایا۔ یہ عُرس اسی عروس (دلہن) سے نکلا ہے عام لوگوں کی وفات کا دن یومِ وفات ہے اور اولیاء اللہ کی وفات کا دن یومِ عرس ہوتا ہے۔ ہم تو سال میں ایک مرتبہ ہی یومِ عرس مناتے ہیں حالانکہ اُن کا تو ہر روز ہی یومِ عرس ہوتا ہے۔ شادی کا دن ہوتا ہے اور شادی میں جس طرح ہار پھولوں کا اہتمام ہوتا ہے عرس میں بھی ان چیزوں کا اہتمام ہوتا ہے۔

اس سے قبل موصوف نے حدیث کے ان الفاظ سے کہ جب رشتے دار مُردے کو دفنا کر واپس جاتے ہیں تو وہ مُردہ اُن کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے۔ یَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ سے یہ استدلال کیا کہ یہ آہٹ مومن، مسلمان اور منافق سب سنتے ہیں۔ اس لیے اولیاء اللہ بھی قبروں میں سب کچھ سُنتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ یہ اولیاء اللہ جن کا لوگ عُرس مناتے ہیں، قیامت والے دن اپنے مریدوں کی شفاعت فرمائیں گے اور استدلال قرآن کریم کی اس آیت سے فرمایا۔

لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا (مریم: ۸۷)

"قیامت کے دن شفاعت کے مالک وہی ہوں گے جن سے اللہ نے عہد (وعدہ) کیا ہے"

اس طرح گویا موصوف نے لوگوں کو یہ ترغیب دی کہ اگر قیامت والے دن اولیاء کی شفاعت کے مستحق بننا چاہتے ہو تو خوب دھوم دھام سے اُن کا عرس منایا کرو۔ موصوف نے موضوع سے ہٹ کر اور بھی کئی باتیں کیں مثلاً ہر قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوتے ہیں۔ ہر قبر میں جلوۂ رسولؐ ہوتا ہے اور مومن قبر میں دیدارِ رسولؐ سے مشرف ہوتا ہے اور قبر میں مدفون شخص کے اندر اتنا شعور اور ادراک ہوتا ہے کہ وہ گھر واپس جا کر گھر والوں کو اطلاع دینے کی خواہش کا اظہار کرتا ہے۔ اس خواہش سے موصوف نے یہ استدلال کیا کہ وفات کے بعد بھی اتنا شعور اور ادراک باقی رہتا ہے کہ وہ گھر آسکتا ہے، یوں اسے بھی گویا قبر میں زندہ ہونے کی دلیل بنایا گیا۔ حالانکہ فرشتوں کے سامنے ایک خواہش کے اظہار سے کسی طرح بھی صاحبِ قبر کی حیاتِ ابدی (دنیوی) کا اثبات نہیں ہوتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ استدلالات کی حقیقت

آیئے! اب ذرا مذکورہ استدلالات کا جائزہ لے کر دیکھتے کہ کیا فی الواقع ان سے مسئلہ زیر بحث کا اثبات ہوتا ہے؟ اور استدلال کے اس تانے بانے میں کوئی جان ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ پیش کردہ دلائل میں ایک دلیل بھی ایسی نہیں جس کا تعلق اصل موضوع سے ہو۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مسئلے کی نوعیت اور اس کی تنقیح

۱۔ سب سے پہلے تو یہ بات واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ "عرس" ہر مومن و مسلمان کا منانا چاہیے یا صرف اولیاء اللہ کا؟ اگر صرف "اولیاء اللہ" کا عرس منانا ضروری ہے تو استدلال جس حدیث سے کیا گیا ہے، وہ تو ہر مومن کے بارے میں ہے۔ صرف اولیاء اللہ کے لیے نہیں ہے۔ اگر اس حدیث سے استدلال صحیح ہے اور اس سے فی الواقع "عرس" کا اثبات ہوتا ہے تو پھر تو ہر مسلمان کا عُرس منانا ضروری ہے۔ دعوٰے اور دلیل میں کوئی مطابقت نہیں ہے۔ دعوٰی خاص ہے کہ اولیاء اللہ کا عُرس منانا چاہیے اور دلیل پیش کی گئی ہے عام، جس میں ہر مسلمان کو اُس کی قبر میں پیش آنے والے حالات کی بابت خبر دی گئی ہے۔

دوسری بات یہ وضاحت طلب ہے کہ اولیاء اللہ کی علامت اور پہچان کیا ہے؟ کیا کوئی مرید یا چند مرید یا کوئی آدمی یا چند آدمی کسی فوت شدہ شخص کا عُرس منانا شروع کر دیں تو کیا یہ عرس منانا اس فوت شدہ شخص کی "ولایت" کی دلیل ہے؟ یا اُس کے لیے "کرامات" کا ظہور ضروری ہے کہ جس شخص سے کوئی خرقِ عادت واقعہ یا واقعات ظہور پذیر ہوتے ہوں، اسے ولی سمجھا جائے؟ یا جو ظاہری طور پر متشرع، دین دار اور زاہد و پارسا ہو، اُسے ولی سمجھا جائے؟ آخر ولایت کا معیار کیا ہے؟ کہ جس کی روشنی میں "ولی" کا عرس منایا جا سکے۔

۱۔ ظاہر بات ہے کہ کسی آدمی یا چند آدمیوں کا کسی بھی فوت شدہ شخص کا عُرس منانا، یہ ولایت کی دلیل نہیں بن سکتا، کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے ملک میں بکثرت ایسے لوگوں کا عُرس منایا جا رہا ہے جو بالکل مخبوط الحواس تھے۔ اور نماز، روزہ حتیٰ کہ طہارت تک سے بے نیاز تھے۔ اس لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محض چند لوگوں کا مخصوص مقاصد کے لیے عرس منا لینا یہ کسی بھی شخص کی ولایت کی دلیل نہیں بن سکتا۔

۲۔ کرامات یا خرقِ عادات کا ظہور بھی کسی شخص کی ولایت کی دلیل نہیں۔ کیونکہ خرقِ عادت واقعات کا ظہور فاسق و فاجر آدمیوں حتیٰ کہ کافروں تک سے بھی ہوتا ہے۔ اسی لیے اہلِ سنّت کے نزدیک یہ بھی ولایت کی دلیل نہیں ہے۔

۳۔ ظاہری طور پر کسی کا عابد و زاہد اور متقی و پارسا ہونا بھی دلیلِ ولایت نہیں کیونکہ کسی کو پتہ نہیں کہ اس نے نیکی کا جو رُوپ دھارا ہے فی الواقع یہ اس کی ایمانی و قلبی کیفیت ہی کا مظہر ہے یا محض منافقت، ریاکاری و دکھلاوے کی کرشمہ کاری ہے؟ اگر ظنِ غالب یہی ہو کہ وہ بڑا پارسا اور شریعت کا پابند تھا، تب بھی قطعیت کے ساتھ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا خاتمہ یقیناً ایمان پر ہی ہوا ہے، یا وہ یقیناً جنّتی ہے۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص ساری عمر نیکی و پارسائی میں گزارتا ہے لیکن آخر عمر میں اس سے کوئی ایسا عمل ہو جاتا ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر نہیں ہوتا۔ اسی لیے شرح فقہ اکبر میں یہ صراحت کر دی گئی ہے کہ۔

واما غیرہ من الاولیاء والعلماء والاصفیاء بالاعیان
فلا نجزم بموتھم علی الایمان وان ظھر منھم
خوارق العادات وکمال الحالات وجمال انواع الطاعات
فان مبنی امرہ علی العیان وھو مستور عن افراد الانسان۔

(شرح فقہ اکبر، ص ۱۳۱۔ طبع مجتبائی دہلی)

"پیغمبر کے علاوہ اولیاء، علماء اور صلحاء کی بابت متعیّن طور پر ہم بالجزم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کی موت ایمان پر ہوئی ہے اگرچہ ان سے خوارقِ عادات، کمالِ حالات اور جمالِ انواعِ طاعات ظہور پذیر ہوئے ہوں، کیوں کہ یقینی خبر کی بنیاد مشاہدہ (دیکھنے) پر ہے اور یہ مشاہدہ ہی افرادِ انسانی سے مستور ہے۔"

اس تفصیل سے یہ واضح ہے کہ اولیاء اللہ کوئی الگ مخصوص قسم کی مخلوق نہیں ہے جیسا کہ قبور پرستین نے ایسا سمجھ لیا ہے۔ نہ ان کی کوئی مخصوص شناخت ہی ہے بلکہ قرآن کریم کی وضاحت کے مطابق ہر متقی، پابندِ شریعت اور راست باز مسلمان "ولی اللہ" ہے۔ اِنْ اَوْلِیَاءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(الانفال-۳۴) "متقی ہی اللہ کے ولی ہیں"۔ اور متقی کون ہے کون نہیں ؟ اس کا یقینی علم صرف اللہ کو ہے۔ جب کسی بھی شخص کی ولایت کا ہمارے پاس کوئی یقینی علم نہیں ہے تو ہم کسی کا عُرس کس طرح منائیں ؟ اور اگر ظاہری حیثیت کے مطابق ہی علم کافی ہے تو پھر ہر پابندِ شریعت مسلمان کا عُرس منانا چاہیے۔ کیونکہ قرآنِ کریم کی رُو سے ہر متقی مسلمان "ولی اللہ" ہے۔ اس کے لیے پیر ہونا، کسی مسند یا درگاہ کا سجادہ نشین ہونا یا کسی دربار کا متولی ہونا ضروری نہیں ہے جس طرح کہ ایسا سمجھ لیا گیا ہے اور صرف ایسے ہی لوگوں کا عُرس منایا جاتا ہے۔ حالانکہ اگر اس کی کوئی شرعی حیثیت ہے تو صرف مخصوص افراد کے لیے نہیں ہے بلکہ پھر تو ہر مسلمان کا عُرس منانا ضروری ہے۔

اس تفصیل کے بعد مذکورہ دلائل کے تجزیے کی ضرورت تو باقی نہیں رہتی ہے تاہم اتمامِ حجّت کے طور پر ہم ان کی حقیقت بھی واضح کیے دیتے ہیں تاکہ کسی کو مغالطے میں ڈالنے کی گنجائش نہ رہے۔

www.KitaboSunnat.com

قدموں کی آہٹ سننے سے سماعِ موتیٰ پر استدلال ؟

ڈاکٹر صاحب موصوف نے حدیث کے ان الفاظ سے کہ "مُردہ دفنا کر واپس جانے والوں کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے" یہ استدلال کیا ہے کہ فوت شدگان قبروں میں سُنتے ہیں۔ حالانکہ موصوف کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ حدیث احناف کے اصُول کے مطابق قرآن کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن تو یہ کہہ رہا ہے وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ (فاطر-۲۲) "اے پیغمبر تو قبر والوں کو نہیں سُنا سکتا"۔ اور یہ حدیث کہتی ہے کہ مُردہ قدموں کی آہٹ سُنتا ہے۔ احناف کے اصُول کے مطابق یہ خبر واحد چونکہ قرآن کے خلاف ہے اس لیے اسے تسلیم نہیں کیا جائے گا اور قرآن کریم کی بیان کردہ بات پر ایمان رکھا جائے گا۔ جب احناف کے اصول کے مطابق یہ حدیث ہی قابلِ ردّ ہے تو قرآن کریم کی نصِّ صریح (مُردوں کو نہیں سنا سکتے) کے مقابلے میں اسے کیوں کر پیش کیا جا سکتا ہے ؟ پہلے احناف اپنے اس اصول کو غلط تسلیم کریں ورنہ وہ اس حدیث سے استدلال کے مجاز ہی نہیں ہیں۔

البتہ محدثین (اہلحدیث) کسی صحیح السند حدیث کو خود ساختہ اصُولوں کی بنیاد پر ردّ نہیں کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بلکہ ہر حدیث کو مانتے ہیں۔ یہ حدیث بھی اُن کے نزدیک قابلِ تسلیم ہے اور مطلب اس کا یہ ہوگا کہ اللہ تعالےٰ تازہ دفنائے ہوئے مُردے کو قدموں کی آہٹ سنوا دیتا ہے جب کہ آیتِ قرآنی کا مفہوم یہ ہے کہ ہم کوئی بات مُردوں کو سنانا چاہیں تو نہیں سنوا سکتے۔ دونوں کا مفہوم اپنی اپنی جگہ صحیح ہے' اور آیت و حدیث کے مابین کوئی تضاد اور ٹکراؤ نہیں ہے۔ البتہ "قدموں کی آہٹ سُننے" کا مطلب اگر یہ لیا جائے کہ وہ مطلقاً ہر وقت ہر بات سُنتے ہیں' تو یہ حدیث کے مفہوم سے بھی تجاوز ہے اور یہ مفہوم قرآن کی نصِ صریح کے بھی خلاف ہے۔

اس اعتبار سے حدیث کے ان الفاظ یَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ سے قطعاً سماعِ موتیٰ (مُردوں کے سُننے) کا مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ جب قبر والے سُن ہی نہیں سکتے تو استغاثہ و استمداد کیوں کر جائز ہوگا؟

www.kitabosunnat.com

دُلہن کی طرح سوجا" کے الفاظ سے عُرس کا اثبات

۲۔ نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوسِ (دلہن کی طرح سوجا) سے یہ استدلال کہ اولیاء دُولہا دُلہن کی طرح جاگتے ہیں' اس لیے ان کا یومِ وفات یومِ عُرس (شادی کا دن) ہے۔ اوّل تو یہ تصوّر ہی غلط ہے کہ پہلی رات کو دُولہا دلہن سوتے ہی نہیں ہیں۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ وصل و طرب کے چند لمحات گزار کر دونوں سوجاتے ہیں اور باقی ساری رات سو کر ہی گزارتے ہیں۔ اس لیے پہلی بنیاد ہی غلط ہے' اس لیے یہ سارا استدلال بنائے فاسد علی الفاسد کی مثال ہے۔ دوسرا یہ کہنا کہ اولیاء اللہ کا یومِ وفات اُن کا یومِ عُرس (شادی کا دن) ہے یہ حدیث سے کس طرح ثابت ہوتا ہے؟ حدیث میں تو ایسے کوئی الفاظ نہیں ہیں جن کا یہ مفہوم ممکن ہو۔ تیسرا یہ کہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یومِ وفات شادی کا دن ہے تو یہ شادی کس کے ساتھ ہوتی ہے؟ اور اس کا کیا مطلب ہے؟ چوتھا یہ کہ اولیاء اللہ کی دنیوی شادی کے دن کیا ہر سال شادی کا دن جب آتا ہے تو ان کی دنیوی زندگی میں ہر سال شادی کی خوشی منائی جاتی ہے؟ جب دنیا میں انکی حقیقی شادی کی خوشی میں سالانہ خوشی (عُرس) کا اہتمام نہیں کیا جاتا تو قبر کی اس شادی (جس کی حقیقت کا کسی کو علم بھی نہیں ہے) کو ہر سال منانے کا اہتمام کرنے میں کیا تک ہے؟ اور اس میں کون سی معقولیت ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

استدلال کے اس گورکھ دھندے میں کوئی بات قابلِ فہم نہیں۔ ایک چیستان ہے جسے صرف لفاظی کے زور پر اور عقیدت کے نام پر سادہ لوح عوام سے منوایا جا رہا ہے جو فکر و نظر سے محروم اور استدلال و استنباط کی باریکیوں سے یکسر ناآشنا ہیں۔

ورنہ واقعہ یہ ہے کہ حدیث کے ان الفاظ سے تو ڈاکٹر طاہر القادری کے اخذ کردہ مفہوم کے برعکس یہ ثابت ہوتا ہے کہ قبر میں جب مومن صحیح جواب دے کر فارغ ہو جاتا ہے تو پھر اُس کو قیامت تک کے لیے آرام اور سکون کی نیند سُلا دیا جاتا ہے اور قبر سے وہ اُسی روز زندہ ہو کر اُٹھے گا جب اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو قبروں سے اُٹھائے گا۔ ذرا حدیث کے پورے الفاظ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ مفہوم کس قدر واضح ہے۔

نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ لَا يُوْقِظُهُ اِلَّا اَحَبُّ اَهْلِهٖ اِلَيْهِ حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذَالِكَ۔

(جامع ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر، ج ۳ ص ۳۸۳، رقم الحدیث ۱۰۷۱، طبع مصر) اس کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے۔

"دلہن کی طرح سو جا جسے صرف وہی اٹھاتا ہے جو اہلِ خانہ میں سے اس کو سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے تاآنکہ اُس کو اللہ تعالیٰ اس آرام گاہ سے (قیامت والے دن) اٹھائے گا۔"

مومن چونکہ اللہ کا محبوب ہوتا ہے اور اللہ اس کا مُحِبّ۔ جیسا کہ آیت ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران - ۳۱) سے ثابت ہے۔ اس اعتبار سے اس کو کہا جا رہا ہے کہ مرنے کے بعد اب تو اپنے مُحِبّ (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ میں آگیا ہے اور اتّباعِ رسولؐ کے نتیجے میں تجھے درجۂ محبوبیت پر فائز کر دیا گیا ہے، اب تو ہمیشہ کے لیے آرام کی نیند سو جا، جس طرح دُلہن کو اس کا مُحِبّ (دُولہا) ہی آکر اُٹھاتا ہے، اس طرح قیامت والے دن تجھے بھی تیرا مُحِبّ ہی اُٹھائے گا یعنی اللہ تعالیٰ ہی تجھے اس ابدی نیند سے بیدار کرے گا۔

اس حدیث میں تو واضح طور پر یہ کہا جا رہا ہے کہ سوال و جواب کے بعد مومن کو قیامت تک کے لیے آرام کی نیند سُلا دیا جاتا ہے اور پنجاب یونیورسٹی کے ڈگری یافتہ یہ ڈاکٹر فرما رہے ہیں کہ مومن قبر میں سویا ہی نہیں، ہے جاگتا رہتا ہے اور اس پر مزید یہ رَدّہ چڑھاتے ہیں کہ وہ جاگتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔اس لیے ان کا عُرس (شادی کی خوشی) مناؤ اور ستم بالائے ستم یہ کہ اُن سے مدد مانگو، ان کو مشکل کشا اور حاجت رَوا سمجھو۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اقبالؒ نے سچ کہا ہے ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

ڈاکٹر صاحب کا مبلغ علم

مذکورہ استدلالات سے بھی اگرچہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کا مبلغ علم آشکارا ہو جاتا ہے تاہم یہ سُن کر تو ہمیں بہت ہی حیرت ہوئی کہ موصوف عَرُوس کو مسلسل عُرُوس (بِضَمِّ العین) ہی پڑھتے رہے حالانکہ اس کی عین پر پیش نہیں زبر ہے۔

مسئلہ شفاعت

شفاعت کا مسئلہ اپنی جگہ صحیح ہے یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ و صلحاء اللہ کی بارگاہ میں شفاعت فرمائیں گے لیکن ایک تو یہ شفاعت صرف وہی کریں گے جو اللہ تعالیٰ کے خاص محبوب بندے ہوں گے اور شفاعت بھی صرف انہی لوگوں کی بابت کی جا سکے گی جن کے لیے اللہ تعالیٰ اجازت مرحمت فرمائے گا نہ ہر کہ ومہ شفاعت کر سکے گا۔ اور نہ ہر ایک کے لیے شفاعت ہو سکے گی۔

اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ جن بزرگوں کے عُرس منائے جا رہے ہیں یہ سب سفارش کرنے کے منصب پر فائز ہوں گے نہ یہ دعویٰ ہی صحیح ہے کہ جو ان کے عُرسوں میں شریک ہوں گے۔ یہ ان کی سفارش کریں گے۔ یہ دونوں دعوے بے بنیاد اور کھوکھلے ہیں اور ان کا مقصد صرف عرسوں کی رونق میں اضافہ کر کے دنیوی دولت و مفادات کا حصول ہے۔ جن کے عُرس منائے جاتے ہیں، وہ مقربانِ بارگاہِ الٰہی ہیں بھی یا نہیں ؟ اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ اسی طرح عُرس میں شرکت کرنے والے شرک و بدعت کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔ ان کی بابت تو نبی کریم صلی اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علیہ وسلم تک کو روک دیا جائے گا اور ان سے کہہ دیا جائے گا۔

اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ ۔ اے پیغمبر! آپ کو نہیں معلوم انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا چیزیں پیدا کرلی تھیں۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَیَّرَ بَعْدِیْ۔ دوری ہو، دوری ہو، ان کے لیے جنہوں نے میرے بعد (دین کو) بدل دیا۔

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض، رقم الحدیث ۶۲۱۲، ج ۵، ص ۲۴۰۶، بیروت)

جب بدعتیوں کو حوض کوثر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے روک دیا جائے گا اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے علم میں آجانے کے بعد آپؐ خود بھی ان کو دھتکار دیں گے تو جو لوگ قبر پرستی اور مردہ پرستی کی صورت میں شرک صریح کا ارتکاب کر رہے ہیں، ان کی بابت سفارش کرنے کی اجازت کس کو مل سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو شرک کی بابت پہلے ہی اپنے اس قطعی فیصلے کا اعلان قرآن کریم میں کر دیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ ۔ الآیۃ (النساء: ۴۸) " اللہ تعالیٰ شرک معاف نہیں فرمائے گا" ــــ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰىہُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (المائدہ: ۷۲) "مشرک پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور مشرکوں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔"

کیا ہر قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوتے ہیں؟

قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت سوال ہوگا مَا ھٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ۔ "تمہارے اندر جو آدمی رسول بنا کر بھیجا گیا تھا، اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟" مومن آدمی اس سوال کے جواب میں کہے گا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت قرآنی یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ کی تفسیر میں یہی بات بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو قبر میں صحیح جواب دینے کی توفیق عطا فرمائے گا، جیسا کہ ابتدا میں بھی یہ مضمون گزر چکا ہے۔

لیکن ڈاکٹر طاہر القادری نے اس صحیح بات کے ساتھ یہاں بھی ماھٰذا الرجل میں لفظ ھٰذا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے استدلال کرتے ہوئے اپنی یہ پچر لگاتی ہے کہ ہر قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوتے ہیں اور مومن وہاں دیدارِ رسولؐ سے مشرف ہوتا ہے۔ حالانکہ ھٰذا بعض دفعہ مشہور یا ذہن میں موجود چیز کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے کیوں کہ مشہور یا ذہن میں موجود چیز کی حیثیت بھی اس طرح ہوتی ہے گویا وہ سامنے موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت تو محتاجِ وضاحت ہی نہیں اور اسی طرح ہر مسلمان کے ذہن میں آپؐ کی شخصیت موجود ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے حدیث میں ہٰذا کا استعمال بالکل اسی اصول کے مطابق ہے یہ بات نہیں کہ ہر قبر میں بہ نفسِ نفیس آپؐ تشریف فرما ہوتے ہیں اگر یہ بات ہوتی تو مومن کے جواب کے الفاظ یہ ہوتے کہ ھٰذا رسول اللہ (ہاں، یہ اللہ کے رسول ہیں) لیکن آپ کتبِ حدیث میں دیکھ لیجئے کہ مومن جواب میں یہ الفاظ نہیں کہتا، بلکہ وہ کہتا ہے ھُوَ رسول اللہ (وہ اللہ کے رسول ہیں) صحیح بخاری میں دو جگہ یہ روایت ہے، دونوں جگہ مومن آپؐ کے لیے صیغۂ غائب ہی استعمال کرتا ہے۔ سوال ہوگا مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ (تو اس آدمی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا) یہاں سوال میں بھی الرجل کے ساتھ "محمدؐ" کی صراحت موجود ہے۔ جواب میں مومن کہے گا۔ اَشْهَدُ اَنَّهٗ عبد اللہ ورسولہٗ (میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں)

(صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۷۸، ۱۸۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۹۶۱ء)

اس کی مزید وضاحت عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واقعے سے ہو جاتی ہے کہ ایک عورت مسجد کی صفائی کیا کرتی تھی، اس کا انتقال ہو گیا تو صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیئے بغیر اسے دفنا دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ پوچھا کہ اس کو کیا ہوا؟ تو آپؐ کو اس کی موت کی اطلاع دی گئی، آپؐ نے فرمایا "تم نے مجھے کیوں نہیں بتلایا؟" صحابہؓ نے عرض کیا وہ کون سی خاص اہمیت کی حامل تھی؟ آپؐ نے فرمایا "مجھے اس کی قبر بتلاؤ!" آپؐ صحابہؓ کی رہنمائی میں اس کی قبر پر آئے اور اس کے حق میں دعا فرمائی یا نماز پڑھی۔ حدیث کے الفاظ ہیں فَصَلّٰى عَلَيْهَا جس کے دونوں مفہوم ہو سکتے ہیں، دعا کے بھی اور نماز پڑھنے کے بھی۔

(صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۷۸، طبع کراچی)

علاوہ ازیں صحیح بخاری میں دونوں الفاظ موجود ہیں۔ رجل یا امرأۃ۔ یعنی جھاڑو دینے والا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مرد تھا یا عورت تھی؟ بخاری میں ـــ مرد یا عورت ـــ کے لفظ میں تعیین نہیں ہے۔ البتہ حدیث کی دوسری کتابوں میں بصیغہ تعیین اسے عورت ہی بتلایا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر قبر میں خود تشریف فرما ہوتے' تو ظاہر بات ہے کہ آپ اس عورت کی قبر میں حاضر ہوتے اور آپ کو معلوم ہو جاتا کہ یہ تو وہی عورت ہے جو میری مسجد کی صفائی کیا کرتی تھی۔ آپ کو صحابہ کرامؓ سے پوچھنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ اس حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قبر میں جب آپ کی بابت سوال ہوتا ہے تو آپ یا آپ کی شبیہ وہاں موجود نہیں ہوتی ہے۔

پروفیسر طاہر القادری صاحب نے اپنی تقریر کے آغاز میں بڑے دھڑلے سے دعویٰ تو یہ کیا تھا کہ میں قرآن و حدیث سے عرس ثابت کروں گا کیونکہ یہ (اہلحدیث) قرآن و حدیث کے ماننے کا بڑا دعویٰ کرتے ہیں اور کہا تھا کہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ صرف ان کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے' ورنہ قرآن و حدیث کو یہ لوگ مانتے نہیں ہیں۔ تاہم ہمیں چاہیے کہ ان کے دعویٰ کی روشنی میں انہیں قرآن و حدیث کی مار تو دیں۔

لیکن موصوف کے پیش کردہ گزشتہ دلائل سے (جن کی اصل حقیقت ہم واضح کر آتے ہیں) یہ حقیقت بے نقاب ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ یہ حضرات اپنے مخصوص حلقہ ارادت میں بیٹھ کر قرآن و حدیث کے نام سے سادہ لوح عوام کو گمراہ تو کر سکتے ہیں لیکن اہلحدیث کو قرآن و حدیث کی مار نہیں دے سکتے۔ کیونکہ قرآن و حدیث تو شرک و بدعت کی تردید کرتے ہیں نہ کہ شرک و بدعت کی تائید۔ پھر قرآن و حدیث سے اُن عقائد و اعمال کو کس طرح ثابت کیا جا سکتا ہے جو شرک و بدعت پر مبنی ہیں؟ اس لیے موصوف کی ساری تقریر' باوجود ادعائے علم اور بلند بانگ دعاوی کے؎

کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

کی آئینہ دار ہے۔ موصوف اپنے دعوے کے اثبات میں ایک دلیل بھی قرآن و حدیث سے پیش نہیں کر سکے اور نہ آئندہ ہی کر سکیں گے۔ فللّٰہ الحمد والمنّۃ۔

(ہفت روزہ "الاعتصام" ۱۸ر اکتوبر ۱۹۹۱ء جلد ۴۳' شمارہ ۴۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عُرس کی اصل حقیقت

آیئے اب ہم بتلاتے ہیں کہ عُرس کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ عُرس کا یہ طریقہ جو پاک و ہند کے بریلوی حلقوں میں رائج ہے، عہدِ صحابہ و تابعین اور اس کے کئی صدیوں بعد تک اسلامی معاشرے میں اس کا وجود نہیں ملتا۔ صدیوں بعد جب مسلمان اصل اسلام سے ناآشنا ہو گئے اور مشرک قوموں سے ان کا میل جول ہوا تو ان کے اختلاط سے اسلام سے بے خبر مسلمانوں کے اندر کئی مشرکانہ عقائد و اعمال آ گئے۔ تاریخ کے مختلف ادوار یا عالم جہاں آباد کے مختلف اطراف میں شرک کی مختلف شکلیں اور تصورات رائج رہے ہیں۔ ایک تصور مشرک قوموں میں یہ رہا ہے کہ خالق کائنات اور مخلوق کے مابین محبت کی نوعیت اس طرح ہے جس طرح ایک ماں اور اولاد کے مابین محبت ہوتی ہے۔ اس تصور کے تحت خالق کائنات کی مظہر دیویاں قرار پائیں اور مختلف دیویوں کو پوجا جاتا رہا، جیسے آج بھی ہندوستان میں درگا دیوی، پاربتی دیوی، سرستی اور لکشمی دیوی وغیرہ کی پرستش ہوتی ہے۔

ایک تصور یہ رہا کہ اللہ تعالیٰ اور انسانوں کے درمیان محبت کا تعلق ایسا ہے جیسے باپ اور بیٹوں کے درمیان ہوتا ہے۔ اس تصور کے تحت خدا رسیدہ بزرگوں کو خدا کا بیٹا قرار دیا گیا اور پھر انہیں خدائی اختیارات کا حامل باور کرا کے دیوتا کے درجے پر انہیں فائز کر دیا گیا اور ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی گئی۔

ایک تیسرا تصور یہ رہا کہ اللہ اور انسانوں کے درمیان اس طرح کا رشتۂ محبت ہے جس طرح دولہا دولہن یا میاں بیوی کے درمیان ہوتا ہے۔ اس تصور کے تحت کنواری عورتوں کو عبادت گاہوں میں وقف کیا جانے لگا، وہ ساری عمر شادی نہیں کرائیں، جس طرح ہندوؤں کے مندروں میں دیوداسیاں اور گرجوں میں عیسائی ننیں ہوتی ہیں۔ اس تجرد (کنوارپنے) نے انہیں بتدریج خدا کی محبوبائیں یا بیویاں بنا دیا اور یوں انہیں بھی خدائی تقدس اور الوہی صفات کا حامل سمجھا جانے لگا۔

یہی تیسرا تصور جاہل مسلمانوں میں آیا اور ملنگوں کا ایک طبقہ معرضِ وجود میں آ گیا، جو عورتوں کی طرح رنگ برنگ کے کپڑے پہنتا ہے، ہاتھوں اور پیروں میں کڑے اور چوڑیاں پہنے رہتا ہے، عورتوں کی طرح ناچ گا کر اپنے میاں یعنی اللہ تعالیٰ کو مناتا ہے۔ اسی تصور نے مرید پھیلتے پھیلتے بزرگوں کے یومِ وفات کو یومِ عُرس (شادی کا دن) یا یومِ وصالِ یار بنا دیا یعنی وفات پا کر یہ بزرگ اپنے خواجہ (اللہ میاں) کی حرم سرا میں پہنچ گئے۔ اس اعتبار سے یہ ان کی شادی کا دن ہے یا وصالِ یار (محبوب کی ملاقات) کا دن ہے۔ اسی لیے بزرگوں کیلئے اس حلقے میں وفات کا لفظ نہایت معیوب سمجھا جاتا ہے اور وفات کو 'وصال' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی لیے ان کی وفات کے دن عُرس (شادی) کے نام سے وہ سب کچھ کیا جاتا ہے جو شادی کے موقعے پر کیا جاتا ہے۔ قبر کو غسل دیا جاتا ہے، ریشمی چادریں اس پر ڈالی جاتی ہیں، حتیٰ کہ رسمِ مہندی بھی ادا کی جاتی ہے، پھر تبرک کے نام پر شیرینی تقسیم ہوتی ہے اور لنگر بانٹا جاتا ہے، سلامی کے طور پر نذرانے چڑھائے جاتے ہیں، مزاروں کے بوسے لیے جاتے ہیں اور ہار پھولوں کا اہتمام ہوتا ہے۔

یہ ہے عرس کی وہ حقیقت جس کا اسلام سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔ فاعاذنا اللہ منہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

—۹—

استخوان فروشی (قبر پرستی) کا یہ فروغ پذیر کاروبار ۔۔۔!

ایک بریلوی عالم و مفتی کا اعتراف اور ہماری گزارشات

بریلوی حضرات میں مُردہ پرستی، قبر پرستی اور دیگر اس قسم کے مُشرکانہ مراسم جو رائج ہیں، ہم متعدد مرتبہ اپنے ان کالموں میں یہ گزارش کر چکے ہیں کہ یہ اُسی غلوّ عقیدت کا نتیجہ ہے جو ان کے اہلِ علم نے عوام کے اندر بزرگوں اور اولیاء اللہ کی محبت کے نام پر پیدا کر دیا ہے اور جو محبت سے بڑھ کر "پرستش" کی حد تک پہنچ گیا ہے۔

پچھلے دنوں ایک بزرگ علاؤالدین گیلانی فوت ہوئے جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ سیّد عبدالقادر جیلانی کے خاندان سے تھے، تو پروفیسر طاہر القادری صاحب نے ایک گیلانی صاحب کو اپنے ادارہ "منہاج القرآن" کے احاطے میں دفن کیا اور دُوسرے ان کی "ولایت" کا ڈھنڈورا پیٹا تا کہ ان کی یہ "قبر" بھی دیگر بعض بزرگوں کی طرح مرجع خلائق بن جائے اور "قضائے حاجات" اور "مشکل کشائی" کے لیے لوگ جوق در جوق وہاں آئیں اور یوں استخوان فروشی کا یہ کاروبار ان کی مستقل آمدنی کا ذریعہ بن جائے۔

یہ بات اگر ہم لکھتے تو کہا جاتا کہ اہلحدیث تو یہ باتیں کرتے اور لکھتے ہی رہتے ہیں مگر طاہر القادری کے پیر جناب گیلانی صاحب کے بارے میں یہ باتیں خود بریلوی مسلک کے ایک مشہور عالم جناب مفتی غلام سرور قادری صاحب نے اپنے ماہوار رسالہ "البر" کے اداریے میں لکھی ہیں، ہم ذیل میں موصوف کے اداریے کی ضروری تلخیص پیش کر رہے ہیں، اسے ملاحظہ فرمائیں، اس کے بعد اس سلسلے میں ہم اپنی گزارشات پیش کریں گے۔ (ص ی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ماہنامہ "البرّ" کے اداریے کی تلخیص

جناب قبلہ طاہر علاؤالدین علیہ الرحمۃ کا انتقال پُرملال بلاشبہ ہمارے لیے رنج و غم کا باعث ہے۔ ہمیں ان سے سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد ہونے کی نسبت سے محبّت و عقیدت تھی مگر انہوں نے طاہر القادری ایسے گمراہ شخص کی دیدہ دانستہ سرپرستی فرما کر ہماری عقیدت کو جو ٹھیس پہنچائی تھی۔ ہمیں اس کا بہت ہی افسوس ہوا تھا۔ جب راقم، مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب، حضرت جمیل احمد صاحب شرقپوری کے صاحبزادے میاں سعید احمد، ہم تینوں حضرت سیّد طاہر علاؤالدین قبلہ کی خدمت میں کوئٹہ پہنچے اور طاہر القادری کی گمراہی کے بارے میں تمام ثبوت پیش کیے...

لیکن افسوس کہ جناب سیّد طاہر علاؤالدین قبلہ مرحوم نے اس کے باوجود اس گمراہ شخص کو ہدایت دینے اور اُسے کلمۂ حق کہنے کی بجائے برابر سینے سے لگائے رکھا اور برابر اس کی سرپرستی فرماتے رہے۔ پھر اس نے اپنے محسن میاں نواز شریف کی نمک حرامی و محسن کشی ایسی ذلیل حرکت کی جب بھی حضرت صاحب نے اس کی اصلاح نہ فرمائی بلکہ تادمِ آخر اسے سینے سے لگائے رکھا۔ جس پر ہمیں ابھی تک افسوس ہے۔ حضرت صاحب کا یہ عمل ان کی اس نسبت سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتا تھا جو انہیں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے حاصل تھی۔ اس لیے یہ باتیں ہر اہلِ علم کے لیے عجیب ہوں گی جو ان کی تعریف و توصیف میں اب کہی جا رہی ہیں کہ آپ نائب غوث اعظم اور وارثِ میراثِ ولایت تھے کیوں کہ نائب غوث اعظم کبھی بھی حق سے چشم پوشی اور حق گوئی سے انحراف نہیں کر سکتا... لیکن حضرت سیّد طاہر علاؤالدین کا احترام اپنی جگہ مسلّم، ہم ان کے مرنے کے بعد ان کا اب بھی احترام کرتے ہیں، اور کرتے رہیں گے لیکن ان کی شان میں جو ناجائز مبالغہ آمیز باتیں کہی جا رہی ہیں۔ انہیں تعریف بے جا ہی کہیں گے بلکہ یہ سب باتیں ناجائز غلو کے زمرے میں آتی ہیں جن کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ یہ سب طاہر القادری کا پراپیگنڈہ ہے، جو اپنی دکان چمکانے کے لیے کرتا رہا ہے اور کر رہا ہے تاکہ وہ اس آڑ میں اس جگہ کو بغداد ٹاؤن کا نام دے کر اسے دوسرا بغداد تصوّر کروائے۔ پھر سادہ لوح مسلمان وہاں نذر و نیاز اور چڑھاوے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ لے جایا کریں اور یوں مرحوم کی قبر طاہر القادری صاحب کی لامحدود انکم کا ذریعہ بن جائے جس سے وہ اپنی سیاست کی دکان کو مزید فروغ دے سکے اور ساتھ ہی ایک روحانی شخصیت بھی متصور ہو جب کہ حضرت کے دفن کیے جانے کا حقدار شہر کوئٹہ یا کراچی تھا جہاں انہوں نے اپنی زندگی گزاری۔ لاہور تو وہ کبھی کبھار سالہا سال کے بعد تشریف لاتے تھے مگر وہاں دفن ہونے سے طاہر القادری کی دکان نہ بن سکتی تھی۔ ہمارے خیال میں پیر صاحب کے صاحبزادوں اور مریدوں نے طاہر القادری کو انہیں یہاں دفنانے کی اجازت دے کر غلطی کی ہے۔

علم کا درجہ نسبت کے درجے سے اونچا ہے

ہم یہاں یہ بھی عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ نسب کی عظمت اپنی جگہ مگر علم کی عظمت اس سے کہیں زیادہ بلند و بالا ہے۔ جناب حضرت سید طاہر علاؤالدین سے ہٹ کر ہم عمومی بات کرتے ہیں کہ ہمارے سُنّی بھائیوں میں جو نسب پرستی کا سلسلہ ناجائز غلو کی حد تک پایا جاتا ہے۔ وہ افسوسناک ہے۔ جس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں سیّد (اولادِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے سے) ہونا بشرطیکہ عقیدہ و عمل صحیح ہو یقیناً قابلِ احترام ہے مگر اس کے مقابلہ میں علم کی جو فضیلت و عظمت ہے وہ نسبت کی فضیلت و عظمت سے کہیں بڑھ کر ہے مگر ہمارے سُنّی بھائی سیّد کی تو بے حد تعظیم و تکریم کریں گے۔ بلکہ ناجائز غلو کی حد تک اگرچہ وہ سیّد ڈاڑھی منڈایا، ڈاڑھی کترا (حدِّ شریعت یعنی چار انگل سے کم رکھنے والا) ہو لیکن سُنّی بھائی اسے پیر صاحب کا صاحبزادہ اور سیّد زادہ اور اولادِ غوثِ اعظم ہونے کی وجہ سے بہت بڑا درجہ دیتے ہیں۔

حالانکہ ایسا شخص خواہ وہ سیّد ہو۔ خواہ گیلانی ہو، یا بخاری ہو یا کسی بڑے سے بڑے کی گدی کا وارث ہو یا اس کی اولاد ہو، شریعت میں فاسق و فاجر ہے اور اس پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہیں۔ ایسے شخص کو غوث و قطب یا ولی اللہ کہنا سُنّی بھائیوں کی کم علمی یا لاعلمی اور نادانی کے سوا کچھ نہیں۔ پھر ایک سیّد ہے اور نیک و صالح اور پابند شریعت بھی ہے مگر عالمِ دین نہیں۔ اس کے مقابلے میں ایک غیر سیّد ہے مگر وہ عالمِ دین ہے تو بلاشبہ اس غیر سیّد عالمِ دین کا درجہ اس غیر عالم سیّد سے کہیں بلند و بالا ہے یا ایک سیّد ہے اور کچھ نہ کچھ دین کا علم بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھتا ہے مگر اس کے مقابلے میں ایک غیر سیّد ہے مگر وہ دین کا علم اس سے زیادہ رکھتا ہے تو اس زیادہ علم رکھنے والے غیر سیّد کا درجہ اس کم علم رکھنے والے سیّد سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے۔

(ماہنامہ "البیّر" لاہور۔ اگست ۱۹۹۱ء)

ہماری گزارشات

سب سے پہلے تو ہم محترم مفتی غلام سرور قادری صاحب کو اس صاف گوئی پر ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں کہ ایک تو انہوں نے اپنے حلقے کے اُس غلو کو تسلیم کیا جو سچّے یا جھوٹے بزرگوں کے لیے ان کے ہاں پایا جاتا ہے۔

دوسرے طاہر القادری صاحب کے اس "بزرگ" کا جس کو "وارثِ میراثِ ولایت" کہا جا رہا ہے، یہ کہہ کر پول کھول دیا ہے کہ وہ ولی کس طرح ہو سکتے ہیں؟ جب کہ انہوں نے حق سے چشم پوشی کی اور حق گوئی سے انحراف کیا۔

تیسرے انہوں نے اپنے عوام کی اس کمزوری کا بھی اعتراف کیا کہ ان کے اندر نسب پرستی اور اس کی بنیاد پر ناجائز غلو اور مبالغہ آمیزی کا مرض عام پایا جاتا ہے حالانکہ نسب کے مقابلے میں علم و عمل کی اہمیّت زیادہ ہے بلکہ علم و عمل کے بغیر نسب کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔

مفتی صاحب کی یہ تینوں باتیں اپنی جگہ بالکل صحیح ہیں اور اس کا اظہار کر کے انہوں نے فی الواقع صاف گوئی کا ایک اچھا مظاہرہ کیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم اُن سے یہ عرض کریں گے کہ یہ "کمزوریاں" یا "عقیدہ و عمل کی یہ خرابیاں" صرف طاہر القادری کے پیر جناب گیلانی یا اُن کے حلقۂ ارادت کے اندر ہی نہیں پائی جاتی ہیں بلکہ تمام بریلوی حلقوں میں یہ چیزیں موجود ہیں۔ آپ اپنی اس صاف گوئی کا دائرہ ذرا وسیع کریں اور پنجابی محاورے کے مطابق اپنی منجی (چارپائی) کے نیچے بھی "ڈانگ" (لاٹھی یا سوٹی) پھیر لیں۔

بریلوی حلقوں میں یہ سجادہ نشینی کا سلسلہ کیا ہے؟ یہ علم و عمل کے بغیر نسب پرستی اور اس میں ناجائز غلو ہی کا ایک شاخسانہ ہے۔ ہر گدی کا گدی نشین، چاہے کتنا ہی بے عمل یا بدعمل ہو، اس گدی کی نسبت سے بریلوی حلقوں میں بڑا محترم سمجھا جاتا ہے اور اُس گدی کی خوب پرستش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے۔ اپنی دکانداری کو چمکانے یا اس کاروبارِ لات ومنات کے فروغ کے لیے اخلاف اپنے اسلاف کی "ولایت وکرامت" کا اسی طرح ڈھنڈورا پیٹتے ہیں جس طرح بقول آپ کے طاہر القادری جیسا گمراہ شخص علاؤالدین گیلانی جیسے شخص کے بارے میں پیٹ رہا ہے۔

عوام پروپیگنڈے کو ہی حقیقت سمجھ لیتے ہیں۔ اور ہر پختہ قبر یا "مزار" کو "قضائے حاجات" کا ذریعہ یا وسیلہ بنا لیتے ہیں" طاہر القادری یا ان کے پیر کے بارے میں آپ کے "انکشافات" ماہ وسال کی گردشوں میں گم اور سیلابِ عقیدت میں بہہ جائیں گے اور یہ "قبر" بھی آپ کی وضاحتوں کے باوجود قبلۂ حاجات اور کعبۂ مقصود بن جائے گی جس طرح کہ اس سے پہلے کئی جعلی بزرگوں کی قبریں محض اس لیے مرجع انام بنی ہوئی ہیں کہ وہ طاہر القادری جیسے مجاوروں کی آمدنی کا ایک مستقل ذریعہ اور ان کی عزت وشہرت کا باعث ہیں۔ مینارِ پاکستان کے بالمقابل (بڈھے دریا کے پہلو میں) بابا چھتری والے کا "مزار" ہماری دیکھتی آنکھوں مرجع عوام بنا ہے۔ ورنہ یہ بابا نماز، روزہ حتیٰ کہ طہارت وصفائی جیسی چیزوں سے بھی بے نیاز تھا، مرنے کے بعد یار لوگوں نے اس کا پختہ گنبد نما "مزار" بنا دیا تو آج وہی بابا لوگوں کا "قاضی الحاجات" اور مشکل کشا بنا ہوا ہے۔

مینارِ پاکستان سے آگے جنرل بس اسٹینڈ کی طرف جاتے ہوئے ایک غلام حیدر سائیں کا "جگمگاتا ہوا دربار" ہے، اس کو بھی ہم نے دیکھا ہے کہ ہوش وحواس سے بے نیاز یہ بابا پھٹی پرانی کملی لیے فٹ پاتھ پر پڑا رہتا تھا، مرنے کے بعد اس کی بھی پختہ قبر بنا کر "عرس" کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ چنانچہ آج اس کی قبر بھی "پرستش گاہ" بنی ہوئی ہے۔

یہ دو مثالیں تو بطور نمونہ عرض کی گئی ہیں، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ملک کے گوشے گوشے میں یہ سلسلہ جاری ہے، جس کا جی چاہتا ہے وہ کسی ننگ دھڑنگ ملنگ اور ہوش وحواس سے بے نیاز کسی بھی شخص کو دفنا کر اس کی قبر کو پختہ بنا دیتا ہے، اس کے آس پاس رنگ برنگ کی جھنڈیاں لہراتا ہے، دو چار سال "عرس" مناتا ہے اور پھر اس کا یہ کاروبار چل نکلتا ہے اور نذر ونیاز کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ کتنے ہی "دربار" ہیں جو اسی طرح جعلی ہیں، کتنے ہی "پختہ مزار" ہیں جن کی اصل میں کوئی حیثیت ہی نہیں اور کتنے ہی آستانہ ہائے عالیہ ہیں جو طاہر القادری جیسے شخصوں نے اپنی دکانداری کے لیے قائم کیے ہوئے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آخر ایسا کیوں ہے؟ یہ "جعلی قبریں اور آستانے" کیوں مرجع انام بنے ہوتے ہیں؟ اور نسب پرستی اور قبر پرستی کا یہ کاروبار کیوں روز افزوں ہے؟ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ بریلوی علماء نے "اولیاء اللہ" کی محبت کے نام پر ہر پختہ مزار اور قبر کو عوام کے لیے پرستش گاہ بنا دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر شخص جو دنیاداری کا یہ کاروبار چمکانا چاہتا ہے وہ کسی نہ کسی قبر پر "ولایت" کا کتبہ لگا کر بیٹھ جاتا ہے یا کسی صاحبِ قبر کی "ولایت" کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے اور عوام سے نذرانے وصول کرنا شروع کر دیتا ہے اور یوں دیکھتے دیکھتے ایسے افراد بھی "وارثِ میراثِ ولایت" بن جاتے ہیں جو نماز روزہ تک سے ناآشنائے محض ہوتے ہیں اور "وارثِ میراثِ ولایت" کا مطلب ان کے نزدیک یہ ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد اس کا "وصال" اللہ سے ہو گیا ہے اور اب اُسے اللہ کی طرف سے کائنات میں "تصرّف" کرنے کا اختیار مل گیا ہے۔ زندگی میں وہ مجبورِ محض ایک بندۂ الٰہی تھا' اور مرنے کے بعد وہ خدائی اختیارات کا مالک بن گیا ہے۔

جب مُردہ بزرگوں کے بارے میں تصرّفِ کائنات کا یہ عقیدہ گھڑ لیا گیا تو پھر جس مُردہ کو چاہا "بزرگ" باور کرا کے خدائی اختیارات کا حامل گردان لیا گیا۔ اور یُوں ان کے نام کی نذر نیازیں دی جاتی ہیں۔ قبروں پر غلاف چڑھایا جاتا ہے' ان کی قبروں کا طواف کیا جاتا ہے' ان کی قبروں پر ماتھا ٹیکا جاتا ہے۔ عقیدت و محبت سے قبروں کو چُوما جاتا ہے اور ان سے استغاثہ و استمداد کیا جاتا ہے۔ اور اب جناب طاہر القادری صاحب کے پیر علاؤ الدین گیلانی کی "قبر" کے ساتھ بھی ـــــ مفتی غلام سرور قادری صاحب کے علی الرغم ـــــ یہی کچھ ہو گا۔ یہ بھی ایک بڑا "مزار" بنے گا کیونکہ طاہر القادری جیسا شخص اس کا پروپیگنڈا کرنے والا ہے۔ نیز اس سے اس کا سیاسی و دُنیوی مفاد بھی وابستہ ہے۔ ان کے بارے میں بھی غُلوِّ عقیدت کا وہ مظاہرہ کیا جائے گا جو اس مسلک کے حاملین کا امتیاز بن چکا ہے اور جسے مفتی قادری صاحب ناجائز فرما رہے ہیں۔

لیکن مفتی صاحب اگر اپنی بات میں کوئی وزن پیدا کرنا چاہتے ہیں تو وہ صرف طاہر القادری صاحب کے پیر ہی کا پول نہ کھولیں اور انہیں ہی "ولایت" سے محروم نہ سمجھیں بلکہ اس تماش کے تمام لوگوں کا پول کھولیں اور اپنے عوام کو بھی غُلوّ، نسب پرستی، قبر پرستی اور مُردہ پرستی کی حقیقت سے آگاہ کریں اور اپنے عوام کو تمام درباروں، آستانوں اور درگاہوں سے ہٹا کر صرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خدائے واحد کا پرستار بنائیں ورنہ اس کے بغیر یہ سمجھا جائے گا کہ مفتی صاحب کا صرف ایک "پیر" کی بابت اس رائے کا اظہار ہوا انہوں نے اپنے پرچے میں کیا ہے کاروباری رقابت کا نتیجہ ہے۔

ہمیں امید ہے کہ مفتی غلام سرور قادری صاحب اپنی صاف گوئی کے سلسلے کو وسیع کرتے ہوئے اپنے مسلک سے وابستہ عوام کو اُس گمراہی سے بچانے کی ضرور مخلصانہ کوشش فرمائیں گے جس میں وہ غلوِّ عقیدت و محبت کے نتیجے میں مبتلا ہو گئے ہیں یا کر دیئے گئے ہیں۔ یوں وہ عند اللہ بھی سُرخ رُو ہوں گے اور عند الناس کاروباری رقابت اور معاصرانہ چشمک کے الزام سے بری بھی۔ واللہ یوفقنا لما یحب و یرضیٰ۔ (ہفت روزہ "الاعتصام" ۱۶ اگست ۱۹۹۱ء)

"بریلوی" کے لفظ پر اعتراض

جناب مفتی غلام سرور قادری صاحب نے ہمارے اس مضمون پر اپنے پرچے ماہنامہ "البرّ" (شمارہ ستمبر) میں چند گزارشات پیش کی ہیں۔ ان گزارشات پر ہم بھی اپنی گزارشات پیش کرنا چاہتے ہیں۔

۱۔ سب سے پہلے موصوف نے اس بات پر اعتراض کیا ہے کہ انہیں "بریلوی" کیوں کہا گیا ہے جب کہ وہ نہ بریلی شہر کے باشندے ہیں اور نہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے منسوب کسی خاص مسلک و عقیدہ کے مُقلِد و پابند۔ وہ صرف اہلِ سُنّت و جماعت حنفی ہیں۔

اس سلسلے میں ہماری گزارش یہ ہے کہ انہیں "بریلوی" کسی بُری نیت سے نہیں کہا گیا بلکہ ہمارے ملک میں حنفیوں کے جو دو گروہ ہیں اور جن کے مابین عقائد و اعمال میں بہت فرق ہے، اُن کے درمیان فرق و امتیاز کے لیے "بریلوی حنفی" اور "دیوبندی حنفی" کی اصطلاح عام طور پر شائع و ذائع ہے۔ بلکہ یہ دونوں گروہ اپنی اپنی شناخت کے لیے "بریلوی" اور "دیوبندی" کے الفاظ خود بھی استعمال کرتے ہیں۔ آپ بریلویوں کی مسجدوں کے باہر سائن بورڈوں کو دیکھ لیں، وہاں "بریلوی" کا لفظ ضرور ملے گا۔

جب ایک دوسرے کی شناخت اور ان کے مابین فرق و امتیاز کے لیے یہ اصطلاحیں "مُسلّمات" کا درجہ حاصل کر چکی ہیں تو اب ان پر اعتراض کو کسی طرح بھی معقول قرار نہیں دیا جا سکتا۔

موصوف فرماتے ہیں کہ وہ "اہلِ سنّت و جماعت حنفی" ہیں۔ لیکن یہی دعویٰ دیوبندی علماء بھی کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ اب اگر وہ بھی اصرار کریں کہ انہیں بھی "اہلِ سنّت وجماعت حنفی" ہی لکھا جائے۔ دیوبندی کا اضافہ نہ کیا جائے جب کہ واقعہ یہ ہے کہ دونوں حنفیوں میں عقائد واعمال کا خاصا فرق ہے تو آخر ان دونوں کے درمیان کس طرح امتیاز کیا جائے گا؟ اگر مفتی صاحب یہ فرمائیں کہ امتیاز کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ دونوں کو "حنفی" لکھا جائے تو اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے سب سے پہلے خود ان کو اپنے مسلک کی مساجد سے "بریلوی" کا لفظ حذف کروانا چاہیے۔ اس کے بعد یہ اصطلاح کوئی بھی ان کے لیے استعمال نہیں کرے گا۔

کیا "بریلوی" اہلِ سُنّت ہیں ہے

۲۔ ایک دلچسپ بات یا تجویز انہوں نے یہ پیش فرمائی ہے کہ:۔

"ہمیں صرف اہلِ سُنّت اور صرف اہلِ سُنّت ہی کہا جائے اور جب مختلف مکاتبِ فکر کے نام لیے جائیں تو یوں لیے جائیں۔ اہلِ سُنّت، دیوبندی، اہلحدیث اور شیعہ" (ص۶۳)

سُبحان اللہ! کیا خوب تجویز ہے جس پر کسی اور نے تو کیا عمل کرنا ہے، خود موصوف عمل نہیں کر سکتے، چنانچہ اس سے پہلے خود اپنے بارے میں یہ لکھ آئے ہیں کہ

"راقم اہلِ سُنّت وجماعت حنفی ہے"۔ (ص۶۱)

ایک طرف یہ اصرار کہ انہیں "صرف اور صرف اہلِ سُنّت ہی" کہا جائے اور خود اپنے تعارف میں "حنفی" لکھنا ضروری سمجھیں، اس کے بعد موصوف کے "دعویٰ اور اصرار" میں کیا وزن باقی رہ جاتا ہے۔

پھر اس کا ذرا اور تجزیہ کیجئے کہ وہ صرف "اہلِ سُنّت ہیں" فی الحال "بریلوی" اور "دیوبندی" اور "اہلحدیث" کو چھوڑ دیجئے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ مالکی، حنبلی اور شافعی کیا ہیں؟ کیا وہ اہلِ سُنّت سے باہر ہیں؟ اگر باہر ہیں تو پھر وہ کیا ہیں؟ اور اگر وہ اہلِ سُنّت کے اندر ہیں اور اس کے ساتھ آپ کا یہ اصرار بھی ہے کہ "اہلِ سُنّت صرف ہمیں ہی" کہا جائے۔ تو پھر کیا آپ بیک وقت اہلِ سُنّت کے چاروں مسلک کے حامل ہوں گے یا کسی ایک ہی مسلک کے؟ ظاہر بات ہے کہ آپ کسی ایک ہی مسلک کے حامل ہوں گے، آپ کا وہ ایک مسلک کس طرح ظاہر ہوگا؟ کیونکہ محض "اہلِ سُنّت" کہنے سے تو پتہ نہیں چلے گا کہ آپ حنفی ہیں یا شافعی۔ مالکی ہیں یا حنبلی؟ آپ کس طرح اپنی شناخت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کروائیں گے؟ لامحالہ آپ کو اپنی شناخت کے لیے "حنفی" لکھنا یا بولنا پڑے گا۔ جب صورتِ حال یہ ہے تو پھر آپ کو آپ کی تجویز کے مطابق "صرف اہلِ سُنّت" کس طرح کہا جاتے؟

اب آیئے! برصغیر پاک و ہند کی مخصوص صورتِ حال کی طرف۔ یہاں دو بڑے مکاتبِ فکر ہیں۔ اہلِ سُنّت اور شیعہ، شیعوں میں بھی کئی فرقے ہیں۔ امامیہ، اثنا عشریہ، نور بخشیہ وغیرہ۔ مگر سب کو شیعہ ہی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اہلِ سُنّت میں بھی کئی فرقے ہیں، حنفیوں کے دو گروہ ہیں اور تیسرے اہلحدیث ہیں۔ شیعوں کے مقابلے میں ان سب کو اہلِ سُنّت والجماعت کہا جاتا ہے کیونکہ یہ سب سُنّت کی حجیت اور صحابہؓ کی عظمت اور ان کے منہاج کے قائل ہیں۔

موصوف کی خواہش اور اصرار ہے کہ "اہلِ سُنّت" صرف انہیں ہی کہا جائے، جب کہ واقعہ یہ ہے کہ شیعوں کے مقابلے میں سب ہی اہلِ سُنّت ہیں۔ اور سب کو ہی اہلِ سُنّت کہا جاتا ہے۔ اس روشنی میں ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ موصوف کی خواہش اور اصرار میں کتنی معقولیت ہے؟ اور کیا یہ تجویز قابلِ عمل بھی ہے؟

کیا "بریلوی" "مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی" کا مصداق ہو سکتے ہیں؟

۳۔ موصوف نے یہ دعویٰ بھی فرمایا ہے کہ

"ہم اور مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ اور ہمارے دیگر علمائے عظام جس عقیدہ و مسلک پر ہیں وہ سو فیصد بعینہٖ وہی مسلک و عقیدہ ہے جو سلف صالحین کا ہے اور جو فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم "ما انا علیہ واصحابی" کا واحد مصداق ہے۔"

ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی اہلِ علم مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کا کوئی عقیدہ ایسا نہیں بتا سکتا جو اُمّتِ مصطفےٰ علی صاحبہا التحیۃ والثناء کے سلف صالحین کے عقیدہ و مسلک سے مختلف ہو۔ (ماہنامہ "البرّ" ستمبر ۱۹۹۱ء ص ۶۲)

یہ دو دعوے ہیں۔ حاصل دونوں کا ایک ہے کہ بریلوی "ما انا علیہ واصحابی" کا مصداق ہیں، اور مولانا بریلوی کا کوئی عقیدہ ایسا نہیں ہے جو سلف صالحین کے عقیدہ و مسلک سے مختلف ہو۔ اس لیے ہم نے بھی ان دعووں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اب ہم ان دعووں کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حقیقت خود ان کے عقائد و اعمال کی روشنی میں واضح کرتے ہیں۔

"بریلوی" عقائد و اعمال کے چند نمونے

۱۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور دیگر ان کے ہم مسلک علماء کا عقیدہ ہے کہ انبیاء اور اولیاء بھی زندہ ہیں بلکہ دنیوی زندگی سے بھی زیادہ حقیقی زندگی انہیں حاصل ہے، وہ کائنات میں تصرّف کرتے ہیں، لوگوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی اختیارات سے نوازا ہوا ہے۔ اس لیے مافوق الاسباب طریقے سے ان کو مدد کے لیے پکارنا جائز ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک "یا علی مدد" "یا رسول اللہ مدد" جیسے مشرکانہ نعرے جائز ہیں۔

۲۔ بزرگوں کی قبروں پر عُرس منانا، قبروں کو غسل دینا، قبروں پر چادریں چڑھانا، قبروں کا طواف کرنا، قبروں کو چُومنا، ان کے نام کی نذر نیازیں دینا اور ان کی قبروں پر کھڑے ہو کر اُن سے دعائیں کرنا وغیرہ، یہ سب کام جائز (بلکہ شاید ضروری) ہیں۔

۳۔ قبروں کو پختہ کرنا، اُن پر قبّے اور گنبد بنانا اور اُن پر چراغ جلانا جائز ہے۔

۴۔ تیجہ، ساتواں، دسواں اور چہلم وغیرہ رسمیں جائز ہیں۔

۵۔ ہر جمعرات نیز ہر اہم موقعے پر روحیں گھروں میں آتی ہیں۔ اس لیے ان موقعوں پر اچھی اچھی چیزیں تقسیم کرنی چاہئیں۔

۶۔ بے عمل اور ساری عمر فرائض اسلام (نماز۔ روزہ وغیرہ) سے غافل مُردوں کی مغفرت کیلئے حیلۂ اسقاط جائز ہے یعنی مثلاً ایک شخص نے ساری عمر نماز نہیں پڑھی، یا سالہا سال نماز سے غافل رہا، تو اس ترکِ فرض کے بدلے ایک سو آٹھ من غلّہ سالانہ کے حساب سے صدقہ کر دیا جائے۔ وعلیٰ ھذا القیاس۔ دیگر چھوڑے ہوئے فرائض کا کفّارہ اس خود ساختہ حیلے سے ادا کیا جا سکتا ہے۔

۷۔ "عید میلاد" منانا، چراغاں اور جلوس کا اہتمام کرنا اور اس موقعے پر گلی کوچوں کی زیبائش و آرائش جیسے بے فائدہ کاموں پر لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے صرف کر ڈالنا، ایک پسندیدہ اور نیکی کا کام ہے۔

۸۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام سُن کر درُود پڑھنے کی بجائے صرف انگوٹھا چوم لینا اجر و ثواب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا کام ہے۔

۹۔ قبر پر (فوت شدہ کو دفنانے کے بعد) اذان دینا، فرض نماز کے سلام پھیر جانے کے فوراً بعد باآواز بلند لا الٰہ الا اللہ یا دیگر ذکر جلی آواز میں کرنا، اذان سے قبل صلاۃ وسلام کا اضافہ اور وہ بھی خود ساختہ الفاظ میں اور اس قسم کی دیگر بدعات جو بریلوی احناف میں رائج ہیں۔

۱۰۔ علم غیب، حاظر وناظر اور بیک وقت اپنے علم کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہونا یا پہنچنا، جیسی صفات جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، انبیاء واولیاء بھی ان کے نزدیک ان صفاتِ خداوندی سے متصف ہیں۔

یہ بطور مثال چند عقائد واعمال ہیں جنہیں بریلوی حضرات کے امتیازی مسائل کا درجہ حاصل ہے جن پر یہ پورا فرقہ اس وقت بڑی شدت سے نہ صرف عمل پیرا ہے بلکہ ان کے علماء کی کتابوں میں بھی ان کا بہ اصرار وتکرار ذکر موجود ہے۔ اب اگر موصوف اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ قرآنِ کریم کی واضح آیات، احادیثِ صحیحہ متصلہ[1] اور تعاملِ صحابہؓ سے ان تمام مذکورہ عقائد واعمال کا ثبوت وجواز پیش فرمائیں۔ پھر یقیناً وہ "ما انا علیہ واصحابی" کا مصداق سمجھے جائیں گے۔ نیز وہ اپنی اس خواہش میں بھی حق بجانب ہوں گے کہ ان کا انتساب مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی طرف نہ کیا جائے لیکن اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے (اور ہمیں اللہ کے فضل وکرم سے پورا یقین ہے کہ وہ کبھی ایسا نہیں کر سکیں گے) تو ہم ان سے پورے اخلاص اور خیر خواہی سے عرض کریں گے کہ وہ شرک وبدعت کا یہ راستہ چھوڑ دیں اور توحید وسنت کی صراطِ مستقیم اختیار کر لیں تاکہ موصوف اپنی خواہش کے مطابق "ما انا علیہ واصحابی" کا مصداق قرار پا سکیں۔

---

[1] یہ اس لیے ضروری ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بھی کسی غیر مستند حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"بعض جہال بدمست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی بادبدست کہ احادیثِ صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش کرتے ہیں۔ انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف امتین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے" (احکامِ شریعت، حصہ اول، ص ۲۶) اسی طرح امام ترمذی کی تحسین پر تساہل کا اعتراف اور ایک اور جگہ پر امام عبداللہ بن مبارک کا وہ مشہور قول نقل کرتے ہیں لولا الاسناد لقال فی الدین من شاء ما شاء یعنی "اگر سند کا سلسلہ نہ ہوتا تو پھر دین میں ہر کوئی جو چاہتا کہہ دیتا" (ملاحظہ ہو ص ۳۱، ۷۵۔ طبع قدیم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

—— ۱۰ ——

قبروں میں مدفون بزرگ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ

شاہ صاحب کی طرف منسوب غلط عقائد کی وضاحت

مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ اسلام آباد کے آرگن ماہنامہ "الزکوٰۃ" (شمارہ فروری ۱۹۸۳ء) میں "حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مختصر سوانح حیات اور ان کے روحانی علوِ مرتبت" پر ایک مضمون ادارے کی طرف سے شائع ہوا ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ اس مضمون میں قرآن وحدیث کی واضح تصریحات کے برعکس قبروں میں مدفون اولیاء اللہ کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ قبروں میں زندوں کی طرح تصرّف کرتے ہیں، نظمِ کائنات میں دخل دیتے ہیں اور ان کی ارواح کا فیضان ان لوگوں پر ہوتا ہے جو ان کی قبروں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس لیے مشائخ کے "عُرسوں" کا قیام، ان کے "مزاروں" کی پابندی سے زیارت کرنا، ان کی ارواح کے نام سے صدقہ دینا، ان کے آثار وتبرکات، ان کی اولاد اور ان کے متعلّقین کی تعظیم وتکریم میں پورا اہتمام کرنا یہ سب ضروری امور ہیں (خلاصہ صفحات ۱۰-۱۱)

اور یہ سب باتیں حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ کی کتاب "ہمعات" کے حوالے سے کہی گئی ہیں۔ نہ قرآن کی کوئی آیت پیش کی گئی۔ نہ کوئی حدیث کا حوالہ دیا گیا اور نہ صحابہؓ وتابعینؒ کا تعامل درج کیا گیا ہے۔ بلاشبہ شاہ ولی اللہ اپنے دور کے ایک عظیم مصلح، ایک بڑے صوفی، ممتاز فقیہ اور عبقری شخصیت تھے لیکن تھے وہ بہرحال غیر معصوم اور خطا ونسیان کی صفت سے متّصف۔ انہوں نے جہاں "حجۃ اللہ البالغہ، الفوز الکبیر، البلاغ المبین"[1] جیسی بے مثال اور انتہائی مفید کتابیں اپنی علمی یادگار میں چھوڑی ہیں جن سے اسلامی لٹریچر کی علمی ثروت میں اضافہ ہوا ہے۔ وہاں دوسری طرف اپنے زندگی

---

[1] شاہ صاحب کی طرف اس کی نسبت میں شکوک ظاہر کیے جا رہے ہیں لیکن فکر اس میں حضرت شاہ صاحبؒ ہی کی ہے۔ جیسا کہ آپ کی مستند تالیفات سے ظاہر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ایک جگہ ان کی تالیفات میں اس کا ذکر بھی ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ "اتحاف النبیہ" بتحقیق از مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے کسی دَور میں اُنہوں نے "لمعات" وغیرہ جیسی کتابیں بھی لکھی ہیں جن سے اُمورِ شرکیہ و بدعیہ کی تائید ہوتی ہے۔ یوں ان کے افکار و تحریرات میں تضاد و تناقض کی شکل پائی جاتی ہے۔

جب واقعہ یہ ہے کہ ایک تو وہ معصوم عن الخطا نہیں۔ دوسرے ان کی اس کے برعکس تصریحات بھی موجود ہیں۔ تو ظاہر بات ہے کہ ان کی ہر بات آنکھیں بند کر کے قبول نہیں کی جا سکتی۔ اصولاً انہیں پرکھنا اور جانچنا چاہیے۔ اور جو بات قرآن و حدیث اور تعاملِ صحابہؓ کے مطابق ہو اُسے قبول کیا جائے۔ اور دیگر باتوں کو کسی دَور کی یا از قبیلِ شطحیات سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے۔

یہ ایک ایسی بنیادی بات ہے، جس سے کسی کو مجالِ انکار نہیں ہونا چاہیے اور لطف یہ ہے کہ خود حضرت شاہ صاحب نے بھی اپنے افکار کے بارے میں یہ صراحت کی ہے کہ میرے قلم سے قرآن و حدیث، اجماع قرونِ ثلاثہ مبارکہ اور جمہور مجتہدین کے خلاف جو کچھ ضبطِ تحریر میں آیا ہے۔ اُس سے میں اپنی برأت کا اعلان کرتا ہوں۔ چنانچہ موصوف حجۃ اللہ البالغہ کے مقدمے میں بڑے واشگاف الفاظ میں لکھتے ہیں۔

وھا انا بریٔ من کل مقالۃ صدرت مخالفۃ لآیۃ من کتاب اللہ او سنۃ قائمۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او اجماع القرون المشھود لھا بالخیر او ما اختارہ جمھور المجتھدین و معظم سواد المسلمین فان وقع شئ من ذلک فانہ خطأ رحم اللہ تعالیٰ من ایقظنا من سنتنا او نبّھنا من غفلتنا (ص ۱۰-۱۱، جلد اوّل طبع منیریہ مصر)

"میں اپنی ہر اُس بات سے اظہارِ برأت کرتا ہوں جو کتاب اللہ، سُنّتِ صحیحہ اور دورِ خیر القرون (صحابہؓ و تابعین) کے اجماع، جمہور مجتہدین۔ سوادِ مسلمین کے خلاف ہو۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جو ہماری غفلتوں پر ہمیں بیدار اور خبردار کرے۔"

اور "المقالۃ الوصیۃ فی النصیحۃ والوصیّۃ" میں سب سے پہلی وصیت انہوں نے یہ بیان کی ہے۔

اوّل وصیّت: ایں فقیر چنگ زدن است بکتاب و سُنّت در اعتقاد و عمل و پیوستہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بتدبیر ہر دو مشغول شدن و ہر روز حصّہ از ہر دو[۲] خواندن و اگر طاقت خواندن ندارد، ترجمۂ ورقے از ہر دو شنیدن۔ و در عقائد مذہب قدمائے اہل سُنّت اختیار کردن و از تفصیل و تفتیش آنچہ سلف تفتیش نہ کردند۔ اعراض نمودن و بہ تشکیکات خام معقولیان التفات نہ کردن و در فروع پیروی علمائے محدّثین کبار کہ جامع باشند میانِ فقہ و حدیث کردن و دائماً تفریعاتِ فقہیہ را بر کتاب و سُنّت عرض نمودن آنچہ موافق باشد در حیز قبول آوردن و الّا کالائے بد بر لیش خاوند دادن، امت را ہیچ وقت از عرضِ مجتہدات بر کتاب و سُنّت استغناء حاصل نیست و سُخن متقشفہ فقہاء کہ تقلید عالمے را دست آویز ساختہ تتبع سُنّت را ترک کردہ اند نشنیدن و بدلیشاں التفات نہ کردن و قربتِ خدا جستن بدوری ایناں

(وصیّت نامہ ص ۲-۳ طبع مجتبائی دہلی)

"اس فقیر کی پہلی وصیت یہ ہے کہ اعتقاد اور عمل دونوں میں کتاب و سُنّت کو نہایت مضبوطی سے پکڑا جائے اور ان میں تدبّر برابر جاری رکھا جائے اور اگر عربی نہ جاننے کی وجہ سے خود نہ پڑھ سکتا ہو تو کسی دوسرے سے کم از کم ایک ورق دونوں کا ترجمہ ہی سُن لیا کرے اور عقائد میں قدمائے اہل سُنّت کا مسلک اختیار کیا جائے اور سلف نے جس چیز کی کھود کرید نہیں کی اُس کے پیچھے نہ پڑا جائے اور معقولیانِ خام جو شبہات پیدا کرتے ہیں ان کی طرف مطلق توجہ نہ کی جائے۔ اور فروعِ فقہ میں ان علمائے محدّثین کی پیروی کی جائے جو حدیث اور فقہ کے جامع ہوں اور ہمیشہ فقہی تخریجات کو کتاب و سُنّت پر ضرور پیش کیا جائے۔ پھر جو اس کے موافق ہو، اس کو قبول کیا جائے۔ ورنہ کالائے بدبر لیش خاوند والا معاملہ کیا جائے۔ اور یہ یاد رکھا جائے کہ اُمّت کسی وقت بھی مجتہداتِ فقہاء (فقہاء کے اجتہادی مسائل) کو کتاب و سُنّت کی روشنی میں جانچنے سے مستغنی اور بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ اور ایسے متقشف فقیہ جو کسی عالم کی بات کو دستاویز بنا کر سُنّت کے تتبّع سے بے پروا ہو گئے ہیں۔ اُن کی بات تک نہ سُنی جائے۔ اور اُن کی طرف کسی قسم کا التفات نہ کیا جائے۔ بلکہ اُن سے دُور رہ کر خدا کی خوشنودی اور اس کا تقرّب حاصل کیا جائے۔"

اور اسی طرح اپنی مختلف کتابوں (حُجّۃ اللہ، الانصاف، عقد الجید، التفہیمات۔ الالہیۃ، القول الجمیل اور فیوض الحرمین وغیرہ) میں اُمّت کے مابہ الاختلاف فقہی مسائل کا حل انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ ان فقہی اختلافات کو ظواہر قرآن و حدیث پر پیش کیا جائے جو ان کے موافق ہوں انہیں اپنا لیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ اور خلافِ قرآن وحدیث مسائل کو ترک کر دیا جائے۔

شاہ ولی اللہ کے اس بنیادی اصول کی روشنی میں اب دیکھنا چاہیے کہ شاہ صاحب کی مختلف بلکہ بظاہر متضاد عبارتوں میں ان کے اپنے معیار اور قرآن وحدیث کے لحاظ سے صحیح وصواب کیا ہے اور غلط کیا ہے چنانچہ فوت شدہ بزرگوں کے بارے میں حضرت شاہ صاحبؒ کا ایک نقطۂ نظر تو وہ ہے جو "الزکوٰۃ" کے حوالے سے ابتدا میں نقل کیا جا چکا ہے جس کی رُو سے قبروں میں مدفون اللہ کے بندے لوگوں کی حاجت روائی کرنے، ان کی فریادیں سننے اور تصرفات کرنے پر قادر ہیں، نیز ان کی قبروں پر عُرس وغیرہ رسومات اور ان کے نام کی نذر نیازیں بھی جائز ہیں لیکن دوسری طرف شاہ صاحب نے ان تمام چیزوں کو غلط اور شرک و بدعت سے تعبیر کیا ہے۔ اس سلسلے کے چند حوالے ملاحظے کے لیے پیشِ خدمت ہیں۔

حُجّۃ اللہ البالغہ کے باب۔ فی بیان حقیقۃ الشرک۔ میں شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

"شرک کی ایک قسم یہ ہے کہ بعض لوگ اللہ کے نیک بندوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں خاص عزّ و شرف سے نوازا ہے اور انہیں بعض امورِ خاص میں تصرّف کرنے کی قدرت عطا کی ہے وہ ان کی سفارش قبول کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ اپنے اختیارات اپنے ان بندوں کے کہنے کے مطابق استعمال کرتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ وغیرہ وغیرہ"

پھر لکھتے ہیں۔

وھذا موض جمھور الیھود والنصاریٰ والمشرکین وبعض الغُلاۃ من منافقی دین محمّد صلّی اللہ علیہ وسلم یومنا ھذا (ص ۶۱)

"اور شرک کی یہ وہ بیماری ہے جس میں یہود، عیسائی اور مشرکین بالعموم اور ہمارے زمانے میں مسلمانوں میں سے بعض غالی منافقین مبتلا ہیں"

اسی باب میں وہ حدیثِ نبویؐ لا تشد الرحال الّا الیٰ ثلاثۃ مساجد کا حوالہ دے کر مسجدِ نبوی، مسجدِ حرام اور مسجدِ اقصےٰ کے علاوہ دیگر مقامات کو مقدس اور متبرّک سمجھ کر جانے اور ان کے ذریعے سے تقرّب حاصل کرنے کو غیر اللہ کا حج قرار دیتے ہیں (جیسا کہ فی الواقع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بعض قبروں پر حج ہوتا ہے)

الفوز الکبیر فی اصول التفسیر میں لکھتے ہیں۔

"اگر در تصویر حال مشرکین و اعمال ایشاں توقف داری احوال محترفان اہل زمانہ خصوصاً آناں کہ بہ اطراف دار الاسلام سکونت دارند ملاحظہ کن کہ . . . . بہ قبور و آستانہ ہا می روند و انواع شرک بہ عمل می آیند" (ص ۵ مطبع علیمی لاہور)

"اگر عرب کے مشرکین کے احوال و اعمال کا صحیح تصور تمہارے لیے مشکل ہو اور اس میں کچھ سوچ بچار ہو تو اپنے زمانے کے پیشہ ور عوام خصوصاً وہ جو دار الاسلام کے اطراف میں رہتے ہیں، اُن کا حال دیکھ لو، وہ قبروں، آستانوں اور درگاہوں میں جاتے ہیں اور طرح طرح کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔"

التفہیمات الالٰہیہ میں فرماتے ہیں:

کلّ من ذھب الیٰ بلدۃ اجمیر او قبر سالار مسعود او ما ضاھاھا لاجل حاجۃ یطلبھا فانہ اثم اثما اکبر من القتل والزنا الیس مثلہ الّا مثل من کان یعبد المصنوعات او مثل من کان یدعوا اللات والعزیٰ (ج ۲، ص ۴۵، طبع قدیم)

"ہر وہ شخص جو شہر اجمیر یا سالار مسعود کی قبر اور دیگر ان جیسی قبروں اور جگہوں پر طلب حاجات کی غرض سے جاتا ہے، وہ قتل و زنا سے بھی زیادہ بڑے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ ایسا شخص بالکل اس شخص کی طرح ہے جو خود ساختہ چیزوں (بتوں) کی عبادت کرتا ہے یا اُس شخص کی طرح ہے جو لات و عزّیٰ کو پکارتا ہے۔"

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

ومن اعظم البدع ما اخترعوا فی امر القبور فاتخذوھا عیدًا (ج ۲ - ص ۶۴ - التفہیمات)

یعنی "بڑی بدعتوں میں سے یہ بھی ہے کہ قبروں کے متعلّق بہت سی باتیں از خود گھڑ لی ہیں اور قبروں کو میلے کی حیثیت دے دی ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور "البلاغ المبین" میں، جو پوری کتاب قبر پرستی ہی کے خلاف ہے۔ لکھتے ہیں۔

"عادتِ آتش پرستاں وہم عادت بُت پرستانِ ہند کہ روزے از روز ہائے معین در ہر سال عیدی کنند و مجمع عام می نمایند۔ پیر پرستاں نیز عید غدیر خم و عُرس ہائے قبور بزرگان مقرر کردہ اند کہ چو تعیُّش آنہا در آں ایام وادِ عیش وطرب ولہو ولعب می دہند وارواحِ خبیثہ شیاطین را خورسند ساختہ" (ص ۳۱)

"آتش پرستوں اور ہندوؤں کی یہ عادت ہے کہ ایک دن مقرر کر کے (کسی تھان وغیرہ پر) جمع ہو کر عید مناتے ہیں۔ پیر پرست فرقے نے بھی ان کے قدم بہ قدم کئی عیدیں بنا رکھی ہیں اور آئے دن کسی نہ کسی بزرگ کے "مزار" پر عُرس رچاتے جاتے ہیں اور انہی کی طرح عیش وعشرت کر کے شیطان کو خوش کرتے ہیں۔"

اور حجۃ اللہ کے ایک دوسرے مقام پر اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

كان اهل الجاهليّة يقصدون مواضع معظمة بزعمهم يزورونها ويتبركون بها وفيه من التحريف والفساد مالا يخفى فسد النبيّ صلى الله عليه وسلم الفساد لئلا يلتحق غير الشعائر بالشعائر ولئلا يصير ذريعة لعبادة غير الله والحق عندى ان القبر ومحل عبادة ولى من اولياء الله والصلى كل ذالك سواء فى النهى۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۹۲)

"زمانۂ جاہلیت میں لوگ اپنے مزعومہ متبرک مقامات کی "زیارت" کے لیے جاتے تھے، اس میں چونکہ غیر اللہ کی عبادت کا دروازہ کھلتا ہے جو کسی سے مخفی نہیں، اس لیے تحریف اور فساد کے اس راستے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان لا تشدّ الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد کے ذریعے سے) بند فرما دیا۔ تاکہ غیر شعائر، شعائر سے نہ مل جائیں اور یہ چیزیں غیر اللہ کی پرستش کا ذریعہ نہ بنیں۔ اور میرے نزدیک حق بات یہ ہے کہ قبر کسی ولی کا محلِّ عبادت اور کوہِ طُور بھی اس میں (یعنی مزعومہ متبرک مقامات میں) داخل ہیں اور (ان کا قصد کر کے تقرُّبی سفر اختیار کرنے کی) ممانعت میں شامل ہیں۔"

یہ چند اقتباسات ہم نے شاہ صاحب کی مختلف کتابوں سے پیش کیے ہیں، جن سے یہ بات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واضح ہے کہ قبروں پر اس وقت جو کچھ کیا جارہا ہے اور ان اہلِ قبور سے متعلق جو عقائد عوام میں پائے جاتے ہیں، وہ سب مذکورہ اقتباسات کی روشنی میں غلط اور قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ اور جن کی کوئی مثال تعاملِ خیر القرون میں نہیں ملتی۔

شاہ صاحب کے بیان کردہ اس اصول کی روشنی میں، جس کی وضاحت ابتدا میں کی گئی ہے، ہر باشعور آدمی یہ دیکھ سکتا ہے کہ شاہ ولی اللہ کا اصل مسلک اس کی رُو سے کیا ہے؟ وہ ہے جس کی نشاندہی "الزکوٰۃ" میں "ہمعات" کے حوالے سے کی گئی ہے، یا وہ ہے جن کی وضاحت ہم نے ان کی انتہائی اہم اور معتبر ترین کتابوں کے اقتباسات کی روشنی میں کی ہے۔

بہرحال مخلوق کو (مُردہ ہو یا زندہ) مافوق الاسباب طریقے پر حاجت روا مشکل کشا، نافع و ضار سمجھنا اور ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر ان کے نام کی نذر نیازیں، ان کی قبروں پر چادر پوشی اور میلوں ٹھیلوں کا اہتمام وغیرہ یہ سب کام مُحدَثات (نو ایجاد) ہیں۔ اسی طرح اللہ کے سوا کسی کو غوث (فریاد رس) کہنا اور سمجھنا بھی غلط ہے۔ غوث صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور غوثِ اعظم بھی وہی ہے۔ کسی اور کو غوث اعظم کہنا شریعتِ اسلامیہ میں اس کا جواز نہیں ملتا۔ رواداری یا جوشِ عقیدت کی اور بات ہے۔

چنانچہ ایک اہم کتاب "الجواہر والصلات من جمع الاسامی والصفات" میں لکھا ہے۔

وقد بالغ المشركون في تسمية بعض المخلوقين بالغوث ووصفوه بالاعظم وهذا اعظم اثما من تسميته بالغيث والغياث

(ص ۳۵۶۔ طبع ہند)

یعنی "بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی بعض مخلوق کو "غوث" کہنے کا غلو کیا ہے بلکہ "اعظم" بھی اس کے ساتھ چپکا کر مزید ارتکابِ اثم کیا ہے۔"

("الاعتصام"۔ ۲۵ فروری ۱۹۸۳ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

—— ۱۱ ——

محکمۂ اوقاف کے ذرائع آمدنی

حرام اور حلال آمدنی کو الگ الگ کرنے کی ضرورت

محکمۂ اوقاف کا قیام ایوبؔ خانی دور میں مخصوص اغراض و مقاصد کے تحت عمل میں آیا تھا۔ اس قسم کے مفادات چونکہ ہر حکومت کو عزیز ہوتے ہیں۔ اس لیے ہر حکومت نے اس محکمے کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کی ہے جس طرح نیشنل پریس ٹرسٹ کا قیام مخصوص حکومتی مصالح کے لیے معرضِ وجود میں آیا تھا لیکن چونکہ وہی مخصوص مصالح اور ان کا حصول ہر حکومت کا مطمحِ نظر رہا ہے اس لیے اس ٹرسٹ کو بھی بدستور استحکام و دوام حاصل رہا۔ اور "جمہوریت" پسندوں نے اس کے توڑنے کا وعدہ کیا بھی تو وہ برسرِ اقتدار آنے کے بعد اس وعدے کو پورا نہ کر سکے بلکہ اس کے ذریعے سے انہوں نے اخبارات پر اپنی گرفت اور زیادہ مضبوط کی۔

یہی حال محکمۂ اوقاف کا سمجھ لیجئے کہ اس کے ذریعے بھی مسجد و محراب سے اٹھنے والی آواز کو دبانے کی کوششوں میں مزید شدت اور ضمیر فروشی کے کاروبار میں کافی وسعت ہو گئی ہے۔ بہرحال یہ الگ ایک افسوسناک داستان ہے کہ حکومت مساجد پر کسی نہ کسی قسم کے تسلط سے اشاعتِ دین کے ان اہم مرکزوں کو کس طرح بے وقعت اور غیر مؤثر بنانا چاہتی ہے۔ یہ موضوع اس وقت ہماری بحث سے خارج ہے۔ آج ہم ایک اور بات کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں امید ہے کہ اسلامی نظام کا نعرہ لگانے والی حکومت اس پر پوری سنجیدگی سے غور و خوض کر کے کوئی مثبت قدم اٹھائے گی۔

وہ بات یہ ہے کہ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں۔ اوقاف کی آمدنی دو طرح کی ہے۔ ایک کو تو جائز کہا جا سکتا ہے جب کہ دوسرا ذریعۂ آمدنی اسلامی نقطۂ نظر سے بہت کچھ محلِ نظر ہے۔ دوسرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لفظوں میں وہ مُشرکانہ انداز کا ہے۔

جائز آمدنی میں مساجد کے ساتھ ملحق دوکانوں کے کرائے یا ان کے نام وقف ذرائع سے حاصل شدہ آمدنی ہے۔

دوسرا ذریعۂ آمدنی وہ ہے جو بزرگوں کی واقعی یا فرضی قبروں (مزارات[1]) پر نذر نیاز اور چڑھاوے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور ہماری معلومات کی حد تک اوقاف کا بہت بڑا حصّہ انہی چڑھاووں کا ہے۔ اور امرِ واقعی یہ ہے کہ قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی رُو سے اس قسم کی آمدنی حرام ہی کے زُمرے میں آتی ہے۔ اس مسئلے کی تفصیلات تو کسی دوسرے وقت پیش کی جاسکتی ہیں یہ درست اختصاراً فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاویٰ دُرِّ مختار کی ایک صراحت پیش کی جاتی ہے۔

واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یوخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الاولیاء الکرام تقرّبًا الیهم فهو بالاجماع باطل وحرام الخ۔ (الدر المختار آخر کتاب الصوم ص۱۳۴ طبع میرٹھ ۱۲۷۷ھ)

"معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر عوام مُردوں کے نام پر جو نذریں نیازیں دیتے ہیں۔ چڑھاوے چڑھاتے۔ اولیاء کرام کا تقرب حاصل کرنے کے لیے مالی نذرانے پیش کرتے اور ان کی قبروں پر چراغ اور تیل جلاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب چیزیں بالاجماع باطل اور حرام ہیں"۔

---

[1] واضح رہے کہ جن بزرگوں سے عقیدت ہو صرف ان کی قبروں کو "مزارات" اور "درگاہ" کہنا درست نہ ہوگا۔ اس لیے کہ مزار کے معنی ہیں "زیارت کی جگہ" اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ چونکہ قبروں کی زیارت کو جانے کا شرعًا حکم ہے بفحوائے حدیث شریف زُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ "مسلمانوں! قبروں کی زیارت کیا کرو کہ اس سے آخرت یاد رہتی ہے"۔ تو ہر مسلمان کی قبر کو مزار کہنا چاہیے۔ اور اگر "مزار" کا مطلب ہے۔ مُتبرّک جگہ کی زیارت تو یہ بھی حدیث پاک کے خلاف ہے۔ حدیث صحیح میں مُتبرّک جانے زیارت تین مسجدوں کو فرمایا گیا ہے مسجد حرام مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ (الحدیث۔ صحیحین) اسی طرح "درگاہ" کا لفظ ہے کہ اس میں عبادت و پرستش کا مفہوم پایا جاتا ہے لہٰذا کسی دَر یا قبر کو "دربار" یا "درگاہ" کا نام دینا بھی مشرکانہ ذہنیت کا غماز ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دُرِّ مختار کے حاشیہ ردّ المحتار (فتاویٰ شامی) میں اس کی تشریح یوں ہے۔

قوله باطل وحرام لوجوه منها انه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا يجوز لانه عبادة والعبادة لا يكون لمخلوق الى قوله ومنها انه ظن ان الميت يتصرف فى الامور دون الله تعالىٰ واعتقاده ذٰلك كفر۔

یعنی "اس کے باطل اور حرام ہونے کی دیگر وجوہ میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ یہ قبروں کے چڑھاوے وغیرہ مخلوق کے نام کی نذریں ہیں اور مخلوق کے نام کی نذر جائز ہی نہیں علاوہ ازیں ایسا کرنے والا مُردوں کے متعلق یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ اللہ کے سوا کائنات میں تصرّف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور مُردوں کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنا بھی کفر ہے۔"

فتاویٰ عالمگیری کا فتویٰ

اسی طرح فتاویٰ عالمگیری جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسے پانچ سو حنفی علماء نے مرتّب کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ:

وَالنَّذْرُ الَّذِیْ یَقَعُ مِنْ اَکْثَرِ الْعَوَامِّ بِاَنْ یَاْتِیَ اِلٰی قَبْرِ بَعْضِ الصُّلَحَاءِ وَیَرْفَعُ سَتْرَهٗ قَائِلًا یَا سَیِّدِیْ فُلَانُ اِنْ قَضَیْتَ حَاجَتِیْ فَلَكَ مِنِّیْ مِنَ الذَّهَبِ مَثَلًا كَذَا بَاطِلٌ اِجْمَاعًا۔

"اکثر عوام میں جو یہ رواج ہے کہ وہ کسی نیک آدمی کی قبر پر جا کر نذر مانتے ہیں کہ اے فلاں بزرگ اگر میری حاجت پوری ہو گئی تو اتنا سونا (یا کوئی اور چیز) تمہاری قبر پر چڑھاؤں گا۔ یہ نذر بالاجماع باطل ہے۔"

پھر لکھا ہے۔

فَمَا یُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَنَحْوِهَا وَیُنْقَلُ اِلٰی ضَرَائِحِ الْاَوْلِیَاءِ الْكِرَامِ تَقَرُّبًا اِلَیْهِمْ فَحَرَامٌ بِالْاِجْمَاعِ۔

(الفتاویٰ الہندیہ المعروف فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل۔ ص ۲۱۶۔ باب الاعتکاف طبع مصر)

"پس جو دینار و درہم یا اور چیزیں اولیاء کرام کی قبروں پر ان کا قرب حاصل کرنے (ان کو راضی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرنے) کے لیے لی جاتی ہیں وہ بالاجماع حرام ہیں؎

فقہ حنفی کی عبارتوں کی روشنی میں حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ بزرگوں کے نام پر ان کی قبروں پر قربانی اور نذر سے متعلق ہی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

"اگر اس نذر سے یا بدون نذر کے اس ذبح سے نیّت تقرب لغیر اللہ کی ہو تو ذبیحہ حرام رہے گا۔ اگرچہ اس کے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔ وقد صرح بہ اللہ تعالیٰ فی المائدۃ ماذُبِحَ عَلَی النُّصُب بعد ذکر تحریم ما اھل لغیر اللہ بہ (امداد الفتاویٰ۔ ج ۲۔ ص ۷۴۸ طبع کراچی)

بنا بریں قبروں سے حاصل شدہ آمدنی کا بہت سارا حصّہ شرعی نقطۂ نظر سے حرام قرار پاتا ہے۔ اس لیے کہ "مزاروں" کا یہ سارا کاروبار لات ومنات مشرکانہ ہے۔ کیا مسلمانوں کی "قبر پرستی" اور ہندوؤں کی "صنم پرستی" میں کوئی فرق نظر آتا ہے؟ کیا دونوں جگہ غیر اللہ کی پوجا نہیں کی جاتی؟

لہٰذا ہم سمجھتے ہیں کہ محکمۂ اوقاف میں جائز وناجائز دونوں آمدنیاں ایک ہی زمرے میں ہیں۔ اور حلال وحرام گڈمڈ ہو گئے ہیں۔ اور اسی مجموعہ "حلال وحرام" سے ائمہ وخطباء تے مساجد کو تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ اسی طرح وہ اہلِ توحید خطباء وائمہ جو اوقاف کی مساجد میں متعیّن ہیں وہ بھی ایسے مال کھانے پر مجبور کر دیئے گئے ہیں جبکہ ان کے عقیدے کی رُو سے (اور اصل اسلامی عقیدہ ہے بھی یہی) قبروں پر چڑھاوے کی آمدنی حرام اور ناجائز ہے۔

اس لیے ہماری گزارش یہ ہے کہ قبروں سے حاصل شدہ آمدنی الگ کر دی جائے۔ اور مساجد کی دکانوں اور دیگر وقف شدہ ذرائع سے حاصل شدہ آمدنی کو الگ اور اسی دوسری آمدنی سے ائمہ وخطباء کو تنخواہیں دی جائیں اور دیگر علمی وتبلیغی کام بھی اسی آمدنی سے کیے جائیں۔

یہ آمدنی گو قبروں سے حاصل شدہ آمدنی سے بہت کم ہوگی تاہم برکت والی آمدنی حلال ہی کی آمدنی ہے اور اسی آمدنی سے ہی خیر کا کام کیا بھی جانا چاہیے۔ حرام کمائی کو تبلیغِ دین جیسے کارِ خیر پر صرف کرنا غضبِ خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہوگا جیسے شراب وجوئے سے حاصل شدہ آمدنی سے قرآنِ کریم یا احادیث کی کتابیں چھاپی جائیں، یا اور کسی دینی مصرف میں اس کو لایا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ غیر اللہ کی نذر نیاز اور چڑھاووں کی آمدنی شراب اور جوئے سے حاصل شدہ آمدنی سے زیادہ ناپاک ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہم جہاں یہ توقع رکھتے ہیں کہ ہماری حکومت اوقاف کی آمدنی کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اہلِ توحید خطیبوں اور اماموں (خصوصاً) کو اس مخمصے سے نجات دلائے گی۔ وہاں اہلِ توحید اخبارات سے امید کرتے ہیں کہ ہماری اس آواز کی تائید میں وہ بھی اپنے اخبارات میں حکومت کو اس مسئلے کی طرف متوجہ کریں گے۔ ان ارید الا الاصلاح وما التوفیق الا باللہ العلی العظیم

("الاعتصام" مئی ۱۹۸۴ء)

www.KitaboSunnat.com

شرک کی بعض خفی صورتیں

ابو یعلیٰ اور ابن المنذر نے عن حذیفہ عن ابی بکر الصدیق ایک روایت کی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلشِّرْكُ اَخْفٰى مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلِ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ: يَارَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلِ الشِّرْكُ اِلَّا مَا عُبِدَ مِنْ دُوْنِ اللهِ اَوْمَا دُعِيَ مَعَ اللهِ ؟ قَالَ: ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ - اَلشِّرْكُ فِيْكُمْ اَخْفٰى مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلِ۔

"شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے" ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ربِّ کریم کے علاوہ کسی کی عبادت یا اس کے علاوہ کسی کو پکارنے کے بغیر بھی کوئی شرک ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے تیری ماں گم پائے، "شرک چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے" آگے چل کر اسی روایت میں یہ لفظ بھی ہیں کہ:

اَنْ تَقُوْلَ: اَعْطَانِيَ اللهُ وَفُلَانٌ وَالنِّدُّ اَنْ يَّقُوْلَ الْاِنْسَانُ: لَوْلَا فُلَانٌ قَتَلَنِيْ فُلَانٌ۔ (من الدر)

یہ بھی شرک ہے کہ انسان یہ کہے کہ مجھے یہ چیز اللہ اور فلاں نے دی ہے "ند" بنانا یہ ہے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو فلاں شخص مجھے قتل کر دیتا۔

(ہدایۃ المستفید ج ۱ ص ۲۸۸-۲۸۹)

www.KitaboSunnat.com

—۱۲—

نوائے وقت کے "نورِ بصیرت" کے جواب میں

ذیل کے مضمون کا ابتدائی حصہ ستمبر ۱۹۸۰ء کے "الاعتصام" میں شائع ہوا تھا۔ اس وقت سنسر شپ نافذ تھی، اس لیے مکمل طور پر شائع نہیں ہو سکا تھا۔ جب سے ہی اس کا بقیہ حصہ غیر مطبوعہ پڑا تھا۔ اب اسے بھی کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے (ص۔ی)

روزنامہ "نوائے وقت" ملک کا ایک مؤقر سیاسی اخبار ہے۔ جسے ہر حلقے اور مکتبِ فکر میں دلچسپی سے پڑھا جاتا ہے۔ اخبار کی اس مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا تقاضا ہے کہ اس میں شائع ہونے والا مواد ہر قسم کی دل آزاری اور فرقہ واریت سے پاک ہو۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے ایک مستقل کالم نگار میاں عبدالرشید صاحب وقتاً فوقتاً اس انداز سے "نورِ بصیرت" والا کالم رقم فرماتے ہیں کہ جس سے ایک تو فرقہ واریت کی تبلیغ ہوتی ہے جس میں دوسرے مکتبِ فکر کی دل آزاری سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ دوسرے یہ صاحب قرآنی علوم سے بھی بے بہرہ معلوم ہوتے ہیں۔ گو ؏

برعکس نہند نام زنگی کافور

کے مصداق انہوں نے اپنے کالم کا مستقل عنوان "نورِ بصیرت" رکھا ہوا ہے، لیکن بسا اوقات وہ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اور قرآن کی تحریفِ معنوی کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

ابھی گزشتہ دنوں انہوں نے بعض کالم لکھے ہیں جن سے ہمارے مذکورہ دعوے کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً قرآنِ کریم میں آتا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ (النساء۔ ۶۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کا ترجمہ کالم نگار مذکور ہی کے الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

"اور ہم نے ہر رسول اس لیے بھیجا کہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جائے اور اگر وہ لوگ (اس وقت) جب انہوں نے (گناہ کا ارتکاب کر کے) اپنے اُوپر ظلم کیا تھا، آپ ؐ کے پاس آجاتے پھر اللہ تعالےٰ سے (اپنے گناہ کی) معافی طلب کرتے تو وہ ضرور اللہ تعالےٰ کو توبہ قبول کرنے والا (اور) رحم فرمانے والا پاتے"۔

اِسی طرح سورۃ المنافقون کی ایک آیت ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ - (آیت ۵)

اس کا ترجمہ بھی کالم نگار کے الفاظ میں حسبِ ذیل ہے۔

"اور جب ان (منافقوں) سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسُول اللہ تمہارے لیے (اللہ تعالےٰ سے) معافی طلب کریں تو وہ (انفی میں) سر ہلاتے ہیں اور آپ انہیں دیکھتے ہیں (کہ وہ) بے اعتنائی برتتے (ہیں) اور تکبّر کرتے ہیں"۔

اِن دونوں کے ان ترجموں کو دیکھ لیجئے جو "نوائے وقت" کے ہی کالم نگار نے کیے ہیں کہ ان میں کیا چیز بیان کی گئی ہے۔ بیان رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور کے کفّار و منافقین اور گنہ گاروں کا ہو رہا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر کفر و نفاق اور معصیتوں سے توبہ کر لیں تو اللہ کا رسول ؐ بھی ان کے لیے بارگاہِ الٰہی میں مغفرت کی دعا کرے گا یہ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا واقعہ ہے جس سے مجالِ انکار نہیں۔ بلا شبہ گناہ گاروں کے لیے آپ ؐ کی دُعائے مغفرت ان کے گناہوں کی معافی کا باعث ہوتی۔ اور جن سعادت مندوں نے اس طرح بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اپنی گناہ آلود زندگیوں سے توبہ کی اور اسلام قبول کیا، یقیناً ان کے قبُولِ اسلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے نہ صرف اُن کے گناہ معاف کر دیئے گئے بلکہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا سرٹیفکیٹ بھی عطا ہوا۔

لیکن مذکورہ بالا آیات سے یہ ثابت کرنا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی آپ ؐ "وسیلۂ مغفرت" ہیں اور آپ ؐ کو وسیلہ بنا کر مغفرت کی دُعا کرنی چاہیے۔ یہ غلط ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ قرآن تو عہدِ رسالت کے لوگوں کے متعلق یہ کہہ رہا ہے کہ تمہارے لیے بڑا سنہری موقعہ ہے اپنے گناہوں سے تائب ہو جاؤ۔ اس وقت تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تمہارے لیے مغفرت کی دُعا کرنے کے لیے موجود ہیں لیکن یہ کالم نگار اس کو عام کر کے اس سے "وسیلہ" کا اثبات فرما رہے ہیں جس کا نہ اس آیت سے کوئی تعلق ہے اور نہ کسی اور ہی نصّ سے اس کا ثبوت مہیّا ہوتا ہے۔ گویا ایک بالکل بے ثبوت بات قرآن کے سر منڈھی جا رہی ہے جسے تحریفِ معنوی ہی کہا جائے گا۔

پھر کالم نگار نے اس پر ہی بس نہیں کی ہے بلکہ ستم بالائے ستم یہ فتویٰ بھی عائد فرمایا ہے کہ "جو لوگ حضورؐ کے وسیلے سے مغفرت طلب کرنے سے انکار کرتے ہیں اور تکبّر کرتے ہیں وہ منافق اور متکبّر ہیں" (روزنامہ "نوائے وقت" لاہور۔ ۲۰ اگست ۸۰ء)

یُوں ان صاحب نے بیک جنبشِ قلم تمام صحابہؓ و تابعینؒ۔ ائمہ کرامؒ اور محدثینِ عظامؒ سب کو نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ منافق اور متکبّر بنا دیا ہے کیونکہ کسی صحابیؓ، تابعیؒ، امام اور محدّث نے "وہ وسیلہ" اختیار نہیں کیا جس کا اثبات مذکورہ کالم نگار نے کیا ہے اور کسی نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ کے واسطے اور وسیلے سے نہ مغفرت کی دعا کی نہ اور کسی قسم کی دعا۔ تمام صحابہؓ و تابعینؒ براہِ راست اللہ تعالےٰ سے ہی دعا کرتے تھے۔ اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے حضرت عمرؓ کا یہ عمل کافی ہے کہ وہ قحط سالی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ سے بارش کی دعا کروایا کرتے تھے (یعنی زندہ بزرگ کا وسیلہ پکڑتے تھے) اور فرماتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا۔ (رواہ البخاری، مشکوٰۃ۔ ص ۱۳۳)

"اے اللہ ہم پہلے تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے توسّل کرتے (یعنی دُعا کرواتے) تھے۔ تو تُو ہم کو پانی پلاتا تھا (یعنی بارانِ رحمت کا نزول فرما دیتا تھا) اب ہم تیرے پاس اپنے پیغمبر کے چچا کا وسیلہ لے کر آئے ہیں (یعنی ان کے توسّل اور ذریعے سے دعا کرتے ہیں) پس ہم کو سیراب فرما۔" راوی بیان کرتا ہے کہ فَیُسْقَوْنَ' اس کے بعد بارش نازل ہوئی"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اِس واقعے سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کا "وسیلہ" نہیں پکڑا یعنی ان کے وسیلے سے دعائیں نہیں مانگیں نہ ان کی قبر مبارک پر جا کر اُن سے استمداد کی، حالانکہ صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپؐ سے دعائیں کرواتے تھے۔ صحیح بخاری میں آتا ہے کہ مدینہ منورہ میں قحط پڑا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا۔ اے اللہ کے رسول مویشی ہلاک ہو گئے۔ اور لوگ بھوکوں مر گئے، آپؐ اللہ سے بارش کی دعاء کیجئے۔ آپؐ نے دعاء فرمائی تو اُسی دن سے بارش شروع ہو کر آئندہ جمعہ تک جاری رہی۔ پھر دوسرے جمعہ کو کثرتِ بارش کی وجہ سے مکانات گرنے کی شکایت کرنے کے بارش رُکنے کی دُعاء طلب کی گئی، آپؐ نے پھر بارش رُک جانے کی دعاء فرمائی جس کے بعد بارش تھم گئی۔

اِسی طرح کتبِ حدیث میں دیگر متعدد واقعات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف مواقع پر صحابہ کرامؓ نے آپؐ سے دُعاؤں کی درخواست کی اور آپؐ نے ان کے حق میں دعائیں فرمائیں۔ یہ ہے وہ توسّل بالاحیاء (زندوں کے وسیلے یعنی ذریعے سے دعاء کروانا) جو احادیث سے ثابت ہے لیکن توسّل بالاموات (فوت شدہ بزرگوں کو وسیلہ بنا کر دُعاء کرنا) اس کا ثبوت احادیثِ صحیحہ میں نہیں ملتا۔ نہ صحابہؓ و تابعینؒ نے یہ "وسیلہ" اختیار ہی کیا ہے۔

فقہائے احناف کا فتویٰ (فوت شدہ کے وسیلے سے دُعاء جائز نہیں)

صحابہؓ و تابعینؒ کے بعد ائمہ کرام کا دَور ہے۔ ان میں سے بھی کسی امام نے بھی ایسا نہیں کیا، بلکہ امام ابوحنیفہؒ اور دیگر فقہائے حنفیہ کا عقیدہ و مسلک بھی یہی ہے کہ فوت شدہ بزرگوں کے وسیلے سے دعاء کرنی جائز نہیں۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے جو فقہ حنفی کی نہایت معتبر کتاب ہے۔

ویکرہ ان یقول الرجل فی دعائہ بحقِّ فلانٍ او بحقِّ انبیائِكَ وَرُسُلِكَ لِاَنَّہٗ لَاحَقَّ للمخلوق علی الخالق۔

(الہدایۃ مع شرح فتح القدیر (تکملہ) ج ۱۰، ص ۶۴ کتاب الکراہیۃ، مسائل متفرقۃ)

"یہ مکروہ ہے کہ آدمی اپنی دعاء میں اس طرح کہے کہ یا اللہ بحق فلاں یا انبیاء اور رسُولوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صدقے (میرا کام بنا دے، میری حاجت پوری فرما دے) اس لیے کہ مخلوق کا کوئی حق خالق پر نہیں ہے۔"

اور دُرِّ مختار میں بھی تقریباً یہی بات کہی گئی ہے۔

وکرہ قولہ بحق رسلك وانبیائك واولیائك او بحق البیت لانہ لاحق للخلق علی الخالق تعالیٰ۔

(الدر المختار، ص ۵۹۸ فصل فی البیع، مطبع ہاشمی میرٹھ ۱۲۷۷ھ)

اور "فقہ اکبر"، جو امام ابو حنیفہؒ کی کتاب بتلائی جاتی ہے، اس کی شرح میں ملا علی قاری حنفیؒ فرماتے ہیں۔

قال ابو حنیفۃ وصاحباہ یکرہ ان یقول الرجل اسئلك بحق فلان او بحق انبیائك ورسلك وبحق البیت الحرام والمشعر الحرام ونحو ذلك اذ لیس لاحد علی اللہ حق۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۹۱ طبع مجتبائی۔ دہلی ۱۳۴۸ھ)

"اور امام ابو حنیفہ اور صاحبینؒ (امام محمد و امام ابو یوسف) کہتے ہیں کہ کوئی شخص اس طرح دعا کرے کہ اے اللہ میں بحق فلاں بزرگ، یا بحقِ فلاں نبی یا بحق بیت الحرام یا اس قسم کے کسی واسطے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں، تو یہ صحیح نہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی مخلوق کا کوئی حق نہیں ہے کہ اس کا واسطہ دے کر اس سے مانگا جائے۔"

بہر حال حاصلِ گزارش ہے کہ ایک غیر مذہبی سیاسی اخبار کے کالم نگار کو دینی معاملات میں رائے زنی کرتے ہوئے اوّل تو قرآن و حدیث کا صحیح علم ہونا چاہیے۔ بصورتِ دیگر ایسے اس قسم کے فتویٰ بازی سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اگر ان میں سے کسی بات کا خیال نہ رکھا جائے تو پھر اس اخبار کے مدیر کا فرض ہے کہ وہ تصویر کا دُوسرا پہلو بھی شائع کرے۔ لیکن افسوس اخبار مذکور میں اس طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ فالی اللہ المشتکی۔

یکم ستمبر ۱۹۸۰ء کے "نوائے وقت" میں "شرک و بدعت" کے عنوان سے میاں عبدالرشید صاحب "نورِ بصیرت" میں فرماتے ہیں۔

"اُمّتِ مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے میں خُفیہ یہودی تحریک کے علاوہ شرک و بدعت کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بارے میں غلط فہمیاں بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں کسی اور کو ان کے برابر سمجھنا شرک ہے۔ الحمد للہ کوئی مسلمان اس کا مرتکب نہیں ہوتا۔ اب "یا رسول اللہ" کہنے کو شرک بنا لینا یا عقیدت سے ہاتھ چومنے کو شرک بنا لینا صریحاً زیادتی ہے۔ التحیات میں "ایہا النبی" کے الفاظ موجود ہیں۔ اور نمازوں میں سب التحیات پڑھتے ہیں۔ اگر بزرگوں کے پاس روحانیت کے لیے جانا شرک ہے۔ تو پھر علماء کے پاس علم شریعت سیکھنے کے لیے جانا کیوں شرک نہیں ہے سکول و کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے جانا کیوں شرک نہیں ہے ڈاکٹر کے پاس جانا کیوں شرک نہیں ہے شرک ظلم عظیم ہے۔ اس کی معافی نہیں، اس لیے کسی مسلمان کو بے سوچے سمجھے مشرک کہنے سے احتراز کرنا چاہیے"

یہ طویل اقتباس اس لیے نقل کیا گیا ہے تاکہ موصوف کی پوری بات سامنے آجائے اس اقتباس میں غلطی ہائے مضامین کے ایسے نادر نمونے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ ایک طرف یہ اعتراف ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں کسی اور کو ان کے برابر سمجھنا شرک ہے"

لیکن دوسری طرف یہ دعویٰ ہے کہ:

"الحمد للہ کوئی مسلمان اس (شرک) کا مرتکب نہیں ہوتا"

حالانکہ شرک کی جو تعریف خود موصوف نے کی ہے اس کی رو سے تمام قبر پرست "مشرک" ہی قرار پاتے ہیں۔ آخر جو بزرگ فوت ہو گئے ہیں، ان کو نزدیک یا دور سے پکارنے والے کا کیا یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ وہ بزرگ اس کی پکار کو سن رہا ہے؟ اس کی حالت کو دیکھ رہا ہے اور وہ اس کی حاجت برآری پر قادر ہے۔ یقیناً یہی عقیدہ ہوتا ہے۔ اگر یہ عقیدہ نہ ہو تو یہ لوگ گھروں میں بیٹھ کر یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کا وظیفہ کبھی نہ پڑھیں۔

"امام بری امام بری" میری کھوٹی قسمت کر وکھری" کا راگ نہ الاپیں۔

اور "علی شہباز" کرے پرواز، راز دلوں کا جانے" جیسی قوالیاں اور گانے تیار نہ ہوں۔

کیا اس طرح فوت شدہ بزرگوں کو امداد کے لیے پکارنے والے کا یہ عقیدہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اللہ کے سوا ان مرحوم بزرگوں کو عالم الغیب، حاضر ناظر، سمیع و بصیر، علیم بذات الصدور، نافع و ضار اور مجیب الدعوات سمجھتا ہے۔ اور کیا یہ تمام صفتیں خدائی صفات نہیں ہے اب دوسروں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو بھی ان صفات کا حامل سمجھنا آخر شرک کیوں نہیں ہوگا؟ محض "یا رسول اللہ" کہنے کو یا انگوٹھا چومنے کو کوئی شرک نہیں کہتا، ایسا کہنے والوں کو "مشرک" اس لیے کہتے ہیں کہ وہ صرف یا رسول اللہ ہی نہیں کہتا بلکہ اس کا عقیدہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ کی طرح عَالِمِ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنَ ہیں۔ حاضر و ناظر، سمیع و بصیر ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی کو بھی ایسا ہی سمجھا جاتا ہے بلکہ یہی عقیدہ ان کا ہر چھوٹے بڑے بزرگ بلکہ سچے جھوٹے اور مصنوعی بزرگ کے لیے بھی رکھتے ہیں اگر شک ہو تو لیجیے ہم حوالہ پیش کیے دیتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں کہ:

"انہیں سیدی احمد سجلماسی کے دو بیویاں تھیں، سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے دوسری سے ہم بستری کی، یہ نہیں چاہیے۔ عرض کیا حضور، وہ اس وقت سوتی تھی۔ فرمایا سوتی نہ تھی سوتے میں ہی جان ڈال لی تھی، عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا؟ فرمایا جہاں وہ سو رہی تھی، کوئی اور پلنگ بھی تھا؟ عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی تھا۔ فرمایا اس پر میں تھا تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں، ہر آن ساتھ ہے۔" (ملفوظات حصہ دوم ص ۱۶۹)

فرمایئے! کیا یہ خدائی صفت (کہ وہ ہر آن ساتھ ہے) میں اپنے پیر کو برابر کا شریک نہیں سمجھا جا رہا ہے؟

اور سنیے! مولانا احمد رضا خاں صاحب سے سوال ہوتا ہے۔

"عرض، حضور اولیاء ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں ارشاد، اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے ہیں۔" (ملفوظات حصہ اول، ص ۱۱۳)

شیخ عبدالقادر جیلانی کے اندر تمام خدائی صفتیں تسلیم کی جاتی ہیں جس کا ثبوت وہ نظم ہے جو ماہنامہ "رضائے مصطفےٰ" گوجرانوالہ میں چھپی ہے[1]

---

[1] یہ نظم ص ۲۹ پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس نظم میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو کیا خدائی تخت پر نہیں بٹھا دیا گیا ہے؟ آخر کون سی خدائی صفت ایسی ہے جس کا اثبات ان کے لیے نہیں کیا گیا ہے؟ یہی نہیں بلکہ دیگر بزرگوں کے لیے بھی ایسی ہی خوش عقیدگی اور غلوّ عقیدت کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ شعر اب مساجد میں لکھا جانے اور دعاؤں میں پڑھا جانے لگا ہے۔

یارسُول اللہ انظر حالنا　　　یاحبیب اللہ اِسمَع قالنا
اننی فی بحرِ غم مغرقٌ　　　خُذ یَدِی سَہِّلنا اَشکالنا

"اے اللہ کے رسول ہماری حالت پر نظرِ کرم فرمائیے! اے اللہ کے حبیب ہماری باتوں (فریادوں) کو سُنیئے! ہم غم کے سمندر میں ڈوبے ہوتے ہیں، ہمارا ہاتھ پکڑیئے اور ہماری مشکلیں آسان فرما دیجئے!"

اس کے علاوہ دست بستہ تعظیمی قیام، قومہ وسجدہ اور طواف یہ سب عبادتیں، وہ ہیں جو صرف اللہ کے لیے (اور طواف اس کے گھر بیت اللہ کے لیے) مخصوص ہیں۔ اگر یہی افعال اللہ کے سوا کسی اور کے لیے بھی کیے جائیں گے تو یہ شرک فی العبادۃ ہوگا۔ اب دیکھ لیا جائے کہ کیا قبروں کو خانہ کعبہ کی طرح غسل نہیں دیا جاتا؟ کیا قبروں پر دست بستہ تعظیمی قیام نہیں ہوتا؟ کیا قبروں پر سجدے نہیں ہو رہے؟ قبر کے سنگِ تعویذ کو چومنا اور اس پر اپنی پیشانی رگڑنا کیا سجدے سے مختلف چیز ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کی طرح فوت شدہ بزرگوں کے ناموں کی نذر نیازیں نہیں دی جاتیں، ان کی قبروں پر خانہ کعبہ کی طرح غلاف نہیں چڑھائے جاتے۔ آخر وہ کونسا کام ہے جو صرف اللہ کے لیے کیا جاتا ہو۔ اور وہ ان قبروں پر نہ ہو رہا ہو؟ حتیٰ کہ ظالموں نے نمازیں بھی غیر اللہ کے لیے پڑھنی شروع کر دی ہیں، یہ صلوٰۃِ غوثیہ کیا ہے؟ یہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے لیے پڑھی جاتی ہے۔ پڑھتے وقت اس کا رُخ بھی (غالباً) بغداد کی طرف ہوتا ہے۔

لیکن میاں صاحب فرما رہے ہیں "الحمد للہ" کوئی مسلمان شرک کا مرتکب نہیں ہوتا۔" اگر مذکورہ بالا امور مشرکانہ نہیں ہیں تو پتہ نہیں مشرکانہ امور کیا ہیں؟ حالانکہ یہی وہ افعال ہیں جن کی بنا پر کفارِ مکہ مشرکین کہلاتے۔ اور انہی افعال پر خود فقہ حنفی نے بھی کفر و شرک کا فتویٰ عائد کیا ہے اس سلسلے کے چند حوالے گزشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں۔ چند اور حوالے پیش خدمت ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حنفی مذہب کی کتاب ہدایہ میں ہے۔

اما فی شریعتنا فلا یجوز لاحد ان یسجد لاحد بوجہ من الوجوہ و من فعل ذلک فقد کفر۔

"ہماری شریعتِ اسلامیہ میں یہ قطعاً جائز نہیں ہے کہ کوئی کسی کو (خدا کے سوا) کسی طرح کا بھی سجدہ کرے اور جو ایسا کرے وہ کافر ہے"۔

اگر کوئی کہے کہ کوئی شخص بھی قبر کو یا کسی پیر کو سجدہ نہیں کرتا تو اوّلاً یہ دعویٰ ہی غلط ہے۔ قبروں پر جا کر دیکھ لیا جائے کہ عوام کیا کچھ نہیں کرتے ہے ثانیاً قبر کو چومنا اور اس کے سامنے سر نیہوڑنا اور زمین کو بوسہ دینا اور پیر کے قدموں پر سر رکھ دینا یہ تو عام مشاہدے کی بات ہے۔ یہ افعال بھی از قبیلِ سجدہ ہی ہیں جس کی صراحت بھی حنفی فقہاء نے ہی کر دی ہے۔ چنانچہ دُرِّ مختار (ص ۹۹ ۲) میں مرقوم ہے۔

وکذا ما یفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی بہ آثمان لانہ یشبہ عبادۃ الوثن۔

یعنی "اسی طرح جو لوگ علماء اور بزرگوں کے سامنے زمین پر بوسہ دیتے ہیں، یہ حرام ہیں، اور ایسا کرنے والا اور اس کو پسند کرنے والا دونوں گنہگار ہیں کیونکہ ایسا کرنا بھی بُتوں کی پرستش کے مشابہ ہے"۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

شہنشاہ من خصائص اسماء اللہ واما تقبیل الارض فھو قریب من السجود۔

یعنی "شہنشاہ کا لقب اللہ تعالیٰ کے خصوصی اسماء میں سے ہے (یعنی کسی اور کو اس لقب سے ملقب کرنا جائز نہیں) اور زمین کو بوسہ دینا یہ سجدے کے قریب ہے" (ج ۲ ص ۹۶)

ان حوالوں سے واضح ہے کہ فوت شدہ بزرگوں کی قبروں کو چومنا اور عقیدت سے انہیں چھونا یہ سجدے ہی کی قسم ہے جس کے مرتکب کو فقہ حنفی کافر بتلاتی ہے۔

○ قبروں کے گرد طواف بھی عام ہے حالانکہ طواف بھی صرف خانہ کعبہ کے ساتھ خاص ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حنفی فقہاء نے خانہ کعبہ کے علاوہ کسی اور جگہ کے طواف سے بھی سختی کے ساتھ روکا ہے۔ اور اس فعل سے بھی اندیشۂ کفر ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری حنفی شرح مناسک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے بارے میں لکھتے ہیں۔

لا یطوف ای لا یدور حول البقعة الشریفة لان الطواف من مختصات الکعبة المنیفة فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء ولا عبرة بما یفعله الجهلة ولو کانوا فی صورة المشائخ والعلماء۔

یعنی "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے گرد طواف نہ کرے۔ اس لیے کہ طواف خانہ کعبہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس انبیاء اور اولیاء کی قبروں کے گرد پھرنا (طواف کرنا) حرام ہے اور جو جاہل لوگ ایسا کرتے ہیں اگرچہ وہ صورت میں مشائخ اور علماء معلوم ہوں۔ ان کا کوئی اعتبار نہیں"

اور شرح عین العلم میں فرماتے ہیں۔

لا یمس ای القبر ولا التابوت ولا الجدار فورد النهی عن مثل ذلك بقبره علیه السلام فکیف بقبور سائر الانام ولا یقبل فانه زیادة علی المس فهو اولی۔

یعنی "نہ قبر کو چھوئے نہ تابوت اور دیوار کو، کیونکہ ایسا کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے ساتھ بھی منع ہے۔ پھر دیگر لوگوں کی قبروں کے ساتھ ایسا کرنا کیوں کر جائز ہوگا؟ اور نہ قبر کو بوسہ دے کیونکہ یہ تو چھونے سے بھی زیادہ برا ہے پس بوسہ حجر اسود کے ساتھ مخصوص ہے"

اور بعض کتب حنفیہ میں قبر کو چھونا اور بوسہ دینا عیسائیوں کی عادت بتلائی گئی ہے اور اسی لیے اس سے روکا ہے۔ لا یمس القبر ولا یقبله فانه عادة للنصاری (شرح جامع صغیر) حتی کہ معراج الدرایۃ میں ہے۔ لو طاف حول مسجد سوی الکعبة الشریفة یخشی علیه الکفر (صواعق الٰہیہ)

"کعبہ شریف کے علاوہ کوئی شخص اگر کسی مسجد کا بھی طواف کرے گا تو ایسے شخص کے متعلق اندیشۂ کفر ہے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

○ عبدالنبی، عبدالرسول اور پیر بخش، حسین بخش، امام بخش وغیرہ نام بھی قبر پرستوں میں عام ہیں۔اس کے متعلق بھی فقہ حنفی کی صراحت سُن لیجئے۔

ملّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں۔

واما ما اشتهر من التسمية بعبد النبی فظاهره کفر الا ان اراد بالعبد المملوك (شرح فقہ اکبر۔ص ۲۳۸۔طبع مجتبائی۔دہلی)

یعنی "عبدالنبی نام رکھنا بظاہر کُفر ہے اِلّا یہ کہ غلام کے معنی میں ہو"

یہ چند مثالیں فقہ حنفی سے اس امر کے ثبوت کے لیے کافی ہیں کہ "نوائے وقت" کے کالم نگار کا یہ موقف کسی طرح بھی درست نہیں ہے کہ کوئی مسلمان بھی شرک کا مرتکب نہیں ہوتا۔دراں حالیکہ صحیح اسلامی تعلیم سے بے بہرہ اکثر مسلمان اُن امُور کا ارتکاب کر رہے ہیں جو صریحاً شرک کے دائرے میں ہی آتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا۔

کالم نگار کی چند مثالوں کی حقیقت

اب آیئے ان چند مثالوں پر بھی نظر ڈال لیں جو "نوائے وقت" کے کالم نگار نے اپنے موقف کے ثبوت میں پیش کی ہیں۔پہلی مثال تو انہوں نے یہ پیش کی ہے کہ التحیات میں ایّہا النبیّ کے الفاظ موجود ہیں۔اور نمازوں میں یہ التحیات سب پڑھتے ہیں۔

یعنی موصوف کا مطلب یہ ہے کہ سارے ہی مسلمان التحیات میں ایّہا النبی صیغہ خطاب سے پڑھتے ہیں تو کیا یہ سب مُشرک سمجھے جائیں گے۔؟

لیکن ہم عرض کریں گے کہ یہ استدلال بالکل بودا ہے۔کیونکہ التحیات میں یہ الفاظ ہم از خود اپنی طرف سے نہیں پڑھتے بلکہ ہمیں جو طریقۂ نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلایا اور بتلایا ہے۔ اس کی رُو سے یہ الفاظ پڑھتے ہیں جو اسلام اور ایمان کا ضروری تقاضا ہے۔خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی نماز میں التحیات میں یہ الفاظ اسی طرح پڑھتے تھے۔آخر وہ کس نبی کو خطاب کر کے مذکورہ الفاظ کہتے تھے؟ اس سے معلوم ہوا کہ ایک نمازی التحیات میں جب السّلام علیك ایّہا النبیّ پڑھتا ہے تو اس کا عقیدہ قطعاً یہ نہیں ہوتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سُن رہے ہیں اور میں ان کو خطاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کر رہا ہوں بلکہ ہر مسلمان یہ الفاظ محض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق پڑھتا ہے۔ ان الفاظ کا کوئی تعلق اُس صلوٰۃ وسلام سے نہیں ہے جو خود ساختہ ہے۔ اور آج کل عام پڑھا جاتا ہے کیونکہ اس کی بنیاد اس فاسد عقیدے پر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر، سمیع وبصیر اور عالم الغیب ہیں اسی لیے مذکورہ سلام وہ اس عقیدے کے تحت کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اور بذاتِ خود سُن رہے ہیں۔ اور ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے کسی کی خوش فہمی یا غلط فہمی سے یہ نہیں ہو سکتا کہ شرک، شرک نہ رہے۔ ایک مسلمان کہلانے والا شخص شرک کا ارتکاب کرے تو وہ شرک ہی نہ ہو۔

۲۔ آگے ارشاد ہوتا ہے۔

"اگر بزرگوں کے پاس روحانیت کے لیے جانا شرک ہے تو پھر علماء کے پاس علمِ شریعت سیکھنے کے لیے جانا کیوں شرک نہیں"

اسے کہتے ہیں "ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ" بات ہو رہی ہے کہ جو لوگ فوت ہو چکے ہیں، ان کا اس دنیا سے تعلق ختم ہو چکا ہے۔ نفع نقصان پہنچانا تو بہت بڑی بات ہے۔ وہ اب نہ کسی کی بات سُن سکتے ہیں نہ سُنا سکتے ہیں۔ اسے زندہ علماء سے فیض حاصل کرنے سے جوڑنا انتہائی بلادت وغباوت کی دلیل ہی ہو سکتی ہے۔ گویا ؎

سخن فہمی عالم بالا معلوم شُد

والی بات ہے۔ سچ ہے مشرک سے فہم وفکر اور عقل وغور کی صلاحیتیں ہی سلب کر لی جاتی ہیں۔

آگے یہ لَے مزید بڑھتی ہے۔ فرماتے ہیں:

"سکول وکالج میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے جانا کیوں شرک نہیں ہے ڈاکٹر کے پاس جانا کیوں شرک نہیں"

سبحان اللہ! کیا کہنے "نوائے وقت" کے کالم نگار کی دانش وفہم کے۔ حالانکہ موٹی سی بات ہے کہ علماء کے پاس جانا یا سکول وکالج میں تعلیم حاصل کرنا یا ڈاکٹر کے پاس بغرضِ علاج جانا، یہ تو دنیاوی اسباب کا وہ سلسلہ ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے قائم فرمایا ہے اور ان اسباب کو اختیار کرنے کا اُس نے حکم دیا ہے۔ کیونکہ نظامِ کائنات انہی اسباب کے مطابق چل رہا ہے۔ یہ اسباب اگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اختیار نہیں کیے جائیں گے تو زندگی کا نظام ایک لمحے کے لیے بھی نہیں چل سکے گا۔ ان اسباب کا اختیار کرنے والا مشرک کیونکر ہو سکتا ہے؟ بحث تو ہے ساری مافوق الاسباب طریق پر کسی کو پکارنے اور اس سے استمداد و استعانت کرنے کے بارے میں۔ ایک شخص زندہ ہے آپ اس سے کہیں میرا یہ کام کر دے۔ یا مجھے تھپڑ مار یا اور کوئی کام کہیں، وہ آپ کے کہنے کے مطابق سب کچھ کرے تو یہ تو ٹھیک ہے۔ دنیا کا سارا کام اسی طرح چل رہا ہے۔ لیکن ایک شخص فوت ہو گیا ہے۔ منوں مٹی کے نیچے مدفون ہے بلکہ اس کی ہڈیاں تک بھی مٹی میں رل مل گئی ہیں، اب ایسے مُردے کو مدد کے لیے پکارنا کہ میرا فلاں کام کر دے، میری فلاں حاجت پوری کر دے۔ اس کو نفع نقصان کا مالک سمجھے، اس میں کائنات کے اندر تصرّف کرنے کا اختیار تسلیم کرے۔ اسے عالم الغیب اور سمیع و بصیر سمجھے، تو یہ ہے مافوق الاسباب طریق پر پکارنا جو یقیناً شرک ہے۔ زندہ اور مُردہ کو یکساں سمجھنا بلکہ مُردوں کو اللہ تعالیٰ کی طرح مختارِ کل سمجھنا اور زندوں سے بھی زیادہ ان میں قوّت و طاقت تسلیم کرنا، ایسی نادانی ہے جس کے ڈانڈے شرکِ صریح سے ہی ملتے ہیں۔

آگے ارشاد ہوتا ہے:

"شرک ظلمِ عظیم ہے، اس کی معافی نہیں۔ اس لیے کسی مسلمان کو بے سوچے سمجھے مشرک کہنے سے احتراز کرنا چاہیے۔"

بلاشبہ شرک ظلمِ عظیم ہے جس کی معافی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت اہل حدیث سب سے زیادہ اسی مسئلے کو اہمیّت دیتی ہے اور لوگوں کو شرک سے بچانے کی سعی کرتی ہے۔ جماعت اہلِ حدیث کو خواہ مخواہ لوگوں کو "مشرک" کہنے میں کوئی مزا نہیں آتا۔ اسے تو یہ دیکھ کر سخت روحانی تکلیف ہوتی ہے کہ اُمّت محمدیہ کے جاہل عوام، جنہیں توحید کا پاسبان ہونا چاہیے تھا، قبروں کے ساتھ وہ سب کچھ کر رہے ہیں جو مشرک اپنے بُتوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور قبروں میں مدفون بزرگوں کو اُن اختیارات کا حامل سمجھتے ہیں۔ جو صرف اللہ کے ساتھ خاص ہیں۔ اب تمام مشرکانہ اُمور کو روا رکھنے اور مشرکانہ عقیدہ رکھنے کے باوجود کالم نگار کی یہ خواہش کہ کسی مسلمان کو بے سوچے سمجھے مشرک نہیں کہنا چاہیے۔ بڑی عجیب ہے۔ حالانکہ ہم پہلے صراحت کر آئے ہیں کہ مذکورہ اُمور کے مرتکبین کو خود فقہ حنفی کافر و مشرک اور بُت پرستوں کے مشابہ قرار دے رہی ہے۔ کیا اُن کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خیال ہے کہ حنفی فقہاء نے بھی "بلے سوچے سمجھے" یوں ہی فتوے داغ دیئے ہیں، دوسرے لفظوں میں اپنی "بے بصیرتی" کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ اور صاحبِ بصیرت ہوتے ہیں تو صرف یہی "نورِ بصیرت" لکھنے والے میاں عبدالرشید صاحب جن کو شرکِ صریح و جلی بھی شرک نہیں معلوم ہوتا ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا "قلم" کرشمہ ساز کرے

بہرحال موصوف کی یہ وہی خواہش ہے جس کے متعلق حالی نے کہا ہے ؎

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

کچھ بدعات کے بارے میں

بدعت کے بارے میں "نوائے وقت" کے کالم نگار لکھتے ہیں۔

"بدعت وہ چیز ہے جو دین میں بالکل نئی ہو جس کا پہلے سرے سے وجود ہی نہ ہو مثلاً جناب رسول پاکؐ کے دور میں سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر انگلیوں کے پوروں پر گنا کرتے تھے۔ اب اگر کوئی اس مقصد کے لیے تسبیح کر لے تو اسے بدعت نہیں کہا جائے گا۔ اسی طرح اس دور میں قرآنِ پاک کا ترجمہ نہیں تھا مگر چونکہ قرآن پاک پر غور و تدبر ہوتا تھا اور ترجمہ بھی قرآن پاک کو سمجھانے ہی کی کوشش ہے۔ اس لیے ترجمۂ قرآن پاک کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔ اس دور میں قرآن پاک سمجھانے کے لیے یہ طریقہ اختیار نہیں کیا جاتا تھا جسے ہم آج کل عُرفِ عام میں درس کہتے ہیں اور جس میں لوگ حلقہ بنا کر بیٹھتے ہیں لیکن چونکہ اس میں قرآن پاک پر غور ہوتا ہے اس لیے یہ طریقہ بدعت نہیں کہلائے گا۔ اسی طرح حلقہ بنا کر ذکر کرنا بھی بدعت نہیں کیونکہ قرآن پاک میں بار بار ذکر کرنے کا حکم ہے اور حضورِ اکرمؐ کے دورِ مبارک میں ذکر ہوتا تھا۔"

("نوائے وقت" لاہور ۲ ستمبر ۱۹۸۰ء)

اس کے بعد ۳ ستمبر کی دوسری قسط میں انہوں نے اس انداز کی چند باتیں اور کی ہیں (جنہیں اگر ضرورت ہوئی تو آگے چل کر نقل کیا جائے گا) اور یہ لکھا ہے کہ ہر ایک کو شرک و بدعت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ یعنی جس طرح شرک کے معاملے میں موصوف کا یہ فرمانا تھا کہ کوئی مسلمان شرک کا ارتکاب نہیں کرتا اس لیے کسی مسلمان کو مشرک نہ کہا جائے۔ اسی طرح موصوف کا خیال "بدعت" کے بارے میں ہے کہ کسی کام کو بدعت نہ کہو۔ حالانکہ بدعت کی جو تعریف خود موصوف نے کی ہے۔ اس کی رُو سے دسیوں اور بیسیوں کام ایسے ہیں جو قبر پرستوں میں عام ہیں، وہ بدعات کے ذیل میں آتے ہیں حالانکہ انہیں بدعت نہیں سمجھا جاتا بلکہ امرِ دین سمجھا جاتا ہے مثلاً مُردوں کے لیے تیجہ، ساتواں، چالیسواں، قرآن خوانی، قل شریف، مُردے کو دفنانے کے بعد چالیس قدم پر آکر دعا مانگنا یا نمازِ جنازہ کے فوراً بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا اور دفنانے کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر اذان دینا، ہر جمعرات کو روحوں کی واپسی کا عقیدہ، شبِ برات کی رسمیں، رجب کی بدعات (کونڈے، صلوٰۃ الرغائب وغیرہ) یومِ میلاد کا جلوس اور چراغاں وغیرہ، اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کا اضافہ، محفلِ میلاد میں صلاۃ وسلام کے وقت دست بستہ قیام، کیا یہ تمام اُمور بدعات نہیں ہے کیا انہیں دین اور ثواب کا کام سمجھ کر نہیں کیا جاتا ہے موصوف نے جو مثالیں دی ہیں۔ ان میں سے ایک تو تسبیح کی مثال ہے۔ تسبیح بجائے خود ایک امرِ دین نہیں، ایک آلۂ عدد ہے (یعنی گنتی شمار کرنے کی ایک چیز ہے) لیکن اس کے باوجود اس کے استعمال کی بابت علماء میں اختلاف ہے۔ کئی علماء اس کے استعمال کو بھی "بدعت" قرار دیتے اور اس کے استعمال سے روکتے ہیں۔

قرآنِ پاک کے ترجمے کی مثال بالکل غلط ہے۔ آخر قرآن کو سمجھانے کے لیے ہر علاقے کے علماء اپنی اپنی زبان استعمال کرتے ہیں۔ ترجمہ بھی اسی تفہیم کی ایک شکل ہے جو دین میں اضافہ نہیں بلکہ قرآن وحدیث ہی سے اس کا جواز مفہوم ہوتا ہے۔ یہ بدعت کے ذیل میں آتا ہی نہیں ہے۔

البتہ درسِ قرآن پاک کے حلقے سے حلقہ ہائے ذکر کا اثبات غلط ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کو خطاب فرماتے تھے تو قدرتی طور پر حلقہ بن ہی جاتا ہوگا لیکن آج کل ذکر کے جو مخصوص حلقے بنا لیے گئے ہیں، ان سے اس حلقۂ درسِ قرآن کا کیا تعلق ہے دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کا ایک حلقۂ ذکر ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے دیکھا تو اس پر بڑے غضب ناک ہوئے اور اسے "ضلالت" قرار دیا۔ چنانچہ یہ واقعہ سُنن دارمی میں موجود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہم یہ پورا واقعہ ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

قال ابو موسیٰ (الاشعری) رضی اللہ عنہ (لابن مسعود رضی اللہ عنہ) اِنّی رَاَیْتُ فِی المسجد انفاً اَمراً اَنکرتُہ ولم ارَ والحمدُ لِلّٰہِ خَیراً قال فما ھُوَ فقال اِنْ عِشْتَ فَسَتَرَاہُ قال رأیتُ فی المسجدِ قوماً حِلَقاً جلوساً ینتظرونَ الصَّلٰوۃ فی کُلِّ حَلْقَۃٍ رجلٌ وفی اَیْدِیْھِمْ حِصیً فیقول کَبِّرُوا مِائَۃً فیکبرُونَ مِائَۃً فیقول ھَلِّلُوْا مِائَۃً فَیُھَلِّلُوْنَ مِائَۃً ویقول سَبِّحُوا مِائَۃً فیُسَبِّحُوْنَ مائَۃً قال فما ذا قُلْتَ لھم قال ما قُلْتُ لھم شیئاً انتظارَ رأیِکَ او اَمرِکَ قال افلَا اَمَرْتَھُمْ اَنْ یَعُدُّوْا سیّاٰتِھِمْ وضَمِنْتَ لھم ان لا یُضِیعَ مِنْ حَسَنَاتِھِمْ ثُمَّ مَضٰی و مَضَیْنَا مَعَہُ حَتّٰی اَتٰی حَلْقَۃً مِّنْ تِلْکَ الحِلَقِ فَوَقَفَ علیھم فقال ما ھذا الذی اَرَاکُمْ تَصْنَعُوْنَ ؟ قالوا یا اَبَا عبدِ الرحمٰن حِصیً نَعُدُّ بہ التکبیرَ والتھلیلَ والتسبیح قال فَعُدُّوا سَیِّاٰتِکُمْ فَاَنَا ضَامِنٌ ان لا یضیع من حَسَنَاتِکُمْ شیْئٌ وَیْحَکُمْ یا اُمَّۃَ محمّدٍ مَا اَسْرَعَ ھَلَکَتَکُمْ ھٰؤلاءِ صحابۃُ نَبِیِّکُمْ صلّی اللہ علیہ وسلّم مُتَوَافِرُوْنَ وھٰذِہٖ ثیابُہ لَمْ تَبْلَ وَاٰنِیَتُہٗ لَمْ تُکْسَرْ والذی نفسی بیدِہٖ اِنَّکُمْ لَعَلٰی مِلَّۃٍ ھِیَ اَھْدیٰ مِنْ مِّلَّۃِ محمدٍ اَوْ مُفْتَتِحُوا بابَ ضَلَالَۃٍ قالوا واللہِ یا ابا عبدِ الرحمٰن مَا اَرَدْنَا اِلَّا الخَیْرَ۔ قال وکَمْ مِنْ مُّرِیدٍ لِلْخَیرِ لَنْ یُّصِیْبَہٗ ۔ ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم حَدَّثَنَا اِنَّ قوماً یقرءُوْنَ القرآنَ لا یُجَاوِزُ تراقِیَھُمْ وایْمُ اللہِ مَا اَدْرِیْ لَعَلَّ اکثرھم منکم ثم تَوَلّٰی عنھم فقال عَمْرُو بْنُ سلمۃَ رَاَیْنَا عَامَّۃَ اولٰئِکَ الحِلَقِ یُطَاعِنُوْنَا یَوْمَ النَّھْرَوَانِ مَعَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الْخَوَارِج (سنن دارمی، ص ۶۸ - ۶۹ ج ۱، باب فی کراہیۃ اخذ الرأی)

"امام دارمی یہ روایت لائے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاکر کہا: میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو گول دائروں (حلقوں) میں بیٹھے ہوئے دیکھا ہے جو نماز کا انتظار کر رہے تھے اور ان کے ہاتھوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں ہیں اور دائرے میں ایک آدمی ہے جو کہتا ہے سو مرتبہ اللہ اکبر کہو تو لوگ اس کی اقتدا میں اللہ اکبر کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہو پھر وہ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد وہ کہتا ہے سو مرتبہ سبحان اللہ کہو۔ پھر وہ سبحان اللہ کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ سن کر حضرت ابوموسیٰ اشعری سے کہا "تم نے یہ دیکھ کر ان کو کیا کہا؟" ابوموسیٰ اشعری نے جواب دیا "میں نے تو ان کو کچھ نہیں کہا۔ آپ کی رائے اور حکم کا منتظر ہوں۔" آپ نے فرمایا تم نے انہیں یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ اس کی بجائے وہ اپنے گناہوں کا شمار کریں اور نیکیاں ضائع نہ ہونے کی تم ان کو ضمانت دیتے۔ اس کے بعد عبداللہ بن مسعودؓ خود تشریف لائے اور ان حلقوں (گول دائروں) میں سے ایک حلقے کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا، تم یہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا۔ ابوعبدالرحمٰن (عبداللہ بن مسعود کی کنیت) ہم (ان کنکریوں کے ذریعے) تکبیر، تہلیل اور تسبیح گن رہے ہیں۔ فرمایا اس کے بجائے اپنے گناہ گنو۔ میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ تمہاری نیکیوں میں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہوگی۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔ اے اُمّتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم کس قدر جلدی ہلاکت کی طرف چل پڑے ہو، ابھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بڑی تعداد میں موجود ہیں اور آپؐ کے کپڑے بھی پرانے نہیں ہوتے اور نہ ابھی آپؐ کے برتن ٹوٹے ہیں (یعنی آپؐ کے انتقال کو زیادہ مدّت نہیں ہوئی) مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، یا تو تم نے کوئی ایسا دین دریافت کر لیا ہے، جس میں دینِ محمدؐ سے زیادہ ہدایت ہے یا تم گمراہی کے دروازے کھول رہے ہو؟ انہوں نے (یہ وِرد و وظیفہ کرنے والوں سے) کہا۔ انہوں نے کہا۔ اے عبدالرحمٰن خدا کی قسم ہماری نیت تو صرف نیکی حاصل کرنے کی ہے۔ تو جواب میں عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کتنے ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نیکی کی نیت سے عمل کرنے والے اُس سے محروم رہتے ہیں" (اس کے بعد انہوں نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کچھ لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے حلقوں سے تجاوز نہیں کرے گا" اللہ کی قسم! ایسے لوگ شاید تم ہی میں سے زیادہ ہوں" پھر آپ وہاں سے چلے گئے۔ حضرت عمرو بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ نہروان میں ان (حلقہ باندھ کر ذکر کرنے والوں) کی اکثریت خوارج کے ساتھ تھی اور ہم مسلمانوں پر تیر زنی کر رہی تھی"

اس واقعے میں دیکھ لیجئے کہ ایک جلیل القدر صحابیؓ رسول اُس حلقۂ ذکر کو بابِ ضلالت کھولنے کے مترادف قرار دے رہے ہیں۔ جسے موصوف سندِ جواز عطا کر رہے ہیں۔ ہم نے یہ پُورا واقعہ اسی لیے نقل کیا ہے کہ اس سے سُنّت و بدعت کی حقیقت واضح ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دین میں اپنی طرف سے کوئی طریقہ ایجاد کرنا بھی بدعت ہے۔ موصوف کی یہ دلیل حلقۂ ذکر کے اثبات میں کیسی مضحکہ خیز ہے کہ۔

"حلقہ بنا کر ذکر کرنا بدعت نہیں کیونکہ قرآن پاک میں بار بار ذکر کرنے کا حکم ہے اور حضور اکرمؐ کے دورِ مبارک میں ذکر ہوتا تھا"

اس طرزِ استدلال کو ذرا عام کر دیا جائے تو دین ایک بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائے گا۔ کل کلاں کو ایک شخص کہے کہ نماز پانچ وقت کے بجائے چھ وقت پڑھنی چاہیے۔ یا ظہر و عصر اور عشاء کے چار فرائض کے بجائے آٹھ فرض رکعتیں پڑھنی چاہئیں کیونکہ قرآن نے نماز کی بڑی تاکید کی ہے اور عہدِ رسالتؐ اور عہدِ صحابہؓ و تابعینؒ میں بڑی پابندی سے مسلمان فریضۂ نماز ادا کرتے تھے۔ زکوٰۃ ڈھائی فیصد کے بجائے پانچ فیصد ہونی چاہیے۔ کیونکہ قرآن نے زکوٰۃ کی بھی بڑی تاکید کی ہے۔ اور خلیفۂ اوّل نے منکرینِ زکوٰۃ سے جہاد کیا تھا۔ سچ فرمائیے صلاۃ و زکوٰۃ میں اضافے اور اس کے لیے نئے طریقے ایجاد کرنے کے لیے کیا یہ دلیل فی الواقع کوئی اہمیت رکھتی ہے کہ "قرآن میں اس کا بار بار ذکر ہے"۔؟

بار بار ذکر ہونے کا یہ مطلب کس طرح ہو گیا کہ اس کام کو آپ جس طرح چاہیں کر لیں؟ بار بار ذکر سے تو صرف اس کی اہمیت ہی معلوم ہوتی ہے نہ کہ اس سے نئے طریقے ایجاد کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی اجازت نکلتی ہے۔ اُسے کرنا تو اُسی طریقے سے پڑے گا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اس کی ساری اہمیّت اسی پیروی اتباعِ سُنّت میں ہی ہے۔ اگر یہی چیز (اتباعِ سُنّت) مفقود ہوگئی تو اس کی ساری اہمیّت ہی ختم ہوگئی۔ وہ سرے سے خیر ہی نہیں رہا۔ سراسر شَر بن گیا سُنّت نہیں بدعت ہوگیا اور ثواب کے بجائے گناہ کا کام ہوگیا۔

اس لیے محترم! بدعت کی وہ تعریف جو کہ آپ نے کی ہے یعنی:

"جو دین میں بالکل نئی ہو جس کا پہلے سرے سے وجُود ہی نہ ہو"۔

جامع و مانع نہیں۔ اسے جامع و مانع بنانے کے لیے بدعت کی تعریف میں یہ چیز بھی ماننی پڑے گی کہ:

اس کے اسباب و دواعی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجُود ہوں۔ اور کوئی خاص اَمر بھی مانع نہ ہو۔ اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اختیار نہ کیا ہو۔ تو وہ کام بدعت ہوگا۔ نیز اَمرِ مشرُوع و مسنُون میں بطور مبالغہ اضافہ بھی مُحدَث یعنی بدعت ہوگا۔

مثال کے طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی مسلمان مرتے رہے، ان کی مغفرت کے لیے قرآن خوانی کے لیے قرآن بھی موجود تھا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (باوجود اسباب و دواعی کے) مغفرت کے لیے نہ قُل شریف کیے نہ قرآن خوانی کی، صرف نمازِ جنازہ کا اہتمام کیا اور دفنانے کے بعد قبر پر کھڑے ہوکر مغفرت کی دعا کی۔ اِس اعتبار سے مُردے کی مغفرت کے لیے نمازِ جنازہ اور دعائے مغفرت بعد از تدفین کے علاوہ جو کچھ اب کیا جاتا ہے۔ مثلاً قل شریف، قرآن خوانی، تیجہ، ساتواں، چالیسواں، حیلۂ اسقاط وغیرہ یہ سب اُمُور محدثات (بدعات) ہوں گے۔ البتہ ایصالِ ثواب کے وہ طریقے اختیار کرنے جائز ہیں جو مختلف احادیث سے ثابت ہیں۔

اسی طرح کسی اَمرِ مشرُوع و مسنُون میں بطور تعبُّد مبالغۃً اضافہ بھی بدعت ہوگا۔ اس کی وضاحت کے لیے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور کا وہ واقعہ کافی ہے، جو احادیث میں تین شخصوں کا آتا ہے کہ ایک شخص نے ساری رات جاگ کر عبادت کرنے، دوسرے نے (بلاناغہ) ہمیشہ روزے رکھنے اور تیسرے نے شادی سے اجتناب کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ اور مقصد ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تینوں کا زیادہ سے زیادہ اللہ کی عبادت تھا لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے عزائم کا پتہ چلا تو آپ نے فرمایا کہ میں رات کو سوتا بھی ہوں اور تہجد وقت جاگ کر عبادت بھی کرتا ہوں، کبھی روزہ رکھ لیتا ہوں، کبھی ترک کر دیتا ہوں، میں نے شادیاں بھی کی ہیں اور حقوقِ زوجیت بھی ادا کرتا ہوں۔ اب تم نے جو مذکورہ عہد کیے ہیں، اگرچہ تمہارا مقصد ان سے اللہ کی زیادہ سے زیادہ عبادت ہی ہے لیکن یہ طریقے میری سُنّت کے خلاف ہیں۔ اور جو میری سُنّت سے اعراض کرے گا، اس کا کوئی تعلق مجھ سے نہیں ہے۔ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ (صحیح بخاری ومسلم مشکوٰۃ، ص ۲۷)

اِس حدیث سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ کسی بھی اَمرِ مشروع و مسنون میں مبالغہ کے طور پر بہ نیت تعبّد و تقرب جو بھی اضافہ کیا جائے گا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کے خلاف اور امرِ مُحدَث (بدعت) ہوگا۔

مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ کا صحیح مطلب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ صحیح طور پر سمجھنے میں اکثر لوگوں نے غلطی کی ہے ان کا خیال ہے کہ صرف کلمہ توحید کے زبانی اقرار سے دوزخ سے نجات اور جنت میں داخلے کا پروانہ مل جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ایسا سمجھنے والا اپنے آپ کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے کیونکہ نہ تو اس نے کلمہ توحید کو سمجھا اور نہ ہی اس پر غور و فکر کیا۔

کیونکہ کلمہ توحید کا حقیقتاً معنیٰ یہ ہے کہ تمام قسم کے معبودوں سے بے زاری کا اظہار کیا جائے اور ہر قسم کی عبادات کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ادا کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشا کے مطابق اس پر عمل کیا جائے۔ اب جو شخص عبادات میں اس کلمہ کے حقوق کی نگہداشت نہیں کرتا، یا چند عبادات کی ادائیگی تو کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ غیر اللہ کی پرستش بھی کرتا ہے جیسے فوت شدہ اولیاء اللہ کو پکارنا، اُن کے نام کی نذر ماننا، تو ایسا شخص حقیقتاً کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی بنیاد کو گراتا ہے۔ ایسے شخص کا دعویٰ اس کے لیے کوئی فائدہ مند نہ ہوگا اور نہ ہی اسے عذابِ الٰہی سے بچا سکے گا۔ اگر صرف زبان کا اقرار کافی ہوتا تو مشرکین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت نہ رکھتے اور نہ ہی ان سے جنگ کی نوبت آتی۔ (ہدایۃ المستفید ج ۱ ص ۲۴۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۳ — قادیانی سمیت غیر مسلموں کی طرف سے

غلط ترجمہ و تفسیر کی اشاعت کے سدِ باب کے لیے مسودہ قانون کی منظوری

ترجمہ و تفسیر کے لیے صحابہ کرام اور سلف کی تعبیر کو ضروری قرار دیا جائے

۱۹۸۷ء میں قومی اسمبلی نے ایک مسودہ قانون کی اتفاق رائے سے منظوری دی تھی جس کا مقصد قرآن کریم کے غلط ترجمہ و تفسیر کا سدِ باب تھا۔ بعد میں اس مسودہ قانون کا کیا حشر ہوا، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ تاہم یہ ایک اچھا مسودہ قانون تھا، جس کے متعلق اخبار میں پڑھ کر مسرت ہوئی تھی اور اس کی تائید درج ذیل اداریے میں کی گئی تھی، نیز اس کو مزید بہتر بنانے کے لیے کچھ تجاویز بھی پیش کی گئی تھیں، اس اداریے کی افادیت کے پیش نظر اسے بھی خبر سمیت کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔ پہلے خبر ملاحظہ فرمائیں، اس کے بعد ہماری گزارشات پر مبنی اداریہ (ص، ی)

اسلام آباد، ۱ ستمبر (نمائندہ خصوصی) آج قومی اسمبلی نے غیر مسلموں سے دین اسلام کو محفوظ رکھنے اور انہیں اپنے باطل عقائد کی نشر و اشاعت سے روکنے کے لیے ایک مسودہ قانون اتفاق رائے سے منظور کیا ہے۔ اس قانون کے تحت اب پاکستان بھر میں کوئی غیر مسلم (قادیانی بھی) قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر مسلمانوں کے ایمان و ایقان کے منافی اپنے عقائد کی ترویج کے لیے تیار کر کے شائع نہیں کر سکے گا اگر وہ ایسا کرے گا تو سزا کا مستوجب ہوگا ایوان نے مجلس قائمہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی طرف سے پیش کردہ اس ترمیمی مسودہ قانون کو منظور کر لیا اب اس کے تحت اگر کوئی غیر مسلم قرآن مجید کا ترجمہ کرے گا یا کسی آیت کریمہ کا مسلمانوں کے عقائد کے منافی ترجمہ اور تفسیر کرے گا تو وہ سزا کا مستوجب ہوگا حاجی محمد سیف اللہ خان وزیر مذہبی امور و اقلیت نے قرآن مجید کی طباعت میں اغلاط کی روک تھام کے قانون مجریہ ۱۹۷۳ء میں ترمیم کا بل پیش کیا اس بل پر تقریر کرتے ہوئے حاجی سیف اللہ خان نے کہا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ ویڈیو ریکارڈنگ صوتی و بصری کیسٹ کی تیاری میں اغلاط کو روکا جائے اور ایسے غیر مسلم مصنفوں کو سزا دی جا سکے جو قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر مسلمانوں کے ایمان و ایقان کے خلاف کریں اور اس کے ساتھ کیسٹ تیار کرنے والا ادارہ بھی مستوجب سزا ہوگا۔

(روزنامہ "نوائے وقت" ۱۸ ستمبر ۱۹۸۷ء)

یہ خبر آپ نے ملاحظہ فرمالی۔ بلاشبہ یہ ایک مفید اقدام ہے لیکن ہمارے خیال میں اس سے بھی زیادہ اُن تراجم و تفاسیر کا جائزہ لے کر ان کا احتساب کرنا ضروری ہے جو خود بعض مسلمانوں کی طرف سے شائع ہو رہی ہیں اور جن میں سلف کی مُسلّمہ اور متفقہ تعبیر کے خلاف اپنے گمراہانہ و مُبتدعانہ اور خود ساختہ مذہب کو ثابت کرنے کے لیے نہایت بے دردی کے ساتھ قرآن کریم کے مفاہیم و معانی میں تحریف سے کام لیا گیا ہے۔

آج کی اشاعت میں ہم ایک ترجمہ و تفسیر کے کچھ اقتباسات پیش کر کے اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہیں۔ اُمید ہے کہ مذکورہ مسودۂ قانون مرتب کرنے والے اس اہم پہلو کی طرف بھی اپنی عنانِ توجہ مبذول فرمائیں گے۔ لیجئے! چند مثالیں ملاحظہ ہوں ترجمہ ہے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا اور تفسیر ہے مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی۔

اس قرآن مجید کے حاشیے پر اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے تحت یہ لکھ کر کہ "استعانت خواہ بواسطہ ہو یا بے واسطہ، ہر طرح اللہ کے ساتھ خاص ہے حقیقی مُستعان وہی ہے، باقی آلات و خُدام و احباب وغیرہ سب عونِ الٰہی کے مظہر ہیں" مفسر مذکور لکھتے ہیں۔

"اس سے یہ سمجھنا کہ اولیاء و انبیاء سے مدد چاہنا شرک ہے، عقیدۂ باطلہ ہے، کیونکہ مقربانِ حق کی امداد امدادِ الٰہی ہے استعانت بالغیر نہیں (قرآن مجید مترجم مولانا احمد رضا خاں و تفسیر برحاشیہ او۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

از مولانا نعیم الدین مراد آبادی، ص ۳)

یعنی قرآن کریم کی جس آیت میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ استعانت بھی عبادت کی طرح صرف اللہ تعالےٰ کا حق ہے، جس طرح اللہ کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں (اگر کسی اور کی عبادت کی جائے گی تو وہ شرک کا ارتکاب ہوگا) اسی طرح استعانت (مافوق الاسباب طریقے سے مدد چاہنا) بھی اللہ کے سوا کسی اور سے جائز نہیں (اگر کسی اور سے ماورائے اسباب طریقے سے استعانت کی جائے گی تو وہ شرک ہوگا) اُسی آیت سے مذکورہ تفسیر میں شرک (یعنی فوت شدہ اولیاء و انبیاء سے ماورائے اسباب طریقے سے استعانت) کا جواز ثابت کرنے کی مذموم سعی کر کے تحریفِ معنوی کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

۲- اِسی تفسیری حاشیے میں وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ کے تحت لکھا ہے۔

"گیارہویں، فاتحہ، تیجہ، چالیسواں وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں کہ وہ سب صدقاتِ نافلہ ہیں۔" (ص ۴)

حالانکہ گیارہویں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خوشنودی کے لیے کی جاتی ہے اور اس میں یہ عقیدہ کارفرما ہوتا ہے کہ گیارہویں سے حضرت پیر صاحب خوش ہوں گے جس سے ہمارے کاروبار میں ترقی ہوگی، ہماری حاجات پیر صاحب پوری فرمائیں گے اور اگر ہم نے گیارہویں میں کوتاہی کی تو پیر صاحب ناراض ہوں گے جس سے ہمارا کاروبار ٹھپ ہو جائے گا اور ہماری حاجات پوری ہونے سے رہ جائیں گی۔ اس عقیدے کے تحت گیارہویں۔ اللہ کے لیے صدقۂ نافلہ نہیں۔ بلکہ نذر لغیر اللہ ہے جو ایک مُردہ بزرگ کو کائنات میں متصرف الامور سمجھ کر اس کی رضامندی کے لیے ادا کی جاتی ہے جو شرکِ صریح ہی کے ذیل میں آتی ہے۔ اس شرکِ صریح کو انفاق فی سبیل اللہ کے مفہوم میں داخل کرنا قرآن کریم کی بدترین تحریفِ معنوی ہے۔

اسی طرح فاتحہ، تیجہ اور چالیسواں وغیرہ کی رسمیں بھی ہندوؤں سے لی ہوئی مستعار رسمیں ہیں جن کا شریعتِ اسلامیہ میں کوئی ثبوت نہیں، ان کو دین کا حصّہ یا ثواب سمجھ کر کرنا بدعت اور احداث فی الدین ہے۔ ان بدعات کو بھی اِنفاق فی سبیل اللہ میں داخل کرنا تحریفِ معنوی ہے۔ میت کے لیے ایصالِ ثواب کرنا جائز اور درست ہے لیکن اس کے لیے کسی دن کی تخصیص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور ساری برادری کو جمع کرنے کا کوئی شرعی ثبوت نہیں ہے۔ میت کے ایصالِ ثواب کے لیے اگر صدقہ کرنا ہو تو بلا تخصیصِ یوم صدقہ کیا جائے اور اسے برادری کے افراد کے بجائے غربا و مساکین پر تقسیم کیا جائے۔

وَمِنَ النَّاسِ کی تفسیر کرتے ہوئے حاشیے میں یہ "نکتہ آفرینی" کی گئی ہے۔

"اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو بشر کہنے میں اس کے فضائل و کمالات کے انکار کا پہلو نکلتا ہے، اس لیے قرآنِ پاک میں جا بجا انبیائے کرام کو بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا ہے۔ اور درحقیقت انبیاء کی شان میں ایسا لفظ ادب سے دُور اور کفار کا دستور ہے۔" ص ۵

اس حاشیے میں تین باتیں کہی گئی ہیں۔

۱۔ کسی کو بشر کہنا اس کے فضائل و کمالات کا انکار ہے۔

۲۔ قرآن میں جا بجا انبیائے کرام کو بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا ہے۔

۳۔ انبیاء کو بشر قرار دینا اور کہنا کفار کا دستور ہے۔

حالانکہ یہ تینوں باتیں قرآنِ کریم کی نصوصِ صریحہ کے خلاف ہیں۔

۱۔ قرآن کریم میں واضح الفاظ میں بہ تکرار بشریتِ انبیاء کا اثبات کیا گیا ہے۔ اگر اثباتِ بشریت میں فضائل و کمالات کا انکار ہے تو قرآن کریم میں انبیاء کی بشریت کو اتنے زور دار الفاظ میں کیوں بیان کیا گیا ہے؟ قرآنِ کریم کے اس اندازِ بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو بشر ماننے میں (جیسا کہ فی الواقع وہ ہیں) نہ ان کی سُوءِ ادبی ہے نہ ان کے فضائل و کمالات کا انکار ہے۔ بلکہ انبیاء کا اصل اعزاز اور کمال ہی ان کی بشریت میں ہے نہ کہ ان کی بشریت سے انکار کرنے میں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ان کی بشریت کو خوب نمایاں کر کے بیان کیا ہے۔ کیونکہ کفار یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھے کہ ایک بشر بھی انسانوں کا ہادی اور رہبر بن سکتا ہے؟ ان کا خیال تھا کہ نبوت کے لیے کوئی غیر انسانی مخلوق ہونی چاہیے اور جس شخص نے ان کے سامنے دعویٰ نبوت کیا ہوتا تھا وہ چونکہ انہی کی قوم کا ایک فرد ہوتا تھا جس کے خاندان اور نسب کو وہ جانتے ہوتے تھے، اس لیے وہ سمجھتے تھے کہ یہ تو ہماری ہی قوم کا فرد ہے، ہمارا ہی رشتے دار اور قرابت مند ہے اور ہماری ہی طرح کھاتا پیتا، بازاروں میں چلتا پھرتا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انسانی حاجات کا پابند ہے۔ یہ نبی کیوں کر ہو سکتا ہے؟ یہ ہمارا ہادی اور رہبر کس طرح ہو سکتا ہے؟ اور پیغمبری کے شرف و کمالات سے کیوں کر بہرہ ور ہو سکتا ہے؟ اس لیے انہوں نے ایک "لبشر" کو "نبی اور رسول" ماننے سے انکار کر دیا اور یوں کافر قرار پائے۔ اس حقیقت کو قرآن کریم نے بایں الفاظ بیان فرمایا۔

فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا (التغابن-٦)

"ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لاتے تو بولے کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے تو کافر ہوئے۔" (ترجمہ از مولانا احمد رضا خاں بریلوی)

ترجمہ بھی ہم نے مولانا بریلوی کا نقل کیا ہے' اسے دیکھ لیجئے اور مذکورہ حاشیے میں جو دعوے کیا گیا ہے' اسے دیکھ لیجئے اور قرآن کریم سے فیصلہ لے لیجئے کہ انبیاء علیہم السلام کو لبشر ماننا اور کہنا کفر ہے یا ایک "بشر" کو نبی اور رسول ماننے سے انکار کفر ہے ؟ ع

بس اِک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

قرآن کریم کی اس آیت پر اسی ترجمہ احمد رضا خاں پر جو حاشیہ مراد آبادی ہے۔ ذرا وہ بھی ملاحظہ فرما لیجئے کہ کس طرح خود اپنے موقف کی تردید کر دی ہے ؟ فرماتے ہیں۔

"یعنی انہوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا اور یہ کمال بے عقلی و نافہمی ہے پھر بشر کا رسول ہونا تو نہ مانا اور پتھر کا خدا ہونا تسلیم کر لیا۔" (قرآنِ مذکور ص ۸۸۸)

کیا طرفہ تماشا ہے کہ کفار کی یہی "کمالِ بے عقلی و نافہمی" اب بریلوی علماء کا مسلک قرار پا گئی ہے اور انبیاء علیہم السلام کے فضائل و کمالات کا سارا انحصار بھی اب اسی "کمالِ بے عقلی و نافہمی" پر رہ گیا ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ سچ ہے ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

۲- یہ دعویٰ کہ

"قرآنِ پاک میں جا بجا انبیائے کرام کو لبشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا ہے" قرآنِ پاک پر بہت بڑا اتہام ہے۔ "جا بجا" تو کجا کسی ایک مقام پر بھی قرآن میں یہ نہیں کہا گیا ہے۔ البتہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے برعکس یہ ضرور کہا گیا ہے کہ کفار کے لیے یہ بات بڑی استبعاد والی تھی کہ ایک "بشر" بھی رسالت و نبوت کی بلندیوں پر سرفراز ہو سکتا ہے۔ اس لیے انہوں نے "بشر" کو رسول اور ہادی ماننے سے انکار کر کے کفر کا راستہ اختیار کیا۔ جس طرح کہ سورۃ تغابن کی مذکورہ آیت میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔

اس "مفسر قرآن" کی یہ جسارت کس قدر شوخ چشمانہ ہے کہ قرآن کریم کا نام لے کر وہ بات اس کی طرف منسوب کر رہا ہے جو قرآن کریم میں کہیں نہیں ہے تحریف معنوی کی اس سے بدتر مثال بھی کوئی اور ہو سکتی ہے؟

۳۔ یہ دعویٰ کہ ——— "انبیاء کو بشر کہنا کفار کا دستور ہے"۔

یہ بھی قرآن کریم پر اتہام اور قرآن کریم کی تحریف معنوی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کفار بشریت انبیاء کا ذکر کیوں کرتے تھے؟ اس کی وضاحت بھی قرآن کریم میں ملتی ہے یا نہیں؟ اگر اس کی وجہ ملتی ہے تو وہ کیا ہے؟ کیا وہ اس کے علاوہ بھی کچھ اور ہے کہ وہ نبوت و بشریت کو متضاد سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ایک "بشر" رسول نہیں ہو سکتا یا کم از کم اسے بشر نہیں ہونا چاہیے (جیسا کہ مذکورہ مفسر اور ان کے ہم عقیدہ لوگوں کا بھی خیال ہے) ان کے اس استبعاد کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی زبان سے ان کی "بشریت" کا اثبات فرمایا اور بار بار اس نکتے کی وضاحت فرمائی۔ یوں گویا انبیاء کو بشر کہنا اللہ تعالیٰ اور خود انبیاء کا دستور رہا ہے۔ کفار کا دستور قطعاً نہیں رہا ہے کیونکہ وہ تو ان کو نبی مانتے ہی نہیں تھے، وہ تو بریلوی دوستوں کی طرح یہی کہتے رہے کہ "بشر" رسول ہو ہی نہیں سکتا۔ گویا انبیاء کو بشر کہنا کفار کا دستور نہیں بلکہ کسی "بشر" کو رسول ماننے سے انکار کرنا کفار کا دستور رہا ہے۔

اب یہ ہمارے دوست خود ہی سوچ لیں کہ کفار کے دستور کو کس نے اپنا "عقیدہ" بنا رکھا ہے ع

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

ان چند مثالوں سے ہی واضح ہے کہ مذکورہ تفسیر میں تفسیر کے نام سے کس طرح حقائق قرآنی کا انکار کیا گیا ہے ——— اس لیے ہم مسودہ قانون مرتب کرنے والے چار گروں سے عرض کریں گے کہ وہ اس کا بھی کوئی علاج سوچیں کہ آستین کے سانپ ان غیر مسلموں سے زیادہ خطرناک ہیں جن کے لیے آپ نے مسودہ قانون مرتب کیا ہے۔

اور اس کا ایک ہی حل اور علاج ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر کے لیے سلف صالحین (یعنی صحابہ کرام) کے منہاج اور تعبیر کو ضروری قرار دیا جائے۔ (ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" لاہور ۹ اکتوبر ۱۹۸۷ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

——۱۴——

حضرت بلالؓ سے منسوب
ایک واقعہ کی تحقیق اور مسئلہ وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ماہنامہ "منہاج القرآن" اور "رضائے مصطفےٰ" کے جواب میں

ماہنامہ "منہاج القرآن" لاہور (شمارہ نومبر ۱۹۸۷ء) اور ماہنامہ "رضائے مصطفےٰ" گوجرانوالہ (شمارہ جنوری ۱۹۸۸ء) میں محدث ابن عساکر کے حوالے سے حضرت بلالؓ کا ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ ملک شام چلے گئے تھے تقریباً چھ ماہ بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی تو آپ نے فرمایا (اس کے بعد پوری روایت "منہاج القرآن" کے مطابق حسب ذیل ہے)

"ما هذه الجفوة يا بلال اما ان لك ان تزورني يا بلال"

"اے بلالؓ تو نے ہمیں ملنا چھوڑ دیا کیا ہماری ملاقات کو تیرا جی نہیں چاہتا"

خواب سے بیدار ہوتے ہی اونٹنی پر سوار ہو کر لبیک یا سیدی یا رسول اللہ کہتے ہوئے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے مسجد نبوی میں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈھنا شروع کیا کبھی مسجد میں تلاش کرتے اور کبھی حجروں میں جب نہ پایا تو: فاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ و سلم۔

آپ کی قبر انور پر سر رکھ کر رونا شروع کر دیا۔

اور عرض کی یا رسول اللہ آپ نے فرمایا تھا کہ آکر مل جاؤ غلام حلب سے حاضر ہے۔ یہ کہہ کر بے ہوش ہو گئے اور مزار پر انوار کے پاس گر پڑے کافی دیر بعد ہوش آیا۔ اتنے میں سارے مدینے میں اطلاع ہو گئی کہ مؤذن رسول حضرت بلالؓ آئے ہیں۔ مدینہ طیبہ کے بوڑھے جوان، مرد عورتیں، اور بچے اکٹھے ہو گئے اور عرض کی کہ ایک دفعہ وہ اذان سنا دو جو محبوب خدا کو سناتے تھے آپ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فرمایا میں معذرت خواہ ہوں کیونکہ میں جب اذان پڑھتا تھا تو اشھد ان محمدًا رسول اللہ کہتے وقت آپ کی زیارت سے مشرف ہوتا تھا۔ آپ کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا تھا۔ اب کسے دیکھوں گا؟

بعض صحابہ نے مشورہ دیا کہ حسنین کریمین رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے عرض کی جائے جب وہ حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو اذان کے لیے کہیں گے تو وہ انکار نہ کر سکیں گے۔ ایک صاحب جا کر شہزادوں کو بلا لائے، امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بلالؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

یا بلال نشتھی نسمع اذانك الذی کنت تؤذن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد۔

"بلال آج ہمیں وہی اذان سناؤ جو ہمارے نانا جان کو سناتے تھے۔"

بلالؓ کو انکار کا یارا نہ رہا لہٰذا اسی مقام پر کھڑے ہو کر اذان دینا شروع کی جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں دیتے تھے بعد کی کیفیات روایت میں یوں بیان ہوئی ہیں۔

فلما ان قال اللہ اکبر اللہ اکبر ارتجت المدینۃ فلما ان قال اشھد ان لا الہ الا اللہ ازدادت وفلما ان قال اشھد ان محمدًا رسول اللہ خرج العواتق خدورھن وقالوا بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فمارئی یوم اکثر باکیا ولا باکیۃ بالمدینہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ذالك الیوم (ابن عساکر)

"جب آپ نے بآواز بلند اذان کے ابتدائی کلمات ادا کرنے شروع کیے تو اہلِ مدینہ سسکیاں لے لے کر رونے لگے آپؓ جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے جذبات میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ جب اشہد ان محمدًا رسول اللہ کے کلمات پر پہنچے تو تمام لوگ حتیٰ کہ پردہ نشین خواتین بھی گھروں سے باہر نکل آئیں سبھی یوں تصور کرنے لگے جیسے رسولِ خدا دوبارہ تشریف لے آئے ہیں۔ (رقت و گریہ زاری کا عجیب منظر تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اہلِ مدینہ پر اس دن سے بڑھ کر اتنی رقت کبھی طاری نہیں ہوئی۔" ("منہاج القرآن" مذکور، ص ۱۷-۱۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت بلال رضؓ کے واقعہ مذکور کی تحقیق

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ اذان کسی مستند روایت سے ثابت نہیں جس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے "الاصابۃ" میں حضرت بلال کے ترجمہ میں اس واقعے کا سرے سے کوئی ذکر نہیں کیا۔ صرف یہ لکھا ہے۔

خرج بلالؓ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مجاھدا الی ان مات بالشام (الاصابۃ- ج ۱،ص ۱۶۵)

"حضرت بلالؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بغرضِ جہاد مدینہ سے چلے گئے تھے، یہاں تک کہ شام میں وفات پا گئے۔"

۲۔ صحابہ کے حالات میں دوسری کتاب حافظ ابن عبدالبر کی "الاستیعاب" ہے، اس میں بھی اس واقعے کا کوئی ذکر نہیں ہے، البتہ اس میں بغرضِ جہاد مدینے سے جانے کی روایت قدرے مفصل ہے، جس کے الفاظ اس طرح ہیں۔

فلما مات النبی اراد ان یخرج الی الشام فقال له ابوبکر بل تکون عندی فقال ان کنت اعتقتنی لله عزوجل فذرنی اذھب الی الله عزوجل فقال اذھب فذھب الی الشام فکان بھا حتی مات (الاستیعاب برحاشیہ "الاصابۃ" ج ۱،ص ۱۴۴)

"جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو حضرت بلالؓ نے ملکِ شام جانے کا ارادہ کیا، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ "تم میرے ہی پاس رہو" حضرت بلالؓ نے کہا "اگر آپ نے مجھے اللہ کے لیے آزاد کرایا تھا تو مجھے اللہ عزوجل کی طرف جانے کے لیے چھوڑ دیجئے" (یعنی اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے جانے دیجئے) آپ نے یہ بات سن کر ان کو جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت بلال شام چلے گئے اور وہیں رہے حتیٰ کہ وفات پا گئے۔"

۳۔ صحابۂ کرامؓ کے حالات میں تیسری کتاب "اُسد الغابۃ" ہے۔ اس کتاب میں حافظ ابن الاثیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے یہ واقعہ نقل کیا ہے، لیکن بغیر سند کے (دیکھیے "اسد الغابۃ" ج ۱، ص ۲۰۷-۲۰۸)

البتہ یہ واقعہ حافظ ذہبیؒ نے "سیر اعلام النبلاء" میں باسند نقل کیا ہے اور آخر میں اس کی بابت یہ فیصلہ دیا ہے

اسنادہ لین و ھو منکر

"اس کی سند کمزور اور منکر (ناقابل اعتبار) ہے۔" (سیر اعلام النبلاء، ج ۱، ص ۳۵۸)

گویا حافظ ذہبی نے یہ فیصلہ کر دیا کہ سند کے اعتبار سے یہ روایت کسی کام کی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ملا علی قاری حنفیؒ نے بھی اس کا ذکر اپنی موضوعات کی کتاب میں کیا ہے اور اس کی بابت کہا ہے۔

ان قصة رحيل بلالٍ ثم رجوعه الى المدينة بعد رؤيته عليه الصلوٰة والسلام فى المنام واذا نه بها وارتجاج اهل المدينة لا اصل له وهى بيّنة الوضع (الاسرار المرفوعة فى الاخبار الموضوعة۔ ص ۴۱۳، طبع بیروت، ۱۹۷۱ء)

"حضرت بلالؓ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں دیکھ کر مدینہ واپس آکر اذان دینا اور اہل مدینہ کا اس پر آہ و بکا کرنا، یہ سب بے اصل ہے اور اس کا من گھڑت ہونا بالکل واضح ہے۔"

جناب پروفیسر طاہر القادری صاحب نے "الصّلات والبشر فی الصلوٰۃ علیٰ خیر البشرؐ" سے یہ روایت نقل کی ہے اور "الصلات" میں ابن عساکر کے حوالے سے درج کی گئی ہے لیکن ابن عساکر کی تاریخ کا جو خلاصہ "تہذیب تاریخ ابن عساکر" کے نام سے مطبوعہ ہے اس میں اگرچہ حضرت بلال کا ترجمہ خاصے شرح و بسط سے موجود ہے لیکن یہ روایت اس میں درج نہیں ہے (دیکھئے ج ۳، ص ۳۰۱-۳۱۵)

گویا جس محدّث کے حوالے سے یہ روایت نقل ہوتی آئی ہے، اس کی مطبوعہ کتاب میں یہ روایت ہی نہیں ہے۔

بہر حال سند کے اعتبار سے یہ روایت قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ پروفیسر صاحب مذکور اپنے ہم عصر بریلوی علماء میں علم و فضل کے اعتبار سے ممتاز سمجھے جاتے ہیں، انہیں اس قسم کی روایات بیان کرنے سے گریز کرنا چاہیے جو سنداً ثابت نہیں ہیں، تاکہ ان کا علمی مقام مجروح نہ ہو۔

علاوہ ازیں جب روایت ہی پایۂ اعتبار سے ساقط ہے تو اس سے صاحبِ قاموس (مجد الدین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محمد بن یعقوب فیروز آبادی) نے زیارتِ روضۂ رسولؐ پر جو استدلال کیا ہے' اور جسے پروفیسر صاحب موصوف نے خاص طور پر نمایاں کر کے بیان کیا ہے' وہ استدلال بھی محلِ نظر ہی قرار پاتا ہے۔ اسی طرح "رضائے مصطفےٰ" کے مضمون نگار نے بھی اس سے کئی باتوں پر استدلال کیا ہے۔ مثلاً

- استحبابِ زیارتِ روضۂ اقدس۔
- زیارتِ قبرِ نبوی کی نیت سے سفر کرنا۔
- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بحیاتِ حقیقی زندہ و مختار و متصرف ہونا اور پھر اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ بریلوی مسلک حق اور نجدی وہابی مذہب باطل ہے جو شانِ رسالت و حدیث ما انا علیہ و اصحابی کے مخالف ہے ("رضائے مصطفےٰ" ص ۸)

جہاں تک روضۂ اقدس کی زیارت کی بات ہے' اس کے استحباب میں کوئی اختلاف نہیں۔ اہلِ حدیث بھی قبرِ نبویؐ کی زیارت کو مستحب سمجھ کر جاتے ہیں اور اس کے قائل و عامل ہیں۔

اختلاف ہے تو دوسری بات میں ہے کہ تقرُّباً زیارتِ قبرِ نبویؐ کی نیت سے سفر کر کے جانا صحیح ہے یا نہیں؟ کیونکہ ایسا سفر حدیثِ رسولؐ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَۃِ مَسَاجِدَ الحدیث کے خلاف ہے۔ اس حدیث کی رُو سے تقرُّب کی نیت سے صرف مسجد حرام (خانہ کعبہ) مسجدِ نبویؐ اور مسجدِ اقصےٰ (بیت المقدس) کا سفر کرنا جائز ہے' ان کے علاوہ کسی اور جگہ کا تقرُّبی سفر صحیح نہیں۔

"رضائے مصطفےٰ" کے مضمون نگار نے مذکورہ واقعۂ بلالؓ سے استدلال کرتے ہوئے مذکورہ حدیثِ صحیح کے خلاف' نہ صرف زیارتِ نبویؐ کی نیت سے سفر کو جائز قرار دیا ہے بلکہ اس پر "اجماعِ صحابہ" کا دعویٰ بھی کر دیا ہے۔ حالانکہ جس مذکورہ روایت پر اتنا بڑا دعویٰ کیا گیا ہے' وہ روایت ہی سرے سے ثابت نہیں گویا ع

شاخِ نازک پہ جو آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہو گا

"اجماعِ صحابہ" تو بعد کی بات ہے پہلے واقعے کا صحیح ثبوت تو مہیا فرمائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت بلالؓ کا مکہ شام جا کر مدینہ واپس آنا کسی بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ صحیح روایات کی رُو سے آپ شام جانے کے بعد واپس نہیں آئے اور وہیں انتقال فرما گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"ضیائے مصطفےٰ" کے مضمون نگار نے متعدد حوالے بیان کیے ہیں لیکن کسی بھی حوالے میں یہ واقعہ سند کے ساتھ بیان نہیں ہوا ہے۔

سب میں بغیر سند کے بیان ہوا ہے۔ اس لیے جب تک مُسلّمہ اصولِ حدیث کے مطابق روایت کی پُوری سند اور سلسلۂ سند کے تمام رُواۃ کی ثقاہت اور سند کا اتصال ثابت نہیں کر دیا جائے گا، اس سے استدلال صحیح نہ ہوگا۔

باقی رہا اس سے حیاتِ حقیقی پر استدلال ہے اور پھر مختار و متصرف ہونا؟ یہ دونوں باتیں قرآن و حدیث کے نصوصِ صریحہ کے بالکل خلاف ہیں۔ بریلوی حضرات اس قسم کی بے سر و پا روایات کی بنیاد پر اگر اس قسم کے عقیدے رکھتے ہیں تو یہ عقیدے انہی کو مبارک ہوں لیکن کوئی سچا مسلمان قرآن و حدیث کے خلاف عقیدہ گوارا نہیں کر سکتا تا آنکہ اس کے ثبوت میں کوئی محکم، واضح اور دو ٹوک دلیل پیش نہیں کر دی جاتی۔

www.KitaboSunnat.com

الحمد للہ وفات الانبیاء کے مسئلے پر ہم اپنے اُن ادارتی کالموں میں ضروری بحث کر چکے ہیں جو "ضیائے حرم" میں شائع شدہ مضمون کے جواب میں ہے جسے قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں جس سے مسئلہ کی نوعیت واضح ہو جاتی ہے۔

وفات النبیؐ پر "منہاج القرآن" کی پیش کردہ روایات

تاہم اتمامِ حجت کے طور پر ہم مزید حوالے خود بریلوی مکتبِ فکر کے ترجمان ماہنامہ "منہاج القرآن" سے بمصداق، "جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے" پیش کرتے ہیں۔ لیجئے ملاحظہ فرمائیے اور دیکھیے کہ مُسلّمات کا کس دیدہ دلیری سے انکار کیا جا رہا ہے۔ ع

ایں کار از تو آید و "مرداں" چنیں کنند!

۱۔ امام شعبیؒ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ ایک دن انہوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

واللہ یا رسُول اللہ لانت احب الیّ من نفسی ومالی وولدی

واھلی ولولا انی اتیک فاراك لرایت ان اموت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"خدا کی قسم یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے اپنی جان، مال، اور اہل سے زیادہ محبوب ہیں۔ اگر میں آکر آپ کی (روزانہ) زیارت نہ کر پاؤں تو میری موت واقع ہو جائے۔"

یہ عرض کرنے کے بعد وہ انصاری صحابی زار و قطار رو پڑے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کی وجہ پوچھی تو یوں گویا ہوئے۔

بکیت ان ذکرت انك ستموت و نموت فترفع مع النبیین ونکون نحن ان دخلنا الجنة دونك فلم یجب النبی صلی اللہ علیه وسلم الیه فانزل اللہ الآیة ومن یطع اللہ والرسول فاُولئك مع الذین انعم اللہ علیهم۔

(المواہب اللدنیہ ۲ - ۹۴)

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ایک دن آپ دنیا سے تشریف لے جائیں گے اور ہم پر بھی موت آجائے گی۔ جنّت میں آپ انبیاء علیہم السّلام کے ساتھ بلند درجات پہ فائز ہوں گے اور ہم اگر جنّت میں گئے بھی تو آپ کے درجہ سے کہیں دُور ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی جواب نہ دیا تو اللہ پاک نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

ومن یطع اللہ والرسول فاولئك مع الذین انعم۔ الآیۃ۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

حیاتی خیر لکم و موتی خیر لکم (الشفاء ۱-۱۹)

"میری ظاہری حیات اور میرا وصال[1] دونوں تمہارے لیے باعثِ خیر ہیں۔"

دوسرے مقام پر اس کی حکمت ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

اذا اراد اللہ رحمة بامة قبض نبیها قبلها فجعله لها

---

[1] موت کو موت ہی کہنا چاہیے، اصل عربی لفظ بھی یہی ہے۔ موت کو "وصال" سے تعبیر کرنے میں عقیدے کی وہی غلطی کارفرما ہے کہ مقربانِ بارگاہِ الٰہی کو موت نہیں آتی صرف دنیا سے ظاہری پردہ فرما جاتے ہیں اور اللہ سے جا ملتے ہیں۔ "وصال" کے لفظی معنی بھی ملنے کے ہی ہیں۔ اس لیے موت کو "وصال" سے تعبیر کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے (ص۔ی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فرطا و سلفها و اذا اراد هلكة امة عذبها ونبيها حي
فاهلكها و هو ينظر فاقر عينيه بهلكتها حين كذبوه
وعصوا امره (المسلم)

"جب اللہ تعالےٰ کسی اُمّت پر اپنا خاص کرم کرنے کا ارادہ فرمالیتا ہے تو اس اُمّت کے نبی کو وصال عطا کرکے اس امّت کے لیے شفاعت کا سامان کر دیتا ہے اور جب کسی اُمّت کی ہلاکت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی ظاہری حیات میں ہی عذاب میں مبتلا کرکے ہلاک کر دیتا ہے اور اس اُمّت کی ہلاکت کے ذریعے اپنے پیارے نبی کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرماتا ہے۔"

مذکورہ حدیث میں لفظ فرط کی تشریح کرتے ہوئے ملّا علی قاری لکھتے ہیں۔

اصل الفرط هو الذي يتقدم الواردين فيهيئ لهم ما يحتاجون اليه عند نزولها في مناز لهم ثم استعمل لشفيع فيمن خلفه۔

"فرط کسی مقام پر آنے والوں کی ضروریات اُن کی آمد سے پہلے مہیّا کرنے والے شخص کو کہا جاتا ہے۔ پھر اپنے بعد آنے والے کی سفارش کرنے والے کے لیے مستعمل ہونے لگا۔"

اس امّت پر اللہ تعالےٰ کی کتنی بڑی عنایت ہے کہ آخرت میں پیش ہونے سے پہلے اس کے لیے حضور علیہ السلام کو شفیع بنا دیا گیا۔ اسی لیے آپ نے فرمایا میرا وصال بھی تمہارے لیے رحمت ہے۔ جب یہ بات طے پا گئی کہ امّت کے حق میں دونوں رحمت ہیں تو اب دیکھنا یہ ہے کہ ان دونوں میں نعمتِ عظمےٰ کون سی ہے؟ تو ظاہر ہے کہ آپؐ کی دنیا میں تشریف آوری اُمّت کے حق میں ایسی عظیم نعمت ہے کہ اس کے ذریعے ہی دوسری نعمت حاصل ہوئی۔

امام جلال الدین سیوطیؒ مذکورہ سوال کا جواب دیتے ہوئے اصولِ شریعت بیان کرتے ہیں کہ

وقد امر الشرع بالعقيقة عند الولادة وهي اظهار شكر وفرح بالمولود ولم يامر عند الموت بذبح ولا بغيره بل نهى عن النياحة واظهار الجزع فدلت قواعد الشريعة على انه يحسن في هذا الشهر اظهار الفرح بولادته صلى الله عليه وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دون اظہار الحزن فیہ بوفاتہ۔ (حسن المقصد فی عمل المولد فی الحاوی للفتاویٰ ۱۹۳۱)

"شریعت نے ولادت کے موقعہ پر عقیقہ کا حکم دیا ہے اور یہ بچے کے پیدا ہونے پر اللہ کے شکر اور خوشی کے اظہار کی ایک صورت ہے لیکن موت کے وقت ایسی کسی چیز کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ نوحہ جزع وغیرہ سے منع کر دیا ہے۔ شریعت کے مذکورہ اصول کا تقاضا ہے کہ ربیع الاوّل شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر خوشی کا اظہار کیا جائے نہ کہ وصال پر غم۔"

اسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے مفتی عنایت احمد کاکوروی حرمین شریفین کے حوالے سے لکھتے ہیں

"علماء نے لکھا ہے کہ اس محفل میں ذکر وفات شریف نہ چاہیے۔ اس لیے کہ یہ محفل واسطے خوشی میلاد شریف کے منعقد ہوتی ہے۔ ذکر غم جانکاہ اس میں محفل نازیبا ہے حرمین شریفین میں ہرگز عادت ذکر قصہ وفات کی نہیں ہے"۔ (تواریخ حبیب الٰہ، ۱۵)

(ماہنامہ "منہاج القرآن" لاہور۔ نومبر ۱۹۸۷ء)

"منہاج القرآن" کی اصل روایات پر غور فرمایئے اس کے ترجمے کو نہ دیکھئے۔ جہاں موت اور وفات کے لفظ کا ترجمہ ہر جگہ "وصال" سے کیا گیا ہے۔

پہلی روایت میں صحابی فرماتے کہ یہ تصوّر کہ آپ "عنقریب موت سے ہمکنار ہو جائیں گے"۔ (سَتَمُوْتُ) اور جنّت میں بلند درجات پر فائز ہو جائیں گے۔ اس کے جواب میں حضورؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ نہیں، تم غلط سمجھے ہو، مجھے تو موت ہی نہیں آئے گی۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اہلِ ایمان کو تسلّی دے دی کہ آپؐ کو موت تو بلا شبہ آئے گی لیکن نیک لوگوں کو جنت میں آپ کی رفاقت نصیب ہوگی۔ اللّٰھم اجعلنا منھم۔

دوسری روایت کے الفاظ میں آپؐ نے فرمایا "میری زندگی بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔ اور میری موت بھی تمہارے لیے بہتر ہے"۔

دیگر اقتباسات میں بھی قَبَضَ نَبِیَّھَا (اپنے نبی کی رُوح قبض کر لیتا ہے) دُون اظہار الحزن بوفاتہ (آپؐ کی وفات پر اظہارِ حُزن نہیں کرنا چاہیے)۔ ذکر وفات شریف، ذکر قصہ وفات۔ وغیرہ، کس تکرار اور صراحت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موت اور وفات کا ذکر آیا ہے۔ ان تمام روایات و اقتباسات میں وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صراحت قرآن و حدیث کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عین مطابق ہے۔ ترجمہ میں اس مفہوم کو غیر واضح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ پروفیسر طاہر القادری صاحب نے اپنے طور پر کوشش کی ہے جو حقیقت میں ع کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے' ہی کی آئینہ دار ہے۔ بہر حال ان روایات و اقتباس کو ان دلائل قرآن و حدیث کی روشنی میں آپ ملاحظہ فرمائیں جو گزشتہ صفحات میں شائع ہو چکے ہیں تو مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔

ان دلائل واضحہ کے بعد "رضائے مصطفےٰ" کا یہ دعوے کہ بریلوی حضرات کا مسلک صحیح ہے اور وہ ما انا علیہ واصحابی کا مصداق ہیں، ایک مجنوں کی بڑ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ بھلا جو لوگ قرآن و احادیث صحیحہ کی نصوص صریحہ کے خلاف من گھڑت عقائد و اعمال اپنائے ہوئے ہوں، وہ کیوں کر مَا اَنَا علیہ واصحابی کا مصداق ہو سکتے ہیں ؟ وہ تو مَنْ اَحْدَثَ فِی اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ (متفق علیہ) کے مصداق مردود اور خائب و خاسر ہیں نہ کہ صحابہ کرام کی صحیح روش پر چلنے والے ہیں۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراطٍ مستقیم۔

(ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" لاہور۔ ۲۲ جنوری ۱۹۸۸ء)

کمال اخلاص، شرک کو ترک کیے بغیر ممکن نہیں

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ (لقمان-۲۲) ——— جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دے اور عملاً وہ نیک ہو اس نے فی الواقع ایک بھروسے کے قابل سہارا تھام لیا۔

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"جس شخص نے اپنے آپ کو صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا دیا ہے یعنی اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کر لیا اور اس کے احکام سے سرمو انحراف نہ کرنے کا عہد کر لیا اور اس کی نازل کردہ شریعت کی پیروی کے لیے کمربستہ ہو گیا۔ اسی لیے تو اس کی دوسری صفت یہ بیان کی کہ "وھو محسن" یعنی اپنے عمل و کردار اور اس کے احکام کی پیروی اور اس کے منع کردہ امور سے اجتناب کرنے پر کمربستہ ہو گیا۔

پس یہ آیت کریمہ اس بات کی شاہد ہے کہ کمال اخلاص اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ انسان شرک کو بالکل ترک نہ کرے اور شرک اور مشرکین سے بیزاری اور قطع تعلق نہ کرلے۔ (ہدایۃ المستفید' ج ۱ ص ۲۵۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۵

کون کہتا ہے کہ انبیاء و اولیاء مرے نہیں؟

بجواب

کون کہتا ہے کہ وہ مر گئے ــــ؟

ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور (ستمبر ۱۹۸۷ء) میں ایک مضمون بعنوان ــــ کون کہتا ہے کہ وہ مر گئے ہے شائع ہوا ہے۔ مضمون کا آغاز بایں طور ہوا ہے۔

"قرآن مجید میں صریح طور پر یہ ارشادِ باری تعالیٰ موجود ہے کہ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ یعنی ہر ایک جی نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔ جو بھی دارِ فانی میں آیا ہے، ایک دن اس دارِ فنا سے کوچ بھی کرنا ہے"۔ (صفحہ ۸۵)

قرآن مجید کے مذکورہ صریح فرمانِ باری تعالیٰ اور اس کے مفہوم کی وضاحت کے بعد جو اپنی جگہ بالکل صحیح بیان کیا گیا ہے، جس میں بالخصوص "ہر ایک جی نے موت کا مزہ چکھنا ہے"۔ "جو بھی دارِ فانی میں آیا . . . ."۔ کی عمومیت قابلِ غور ہے لیکن اس کے بعد مضمون نگار بڑی دیدہ دلیری سے اس "صریح ارشادِ الٰہی" سے یوں انکار فرماتے ہیں۔

"لوگ کہتے ہیں کہ سب نے مرنا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ سب نے نہیں مرنا بلکہ لفظ "مرنا" انبیائے کرام، اولیائے عظام کے لیے استعمال کرنا بھی نادرست ہے"۔

یعنی پہلے خود یہ اعتراف کر آئے ہیں کہ ارشادِ باری تعالیٰ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کی رُو سے سب نے مرنا ہے لیکن اب کہتے ہیں کہ

"لوگ کہتے ہیں کہ سب نے مرنا ہے"۔

حالانکہ یہ دعویٰ لوگوں کا نہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ کا "صریح ارشاد" ہے لیکن اب چونکہ اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تردید مضمون نگار کے پیش نظر تھی، اس لیے ارشاد باری تعالےٰ کو" لوگ کہتے ہیں " بنا دیا اور پھر اس کی تردید یوں کرتے ہیں۔

"لیکن میں کہتا ہوں کہ سب نے نہیں مرنا۔"

گویا اللہ تعالےٰ تو قرآن کریم میں صاف الفاظ میں فرماتا ہے کہ "سب نے مرنا ہے" جسے مضمون نگار نے خود ہی نقل کیا ہے۔ مگر پھر اللہ تعالےٰ کے اس "صریح ارشاد" کی تردید یوں فرماتے ہیں کہ

"لیکن میں کہتا ہوں کہ سب نے نہیں مرنا"

ماشاء اللہ! کیا جرأت و حوصلہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے صریح ارشاد تک کی تردید کی جارہی ہے

ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

مزید ارشاد ہوتا ہے۔

"بلکہ لفظ "مرنا" انبیائے کرام اولیائے عظام کے لیے استعمال کرنا بھی نادرست ہے۔"

سُبحان اللہ! کیا خوب ارشاد ہے۔

محترم! ذرا یہ تو بتلا دیجیے کہ انبیاء و اولیاء کے لیے لفظ "مرنا" نادرست کیوں ہے؟ کیا وہ مخلوق نہیں ہیں؟ اگر مخلوق ہیں تو ہر نبی ولی نے مرنا ہے جس طرح کہ تمام انبیاء علیہم السلام سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے مر چکے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام بھی اپنے وقت پر نزول علی الارض کے بعد موت سے ہمکنار ہوں گے۔ موت سے استغناء انہیں بھی حاصل نہیں۔

کیا خود قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے نہیں فرمایا۔

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ (الزمر-۳۰)

"اے پیغمبر تو بھی مرنے والا ہے اور وہ بھی سب مرنے والے ہیں۔"

سورۂ آل عمران میں فرمایا۔ افائن مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم (آیت ۱۴۴)

"کیا اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مر گئے یا قتل کر دیئے گئے تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر (دینِ اسلام سے) پھر جاؤ گے؟"

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ (آیت ۳۴)

"اے پیغمبر! ہم نے آپ سے پہلے کسی بھی انسان کے لیے ہمیشہ رہنا نہیں کیا (اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اصول سے آپ بھی ہمیشہ نہیں رہیں گے) کیا پس اگر آپ مرجائیں گے تو کیا وہ (کافر) ہمیشہ رہیں گے؟"
یعنی ہمیشہ کسی نے نہیں رہنا آپؐ نے نہ آپ کے مخالف کفّار نے، موت سے سب ہمکنار ہوں گے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (الرحمٰن ۲۶-۲۷)

"ہر چیز فانی ہے بقا صرف رب ذوالجلال والاکرام کے لیے ہے۔"

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (القصص-۸۸)

"سوائے اللہ کی ذات کے، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔"

قرآن کریم کی ان محکم، واضح اور صریح آیات کی موجودگی میں یہ کہنا کہ:

"انبیاء و اولیاء کے لیے لفظ "مرنا" استعمال کرنا بھی نادرست"، یا یہ دعویٰ کہ:

"سب نے نہیں مرنا"

کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟

قرآن سچا ہے؟ جو کہتا ہے کہ سب نے مرنا ہے اور انبیاء و اولیاء کو بھی موت آنی ہے یا یہ مضمون نگار سچا ہے جو کہتا ہے "سب نے نہیں مرنا" بلکہ "انبیاء و اولیاء کے لیے لفظ "مرنا" استعمال کرنا بھی نادرست ہے"؟؟ دونوں میں سے کس کو سچا سمجھنا صحیح ہے؟

مضمون نگار کے "دلائل"

ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہو کہ مضمون نگار بھی قرآن کو ماننے کا دعوے دار ہے، پھر وہ قرآن کریم کو جھٹلانے کی یہ شوخ چشمانہ جسارت کیونکر کر سکتا ہے؟ اس لیے یقیناً اس کے پاس بھی کوئی دلیل ہو گی جو اس کے مذکورہ دعوے کی بنیاد ہو گی۔

تو لیجیے! یہ اشکال بھی رفع فرما لیجیے۔ مضمون نگار کے مذکورہ اقتباس میں پیش کردہ "دلائل" بھی ملاحظہ فرما لیجیے اور پھر سوچیے کہ فی الواقع قرآنی حقیقت کی تردید کے لیے کوئی دلیل اس کے پاس موجود ہے؟ مضمون نگار فرماتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اللہ کے ولی مرا نہیں کرتے بلکہ وہ تو مر کر جیتے ہیں مُوتُوا قبل ان موتو موت سے پہلے اپنے آپ کو مار ڈالتے ہیں اور پھر ہمیشہ کے لیے زندہ رہتے ہیں"

دیکھئے کتنا بڑا دعویٰ ہے کہ "اللہ کے ولی مرا نہیں کرتے" لیکن دلیل؟ عربی کا ایک مقولہ نقل کیا ہے اور وہ بھی غلط۔ صحیح مقولہ اس طرح ہے۔

مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوا (تم مر جاؤ قبل اس کے کہ تمہیں موت آئے) اس مقولے کا مطلب صرف یہ ہے کہ موت کے آنے سے پہلے پہلے موت کی تیاری کر لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اچانک موت آجائے اور تم نے موت (یعنی آخرت) کے لیے کوئی تیاری نہ کی ہوئی ہو۔

اس مقولے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر فرد بشر کے لیے موت ایسی حقیقت ہے کہ جس سے اغماض نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے قرآن کریم کے اس مُسلّمہ اصُول کی کہ ہر نفس نے مرنا ہے۔ نہ نفی ہوتی ہے اور نہ "اولیاء کے نہ مرنے" کا اثبات ہوتا ہے۔

ہمیشہ کے لیے زندہ رہنے کا مطلب اگر یہ ہے کہ اپنے کارناموں کی وجہ سے اُن کا نام زندہ رہتا ہے اور لوگ ان کی سیرت و کردار کا پرچار کرتے رہتے ہیں تو یہ مفہوم بلاشبہ صحیح ہے۔ ایسی زندہ جاوید زندگی ہر قوم کے نامور افراد کو حاصل ہوتی ہے۔ اس کے لیے تو ولی، نبی کی شرط بھی نہیں ہے لیکن زیر بحث زندگی یہ نہیں ہے اس زندگی میں تو کسی کا اختلاف ہی نہیں ہے کیونکہ ایسے زندہ جاوید افراد کی موت کو تو سب مانتے ہیں، البتہ ان کی خدمات اور کارنامے تاریخ میں زندہ رہتے ہیں لیکن مضمون نگار کے نزدیک تو تاریخ میں زندہ رہنا قطعاً نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک تو بالکل دُنیوی حیات ہی کی طرح کی جسمانی زندگی ہے حالانکہ ایسی زندگی ہمیشہ کے لیے کسی کو بھی نہیں دی گئی ہے۔ ہمیشہ کی زندگی صرف اللہ تبارک و تعالےٰ کے لیے ہے، باقی ہر ایک کے لیے فنا ہے۔ بہرحال مُوتُوا قبل ان تموتوا اوّل تو کوئی نصّ شرعی نہیں ہے کہ وہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کی مُعارِض یا اس کی نافی ہو۔ ثانیاً اس سے بھی قطعاً حیاتِ جاوداں کا مفہوم کسی طرح نہیں نکلتا۔

دوسری دلیل مضمون نگار کی یہ ہے کہ۔

"دنیا مومن کے لیے جیل خانہ ہے اور کافر کے لیے باغ"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اس فرمانِ نبویؐ کے کس لفظ سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ انبیاء اولیاء مرتے نہیں ہیں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔

تیسری دلیل یہ بیان کی گئی ہے۔

"قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انوکھی وفات کا ذکر ملاحظہ فرمائیں، اسی طرح دیگر انبیائے کرام کی وفات کو دیکھیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کو ملاحظہ فرمائیں۔ الغرض انبیاء کرام اور دیگر لوگوں کی موت میں بڑا فرق ہے"۔

یہ لطیفہ بھی خوب ہے کہ پہلے تو یہ دعوے کر آتے ہیں کہ انبیاء اولیاء مرتے نہیں اور اب اس پیرے میں کہا جا رہا ہے کہ "انبیائے کرام اور دیگر لوگوں کی موت میں بڑا فرق ہے"۔

گویا موت کو تو تسلیم کر ہی لیا گیا ہے جب کہ پہلے سرے سے موت سے ہی انکار تھا۔ اب بات صرف فرق کی رہ گئی ہے لیکن موصوف نے فرق کی وضاحت نہیں کی کہ انبیاء اور دیگر لوگوں کی موت میں کیا فرق ہے؟ اور کس طرح فرق ہے؟

قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا ذکر کیا گیا ہے لیکن اس میں اس قسم کا تو کوئی "انوکھا پن" نظر نہیں آتا کہ جس سے مرنے کے بعد ان کا زندہ ہونا بھی معلوم ہو۔ اسی طرح کسی بھی نبی کی وفات سے اس کا "ہمیشہ زندہ رہنا" معلوم نہیں ہوتا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میں بھی ایسی کوئی ندرت نہیں کہ جس سے نفس موت ہی کا انکار کیا جا سکے، جیسا کہ مضمون نگار کا مقصد معلوم ہوتا ہے۔

بہر حال مضمون نگار کے نقل کردہ اقتباس کے کسی پیرے یا فقرے سے ایسی کوئی "دلیل" مہیا نہیں ہوتی کہ جس سے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کی نفی اور انبیاء و اولیاء کی مرنے کے بعد بھی "دنیوی زندگی" کا اثبات ہوتا ہو۔ البتہ اس کے بعد مضمون نگار نے یہ لکھ کر کہ۔

"اسی طرح انبیائے کرام کے غلام اولیاء کرام کا مقام بھی کچھ اسی طرح ہے، یہاں صرف چند اولیائے کرام کے واقعات نقل کیے جاتے ہیں"

انہوں نے ۱۲ واقعات نقل کیے ہیں، جن میں ذکر کیا گیا ہے کہ مرنے کے بعد فلاں فلاں "بزرگ" لوگوں کو وقتاً فوقتاً ملتے رہے ہیں۔ یہ دیومالائی داستانیں آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تاکہ قرآن وحدیث کے محکم دلائل کے مقابلے میں ان کے خرافاتی قصے کہانیوں کا طلسم بھی ٹوٹ جائے۔ ان من گھڑت واقعات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو انشاء اللہ پہنچ جائے گی کہ انبیاء واولیاء کے نہ مرنے کی کوئی شرعی دلیل اس طائفے کے پاس نہیں ہے۔

ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور کی بے سروپا حکایات اور وضعی داستانیں

کیا ان حکایات اور داستانوں سے قرآن وحدیث کے محکم دلائل کا رد ممکن ہے؟

گزشتہ صفحات میں جو عرض کیا گیا ہے کہ "ضیائے حرم" لاہور کے مضمون نگار نے بعض معروف اور غیر معروف بزرگوں کی طرف منسوب ۱۲ واقعات اس ضمن میں کہ اولیاء مرتے نہیں ہیں بطور دلیل بیان کیے ہیں، یہ واقعات ذیل میں لفظ بہ لفظ بیان کیے جاتے ہیں۔ ہے تو یہ غیر ضروری تفصیل اور شاید قارئین کرام ان میں کچھ گرانی بھی محسوس کریں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ اہلحدیث حضرات بھی یہ دیومالائی حکایات پڑھیں تاکہ انہیں اندازہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قرآن وحدیث کی نعمت سے نواز کر اور صرف انہیں سے وابستہ رکھ کر کتنا احسانِ عظیم کیا ہے اور بے سروپا حکایات وقصص سے محفوظ رکھ کر کس طرح گمراہی اور شرک وبدعت سے انہیں پاک رکھا ہے۔ فللہ الحمد علیٰ ذٰلک الف الف مرّۃ۔

تو لیجئے حسبِ وعدہ یہ بریلوی مزخرفات بھی پیشِ خدمت ہیں اس کے آخر میں ہمارا مختصر نوٹ بھی ملاحظہ فرمائیں (ص-ی)

"ضیائے حرم" میں بیان کردہ حکایات

۱۔ حضرت ابوسعید خراز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا ایک روز باب بنی شیبۃ میں میں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک نوجوان کی میّت کو دیکھا، میں نے جب اس کی طرف نظر کی تو نوجوان میّت نے تبسّم فرما کر مجھ سے خطاب کیا اور کہا:

"اے ابو سعید کیا آپ نہیں جانتے کہ زندہ زندہ ہی ہیں۔ اگرچہ مر جائیں۔ وہ تو صرف ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتے ہیں"۔ (شرح الصدور، ص ۸۶)

۲۔ حضرت ابو تراب بخشی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال بصرہ کے صحرا میں ہوا اور انتقال کے برسوں بعد جب وہاں سے کوئی قافلہ گزرا تو دیکھا کہ آپ ہاتھ میں سونٹا لیے قبلہ رُو کھڑے ہیں اور ہونٹ خشک ہیں مگر اس کے باوجود کوئی درندہ آپ کے پاس نہ بھٹکتا تھا۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص ۱۷۳)

۳۔ حضرت شاہ گدا امروہی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر تجہیز و تکفین کے بعد صحنِ مسجد میں نماز کے واسطے جہاں آپ اپنی حیات میں تشریف رکھا کرتے تھے، جنازہ رکھا گیا۔ بعد نمازِ جنازہ ہر چند لوگوں نے کوشش کی مگر وہاں سے جنازہ نہ اٹھا۔ لوگوں نے آپ کی بیوی صاحبہ کو اس کی اطلاع دی تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ اگر نہیں اُٹھتے ہو تو میں خود آتی ہوں۔ جس وقت جنازہ پر یہ الفاظ سُنا کر اٹھایا گیا، جنازہ فوراً اٹھ گیا۔ (شجرۃ الانبیاء، ص ۱۵۸)

۴۔ میاں نور بخش مہاروی سے منقول ہے کہ کوٹ مٹھن کے قریب ایک قاضی صاحب نے حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمّد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت آپ سے ایک وعدہ چاہتا ہوں کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو آپ میرا جنازہ پڑھائیں۔ فرمایا انشاء اللہ میں ہی تمہارا جنازہ پڑھاؤں گا۔ قاضی صاحب مذکور ابھی حیات تھے کہ حضرت قبلۂ عالم کا وصال ہو گیا۔ قاضی صاحب کو فکر لاحق ہوئی کہ اب حضرت قبلۂ عالمؒ میری نمازِ جنازہ کی امامت کیسے فرمائیں گے۔ الغرض کچھ عرصہ بعد قاضی صاحب فوت ہوئے۔ جب ان کا جنازہ تیار کر کے صحرا کی طرف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک گھڑ سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آ رہا ہے اور چار پانچ آدمی پاپیادہ اس کے ساتھ دوڑتے آ رہے ہیں۔ جب قریب آئے تو ہر شخص نے پہچان لیا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ ہیں۔ سب نے قدم بوسی کی اور اس وقت سب کے دل سے یہ بات محو ہو گئی کہ حضرت قبلۂ عالمؒ تو فوت ہو چکے ہیں۔ آپ نے قاضی صاحبؒ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ اس وقت لوگوں کو احساس ہوا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ تو وفات فرما چکے ہیں۔ یہاں تو صرف ایفائے عہد کے لیے تشریف لائے تھے۔ (مناقب المحبوبین، ص ۱۱۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۵۔ حضرت شیخ الاسلام امام ناصر الدین لقانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا بعض صالحوں نے انہیں خواب میں دیکھا۔ پوچھا اللہ تعالےٰ نے ان کے ساتھ کیا کیا۔ کہا جب منکر نکیر نے مجھے سوال کے لیے بٹھایا، امام مالک علیہ الرحمۃ تشریف لاتے اور ان سے فرمایا، ایسا شخص بھی اس کی حاجت رکھتا ہے کہ اس سے خدا اور رسول پر ایمان لانے کے بارے میں سوال کیا جائے، الگ ہو اس کے پاس سے۔ یہ فرماتے ہی نکیرین مجھ سے الگ ہو گئے۔ اور جب مشائخ کرام صوفیہ قدست اسرارہم پر ہول وسختی کے وقت دنیا و آخرت میں اپنے پیروؤں اور مریدوں کا لحاظ رکھتے ہیں تو ان پیشوایانِ مذاہب کا کہنا ہی کیا ہے جو زمین کی میخیں ہیں اور دین کے ستون اور شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت پر اس کے امین۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(حیات الموت فی بیان سماع الاموات، ص ۱۱۲-۱۱۳)

۶۔ بقول امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک آدمی حضرت محمد بن ابی کبیر حکمی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں وفات کے بعد حاضر ہوا اور التجا کی کہ اسے اپنی دوستی کا شرف بخشیں۔ آپ قبر سے نکلے اور اس سے دوستی کا عہد باندھا۔ (جامع کراماتِ اولیاء، ص ۵۳۶)

۷۔ حضرت محمد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں بیمار تھا اور جاں کنی کے غم سے نہایت غمگین تھا۔ اتنے میں حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ اے محمد بن حسین! کیوں گھبراتے ہو، خدائے پاک کے فضل سے تم اچھے ہونے والے ہو اور فرمایا کہ موت سے ہرگز ڈرنا نہیں۔ اور دیکھو اگر میں تم سے تیس برس پہلے بھی انتقال کر جاؤں گا تب بھی تمہاری جاں کنی کے وقت انشاء اللہ تعالیٰ حاضر ہو جاؤں گا۔

حضرت محمد بن حسینؒ کہتے ہیں کہ میں اچھا ہو گیا۔ اور جب کہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کو تیس برس ہو چکے تھے کہ محمد بن حسینؒ کی جاں کنی کی حالت آگئی اور یکایک محمد بن حسینؒ جاں کنی کی حالت میں مؤدب سیدھے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ آیئے آیئے وعلیکم السلام۔ تب ان کے صاحبزادے نے پوچھا کہ حضرت آپ کس کو دیکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بیٹا! شیخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ اپنے وعدے کے موافق بہت مدت کے بعد تشریف لاتے ہیں اور یہ تشریف لانا اس لیے ہوا ہے کہ موت سے نہ ڈروں اور ایک نورانی جماعت آپ کے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جوانمردوں کی ہے۔ یہ کہا اور جاں بحق تسلیم ہوتے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (خزینۂ معرفت ص ۶۳)

۸۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ کا پہلا مقبرہ جو دریائے چناب کے مغربی کنارہ پر قلعہ قہرگان کے وسط میں چوکھنڈی یعنی چار دیواری کی طرف تھا۔ جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ لاہوری کے غلبہ کے سبب حضرت سلطان العارفین علیہ الرحمۃ کی اولاد مختلف اطراف میں ہجرت کر گئی۔ صرف چند ایک فقیر اور خلیفے خانقاہِ مقدس میں رہتے تھے۔ اتفاقاً دریا قلعے تک آ پہنچا اور اسے گرا دیا پھر قبروں تک جا پہنچا۔ فقیروں اور خلیفوں نے باقی مزاروں کو نکال کر صندوقچوں میں رکھ لیا اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کا مقبرہ بدستور رہا۔ آپ کا صندوق نہ مل سکا۔ فقیر اور خلیفے ناامید ہو کر رونے لگے کہ یا شیخ حضور کے جسم مبارک کا صندوق نہیں ملتا اور دریا قریب آ رہا ہے۔ اس صورت میں حضور کی اولاد پریشاں ہو جائے گی اور فقیر پراگندہ اور پریشان ہو جائیں گے۔ پس فقیروں اور خلیفوں کو حضور سے ارشاد ہوا کہ ہم ضرور باہر نکلیں گے مگر جو شخص ہمارے جسم کو چھونے کے لائق اور قابل ہو گا، وہ کل صبح سویرے سورج نکلنے کے قریب یہاں آئے گا وہ ہمارا صندوق نکالے گا اور دریا غلبہ نہیں کرے گا۔

درویشوں کو اس اشارے سے تسلی ہوئی اور حکمتِ غیبی کا انتظار کرنے لگے۔ جب مقررہ وقت آیا تو ایک سبز پوش برقعہ دار شخص ظاہر ہوا۔ اس نے چہرہ پر سے نقاب نہ اٹھائی اور آتے ہی بلا تامل اسی مٹی میں سے جو فقیروں اور خلیفوں نے کھود رکھی تھی، حضرت سلطان العارفین کا صندوق نکالا۔ ہزارہا لوگ جمع ہو گئے، انہوں نے زیارت کی، دیکھا تو حضرت قدس سرہٗ بدستور سوتے ہوئے تھے اور ریش مبارک سے غسل کے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے جب صندوق کھولا گیا تو میلوں تک خوشبو پھیل گئی۔ اکثر حاضرین کو جذبہ اور وجد ہو گیا۔ (مناقب سلطانی ص ۱۵۰، ۱۵۱)

۹۔ حضرت باوا فضل دین کلیامی علیہ الرحمۃ بڑے پائے کے بزرگ گزرے ہیں، کلیام اوان راولپنڈی سے قریباً پندرہ سولہ میل دور لاہور کی سڑک کے قریب واقع ہے۔ باوا صاحبؒ کا سلسلہ چشتیہ صابریہ تھا۔ آپ کے پیر طریقت حضرت حافظ محمد شریف خاں دہلویؒ بابر بادشاہ کی اولاد سے تھے اور ان کا مزار بھی کلیام شریف میں ہے۔

کثرتِ جذب و سکر کے باعث حضرت باوا صاحب سے ظاہری طور پر نماز چھوٹ گئی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک دفعہ مقامی علماء نے کہا ہم آپ کا جنازہ نہیں پڑھیں گے۔ فرمایا، میرا جنازہ علم شریعت کا اتنا بڑا شیر آکر پڑھائے گا کہ تم لوگوں کو مجبوراً شامل ہونا پڑے گا۔ آپ نے بہت عرصہ پہلے حضرت قبلہ عالم گولڑوی قدس سرہٗ سے کہہ رکھا تھا کہ یہ مولوی لوگ میرے حال سے بے خبر ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارا جنازہ نہیں پڑھائیں گے۔ چنانچہ آپ کو آکر میرا جنازہ پڑھانا ہوگا۔ اُدھر اپنے خدام کو بھی وصیت کر دی تھی کہ میرا جنازہ پیر صاحبؒ پڑھائیں۔ حضرت فرماتے تھے کہ جس رات ان کا انتقال ہوا انہوں نے خواب میں آکر مجھ سے فرمایا "پیر جی! میں مر گیا ہوں آکر جنازہ پڑھا جاؤ"۔

روایت ہے کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کو جناب بابا صاحبؒ بستی کلیام کے باہر زندہ بھی نظر آتے تھے۔ جب آپؒ نے پوچھا کہ "باوا جی آپ تو یہاں پیر رہے ہیں میں جنازہ کس کا پڑھاؤں گا"؟ فرمایا کہ "مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں آئے اور میں ان کا استقبال نہ کروں"۔ (مہر منیر، ص ۴۰۰، ۴۰۱)

۱۰۔ حضرت مخدوم علاؤالدین صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ نے وصال سے قبل حضرت حمید الدین ناگوری رحمہ اللہ کو ایک علاقہ میں اپنا نائب بنا کر بھیجا تھا اور حکم دیا کہ فرائض سے فراغت پا کر واپس لوٹ آنا اور جب تم کلیر کی سرزمین پر قدم رکھو گے تو ٹھوکر کھا کر زمین پر گر پڑو گے تو سمجھ لینا کہ میرا مرشد دنیا سے رحلت کر گیا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب مرشد کی خانقاہ پر پہنچے تو دیکھا کہ ہزاروں افراد حضرت صابرؒ کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے موجود ہیں لیکن نمازِ جنازہ پڑھانے کی کوئی جسارت نہیں کرتا، کیونکہ نمازِ جنازہ ایسے شخص کو پڑھانا تھی جو حضرت صابرؒ سے زیادہ اعلیٰ مقام رکھتا ہو۔

آخر کار حاضرین نے دیکھا کہ ایک گھوڑے پر سوار نقاب پوش اترا۔ اس نے گھوڑا باندھا اور نمازِ جنازہ پڑھائی۔ جب نقاب پوش واپس جانے کے لیے گھوڑا کھولنے لگا تو حضرت حمید الدین ناگوری نے ہزاروں افراد کی معیت میں دریافت کیا کہ اے اللہ کے بندے تم کون ہو؟ کیا نام ہے؟ کہاں جانا چاہتے ہو؟ ذرا بتاتے جانا۔ نقاب پوش نے کہا، اے حمید الدین! اگر حقیقت کا انکشاف چاہتے ہو تو عوام کے مجمع کو یہاں سے برخواست کر دو کیونکہ ؎

خاصاں دی گل عاماں اگے نہیں مناسب کرنی
مٹھی کھیر پکا محمد کتیاں اگے دھرنی ا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جب لوگ چلے گئے تو نقاب پوش نے نقاب اٹھایا تو شیخ حمید الدین ناگوری نے دیکھا کہ حضرت صابر کلیریؒ خود سامنے کھڑے ہیں۔ عرض کیا کہ حضرت ایک طرف تو آپ کا جنازہ پڑا ہے اور ادھر آپ بقیدِ حیات موجود ہیں۔ فرمایا وہ مقامِ فنا ہے اور یہ مقامِ بقا۔ (تذکرہ اولیائے چشت ص ۹۸، ۹۹)

۱۱۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت! فنا اور بقا کس کو کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جب میرا وصال ہو جائے تو جو شخص میری نمازِ جنازہ پڑھائے گا، اس سے یہ مسئلہ دریافت کرنا، وہ تجھے بتائے گا۔ یہ شخص انتظار میں رہا۔ کچھ عرصہ بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ مریدین نے غسل دیا۔ تجہیز و تکفین کے بعد جیسے حضور نے فرمایا تھا کہ میرا جنازہ ایک گھوڑا سوار آ کر پڑھائے گا۔

حضرات اس انتظار میں تھے کہ اتنے میں ایک شخص نمودار ہوا۔ اس شخص نے حضرت کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ وہ بزرگ نماز پڑھا کر چلنے لگے تو اس شخص کو حضرت باقی باللہ کی یاد آ گئی۔ ان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ کچھ دُور جانے کے بعد اس نے آواز دی کہ حضرت میری ایک گزارش سُنتے جائیے تو حضرت نے آواز دی کہ تم ذرا آگے آ جاؤ۔ کچھ اور دُور جانے کے بعد حضرت نے کہا کہ میں تجھے دُور اس لیے لے آیا ہوں کہ تیری گزارش ایسی ہے کہ لوگوں کے سامنے اس کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ فنا کسے کہتے ہیں اور بقا کسے کہتے ہیں؟ تو حضرت نے فوراً اپنے چہرے سے نقاب اتار دیا۔ اس نے جو دیکھا تو وہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ خود ہی تھے۔ تو فرمایا جس کا جنازہ پڑھایا ہے وہ فنا ہے اور یہ بقا ہے اور فوراً نظر سے غائب ہو گئے۔ (فنا فی اللہ یعنی احوالِ اولیاء اللہ ص ۳۱)

۱۲۔ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرّہٗ مرض الموت میں حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرّہٗ کو موجود دیکھتے تھے۔ ان سے باتیں کرتے اور ان کی باتوں کو سنتے تھے۔

(حضرات القدس دفتر اوّل ص ۲۲۲) (ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور ستمبر ۱۹۸۷ء)

ہماری گزارشات

حکایات و قصص آپ نے مذکورہ بالا سطروں میں پڑھ لی ہیں، ان میں قابلِ غور بات حوالوں کی ہے۔ جن کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں، وہ حسبِ ذیل ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"شرح الصدور"۔ "تذکرۃ الاولیاء"۔ "شجرۃ الانبیاء"۔ "حیات الموت فی بیان سماع الاموات"۔ "خزینۂ معرفت"۔ "مناقب سلطانی"۔ "مہر منیر"۔ "تذکرہ اولیائے چشت"۔ "فنا فی اللہ یعنی احوال اولیاء اللہ" اور "حضرات القدس"۔

یعنی کوئی بھی واقعہ قرآن وحدیث کے حوالے سے بیان نہیں ہوا ہے۔ سب حوالے ہمہ شمہ قسم کے مصنفین کی کتابوں کے ہیں۔ جس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ انبیاء اولیاء کے نہ مرنے کی یا مرنے کے بعد "دنیوی زندگی" کی کوئی شرعی دلیل ان کے پاس نہیں ہے البتہ خود ساختہ داستانیں، دیومالائی حکایتیں اور اساطیر وا کاذیب کے انبار ہیں۔ جس سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ ؎

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ اُمّت روایات میں کھو گئی

لیکن کسی مسئلے کا اثبات وتحقّق ان وضعی داستانوں سے نہیں ہوتا۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔

ان کتابوں پر آپ مزید غور فرمائیں گے تو یہ بات واضح ہو گی کہ یہ ساری کتابیں بزرگوں کے حالات میں لکھی گئی ہیں جو ان کے غالی عقیدتمندوں نے لکھی ہیں اور بے سروپا کراماتی واقعات تصنیف کر کے ان کی "بزرگانہ شان" کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ پھر "مقامِ فنا" اور "مقامِ بقا" کی جو خود ساختہ تشریح کی گئی ہے اور جس کی رُو سے مرنے والے بُزرگ بلکہ کئی بزرگوں نے اپنی نمازِ جنازہ خود ہی آکر پڑھائی بڑی ہی عجیب و غریب ہے۔ ایک طرف اُن کی مُردہ لاش پڑی ہوئی ہے اور لوگ ان کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے صف در صف کھڑے ہیں اور دوسری طرف وہی فوت شدہ بزرگ گھوڑے پر سوار ہو کر آتے ہیں اور اپنی نمازِ جنازہ خود پڑھا کر چلے جاتے ہیں۔ یہ چیستاں، ایک مُعمّہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

یہ "مقامِ بقا" تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کو حاصل نہیں ہوا۔ اگر اس کی کوئی حقیقت ہوتی تو سب سے پہلے آنحضرتؐ اس طرح گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لاتے اور اپنی نمازِ جنازہ خود پڑھاتے، کیونکہ آپؐ تو بالاتفاق کائنات کی افضل ترین شخصیت تھے۔ جب آپؐ کی نمازِ جنازہ آپؐ سے کم تر درجے کے لوگوں نے پڑھی تو آپؐ کے بعد کائنات میں کوئی ایسا شخص ہے کہ اس کی نمازِ جنازہ عام لوگ محض اس وہم کی بنا پر نہ پڑھیں کہ حاضرین میں میت سے افضل شخص کوئی نہیں؟ اس غلوِّ عقیدت اور بے سروپا حکایات وقصص سے ہزار بار پناہ۔ جس نے فوت شدہ بزرگوں کو "مقامِ بقا" پر فائز کر کے انہیں اللہ کی صفتِ بقا میں شریک ٹھہرا لیا ہے۔ ("تنظیم اہلحدیث" لاہور)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۶

قبروں کو پختہ کرنے یا ان پر گنبد وغیرہ بنانے کی ممانعت

کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

> گزشتہ صفحات میں پیش کردہ مباحث سے اگرچہ یہ بات واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ قبروں کو پختہ بنانے' ان پر گنبد اور قبے بنانے اور کسی قسم کی عمارت تعمیر کرنے یا ان کے ساتھ مسجد بنانے کی شرعاً کوئی گنجائش نہیں کیونکہ ان چیزوں سے ان کی پوجا پاٹ کا دروازہ کھلتا ہے تاہم مزید وضاحت کے لیے اس سلسلے میں وارد احادیث ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد فقہ حنفی کی صراحت بھی پیش کی جائے گی۔ (ص۔ی)

عن جابر قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يُجصّص القبر وأن يُقعد عليه وأن يُبنى عليه۔

(صحیح مسلم کتاب الجنائز' باب ۳۲' ج ۲' ص ۶۶۷' طبع بیروت' رقم الحدیث ۹۷۰
——— جامع ترمذی' ج ۱' ص ۱۷۰' کتاب الجنائز' طبع نور محمد کراچی)

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ کرنے' ان کے اوپر بیٹھنے اور ان پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔"

۲۔ عن ابى الهياج الاسدى قال قال على بن ابى طالب ألا أبعثك على ما بعثنى عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم أن لا تدع تمثالاً إلا طمسته ولا قبراً مشرفاً إلا سوّيته۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(صحیح مسلم، ج ۲، ص ۶۶۶، رقم الحدیث ۹۶۹، باب الامر بتسویۃ القبر، طبع بیروت)

"حضرت ابوالہیاج اسدی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کیا میں تجھے ایسے کام کے لیے مقرر نہ کروں جس کے لیے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا وہ یہ کہ جو بھی تصویر ہو اسے مٹا ڈالو اور جو قبر بھی اونچی ہو اسے زمین کے برابر کر دو۔"

امام نووی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

فیہ ان السنۃ ان القبر لا یرفع عن الارض رفعا کثیرًا، ولا یسنم بل یرفع نحو شبر ویسطح (صحیح مسلم، جلد و صفحہ مذکور)

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سنت یہ ہے کہ قبر زمین سے زیادہ اونچی نہ کی جائے اور نہ کوہان نما بنائی جائے بلکہ صرف ایک بالشت اونچی رکھی جائے (جیسا کہ دوسرے دلائل سے معلوم ہوتا ہے) اور چھت کی طرح مربع رکھی جائے۔"

یہ حدیث جامع ترمذی میں بھی ہے۔ امام ترمذی یہ حدیث درج کر کے فرماتے ہیں۔

ھذا حدیثٌ علیّ حدیثٌ حسن والعمل علیٰ ھذا عند بعض اھل العلم یکرھون ان یرفع القبر فوق الارض قال الشافعی اکرہ ان یرفع القبر الا بقدر ما یعرف انہ قبر لکیلا یوطأ ولا یجلس علیہ (جامع ترمذی، ج ۱، ص ۱۷۰، کتاب الجنائز، طبع نور محمد، کراچی)

"حضرت علیؓ کی یہ حدیث بہت اچھی ہے، بعض اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے، وہ یہ ناپسند کرتے ہیں کہ قبر زمین سے اونچی رکھی جائے (یعنی زمین کے برابر رکھنا بہتر ہے) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں قبر کو زیادہ اونچا کرنا ناپسند کرتا ہوں، قبر صرف اتنی اونچی کی جائے کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ قبر ہے تاکہ کوئی اسے نہ روند سکے اور نہ اس پر بیٹھ سکے۔"

۳۔ ان ثمامۃ بن شفیٍّ حدثہ قال کنا مع فضالۃ بن عبیدٍ بأرض الروم برودس فتوفی صاحبٌ لنا فامر فضالۃ بن عبیدٍ بقبرہ فسوی ثم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأمر بتسویتہا (صحیح مسلم، ج ۲، ص ۶۶۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"ثمامہ بن شفی بیان کرتے ہیں کہ ہم سرزمینِ روم کے جزیرہ رودس میں حضرت فضالہؓ بن عبید کے ساتھ تھے کہ ہمارے ایک ساتھی کا وہاں انتقال ہو گیا، تو حضرت فضالہؓ نے (ساتھی کو دفنانے کے بعد) حکم دیا کہ اس کی قبر کو (زمین کے) برابر کر دیا جائے۔ پھر حضرت فضالہؓ نے فرمایا کہ (میں نے یہ حکم اس لیے دیا ہے کہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قبروں کو زمین کے برابر کرنے کا حکم دیتے ہوئے سنا ہے"۔

۴۔ اپنے آخری مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کے بعد آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

لَعَنَ اللّٰہُ الیہودَ والنَّصارٰی اتَّخذُوا قبورَ انبیاءِھِم مَسَاجِدَ۔

"اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے، انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا"

دوسری روایت کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

اَلَا وَاِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ ھِمْ وَصَالِحِیْھِمْ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّیْ اَنْھَاکُمْ عَنْ ذٰلِکَ۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، باب ۳، ص ۳۷۶ و ۳۷۸، طبع بیروت)

"خبردار! تم سے پہلے لوگوں نے اپنے پیغمبروں اور نیک بندوں کی قبروں کو سجدہ گاہ (عبادت گاہ) بنا لیا، یاد رکھنا! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنا لینا، میں تمہیں اس سے روکتا ہوں"۔

قبریں، سجدہ گاہ اور عبادت گاہ اسی وقت بنتی ہیں جب انہیں پختہ بنا لیا جاتا ہے یا اس پر کوئی گنبد اور عمارت تعمیر کر دی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے یہ حدیث بھی قبروں کو پختہ بنانے یا ان پر گنبد وغیرہ بنانے کی ممانعت کی دلیل ہے۔

۵۔ عن ابی محمد الھذلی عن علیٍّ رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃٍ فقال اَیُّکُمْ یَنْطَلِقُ الی المدینۃِ فلا یَدَعُ بھا وَثَنًا اِلَّا کَسَرَہٗ وَلَا قَبْرًا اِلَّا سَوَّاہُ وَلَا صُوْرَۃً اِلَّا لَطَخَھَا فقال رجلٌ انا یا رسول اللہ فانطلق فھاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اَهْلَ المدينةِ فرَجَعَ فقال عَلِيٌّ اَنَا اَنْطَلِقُ يا رسُولَ اللهِ قال فَانْطَلَقَ ثم رَجَعَ فقال يا رسولَ اللهِ لَمْ اَدَعْ بِهَا وَثنًا اِلَّا كَسَرتُهُ وَلَا قَبْرًا اِلَّا سَوَّيْتُهُ وَلَا صُورَةً اِلَّا لَطَخْتُهَا ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مَنْ عادِ لِصَنْعَةِ شَيْءٍ مِنْ هٰذَا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحمدٍ صلى الله عليه وسلم۔

(الفتح الربانی ترتیب مسند احمد بن حنبل الشیبانی، ج ۸، ص ۷۰-۷۲، دار الحدیث قاہرہ، مصر)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازے میں شریک تھے، آپؐ نے (اس موقعے پر) فرمایا: "تم میں سے کون ہے جو مدینے میں موجود ہر بُت کو توڑ ڈالے، ہر قبر کو برابر کر دے اور ہر تصویر کو مٹا ڈالے" ایک شخص نے کہا، اللہ کے رسول! میں اس کام کے لیے تیار ہوں۔ چنانچہ وہ گیا لیکن اہلِ مدینہ سے ڈر کر واپس آ گیا۔ حضرت علیؓ نے پیشکش کی کہ اللہ کے رسول! میں جا کر یہ کام کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ گئے اور واپس آ کر انہوں نے رپورٹ دی کہ میں نے ہر بُت کو توڑ ڈالا، ہر قبر کو زمین کے برابر کر دیا اور ہر تصویر کو مٹا ڈالا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آئندہ اس قسم کا کوئی کام کسی نے کیا تو اُس نے یقیناً اُس دین کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔"

بعض ضروری وضاحتیں

گزشتہ صفحات میں مُسنَّم اور مُسَطَّح کے الفاظ آتے ہیں۔ مُسنَّم کا مطلب ہے قبر کو کوہان نما بنانا۔ اور مُسَطَّح کا مطلب ہے چھت کی طرح مربع (چوکور شکل) میں قبر بنانا۔ بعض علماء مسطح قبر بنانے کے بھی قائل ہیں تاہم جمہور علماء مُسنَّم (کوہان نما) ہی کے قائل ہیں۔ کیونکہ صحیح روایات میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں بھی کوہان نما بنی ہوئی ہیں۔

(احکام الجنائز، للالبانی، ص ۱۵۴۔ الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۶۹ء)

اسی طرح بعض روایات میں قبروں کو زمین کے برابر کرنے کا جو حکم آیا ہے اس کا مطلب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بالکل زمین کے ساتھ برابر کر دینا نہیں ہے بلکہ دوسری روایات کے ساتھ ملا کر اس کا مطلب یہ ہو گا کہ زمین سے زیادہ اونچی قبر نہ بنائی جاتے بلکہ زمین سے صرف ایک بالشت اونچی رکھی جائے، جس طرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کی قبر ایک بالشت رکھی تھی (ملاحظہ ہو الفتح الربانی، ج ۸، ص ۷۵) سنن بیہقی کی ایک اور روایت بھی ہے جسے علامہ البانی نے "حسن" کہا ہے، اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک بھی زمین سے تقریباً ایک بالشت اونچی بنائی گئی تھی (ملاحظہ ہو السنن الکبریٰ، للبیہقی، ج ۳، ص ۴۱۰، احکام الجنائز، للالبانی ۱۵۳، ۲۰۹)

فقہ حنفی سے قبروں کو پختہ بنانے کی ممانعت کی صراحت

ہمارے ملک کی اکثریت فقہ حنفی کی پیروکار ہے، مذکورہ احادیث کے بعد مزید کسی فقہ کے حوالوں کی ضرورت تو نہیں رہتی، تاہم اتمامِ حجت کے طور پر فقہ حنفی کے چند حوالے بھی پیش خدمت ہیں۔

۱۔ امام ابو حنیفہ کے تلمیذِ خاص اور فقہ حنفی کے مدوّنِ اوّل امام محمد اپنی کتاب 'کتاب الآثار' میں لکھتے ہیں۔

ارفعوا القبر حتی یعرف انه قبر فلا یوطأ قال محمد و به ناخذ ولا نری ان یزاد علیٰ ماخرج منه، ونکره ان یجصّص او یطین او یجعل عنده مسجد او علما او یکتب علیه ویکره الآجر ان یبنی به او یدخل القبر ولا نری برش الماء علیه بأسا وهو قول ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ۔

اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا شیخ لنا یرفعه الی النبی صلی الله علیه وسلم انه نهیٰ عن تربیع القبور و تجصیصها قال محمد وبه نأخذ وهو قول ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ۔

(کتاب الآثار۔ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی، ۱۴۰۷ھ، ص ۵۲)

"قبر اتنی اونچی کرو کہ وہ قبر معلوم ہو تاکہ وہ روندی نہ جا سکے، امام محمدؒ کہتے ہیں یہی ہمارا مسلک ہے ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ قبر سے جو مٹی نکلتی ہے، اس سے زائد مٹی قبر پر نہ ڈالی جائے ہمارے نزدیک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی مکروہ (حرام) ہے کہ قبر کو پختہ کیا جائے یا اس کو (مٹی سے ہی) لیپا جائے' یا اس کے پاس مسجد یا کوئی علامت قائم کی جائے' یا اس پر لکھا جائے' اور یہ بھی مکروہ (حرام) ہے کہ قبر پہ پختہ اینٹوں سے کچھ تعمیر کیا جائے' یا قبر کے اندر اس کا استعمال کیا جائے' البتہ قبر پہ پانی کے چھڑکاؤ میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی' وہ کہتے ہیں ہمیں ہمارے شیخ نے یہ مرفوع حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو چوکور بنانے اور پختہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ امام محمدؒ کہتے ہیں یہی ہمارا مسلک ہے اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔"

۲۔ امام ابوحنیفہ کے دوسرے تلمیذِ خاص قاضی ابویوسف اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

عن ابی حنیفة عن ابراهیم انه کان یکره ان یجعل علی القبر علامة وان یضع علی اللحد آجر وان یجصص القبر۔

(کتاب الآثار' ص ۸۴، الطبعۃ الاولیٰ' قاہرہ' مصر)

"امام ابوحنیفہ اپنے استاد امام ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس بات کو مکروہ (حرام) جانتے تھے کہ قبر پر کوئی علامت (نشانی) رکھی جائے' یا قبر پر پختہ اینٹ استعمال کی جائے' اور قبر کو پختہ کیا جائے۔"

۳۔ فقہ حنفی کی معتبر ترین کتاب "الہدایہ" میں ہے۔

ویکره الآجر والخشب' لانهما لاحکام البناء والقبر موضع البلیٰ ثم بالآجر اثر النار فیکره تفاؤلاً

(الہدایہ مع فتح القدیر' ج ۲، ص ۱۳۹، فصل فی الدفن' طبع مصر' ۱۹۷۰ء)

"قبر کے لیے پختہ اینٹ اور لکڑی کا استعمال مکروہ (حرام) ہے' اس لیے کہ یہ دونوں چیزیں کسی عمارت کو پختہ بنانے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں جب کہ قبر (پختگی کی بجائے) بوسیدگی کی جگہ ہے۔ علاوہ ازیں پختہ اینٹ میں آگ کا اثر ہوتا ہے تو بطور تفاؤل بھی اس کا استعمال مکروہ ہے۔"

۴۔ فتاویٰ عالم گیری' جس کی بابت کہا جاتا ہے کہ اسے پانچ سو حنفی علماء و فقہاء نے مرتب کیا اور آج کل کے حنفی علماء پاکستان میں بھی فتاویٰ عالمگیری کے نفاذ کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں' اس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لکھا ہے۔

ویسنم القبر قدر الشبر ولا یربع ولا یجصص ولا بأس برش الماء علیه ویکره ان یبنیٰ علی القبر او یقعد او ینام علیه او یقضی حاجة الانسان من بول او غائط او یعلم بعلامة من کتابة ونحوه ..... ویکره عند القبر مالم یعهد من السنة والمعهود منها لیس الّا زیارته والدعاء عنده قائمًا۔

(فتاویٰ عالمگیری، ج ۱، ص ۱۶۶، مطبع امیریہ، بولاق، مصر۔ ۱۳۱۰ھ)

"قبر ایک بالشت اونچی کوہان نما بنائی جائے، چوکور نہیں۔ اسے پختہ نہ کیا جائے، البتہ پانی چھڑکنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور مکروہ (حرام) ہے کہ قبر پر کوئی عمارت بنائی جائے، یا اس پر بیٹھا یا سویا جائے، یا اسے روندا جائے یا وہاں بول و براز کیا جائے، یا کوئی کتبہ وغیرہ لگا کر نشانی قائم کی جائے۔

قبر کے پاس وہ سارے کام مکروہ (حرام) ہیں جو سُنّت سے ثابت نہیں اور سُنّت سے صرف دو ہی باتیں ثابت و معروف ہیں، ایک قبر کی زیارت، دوسری وہاں کھڑے ہو کر ان کے حق میں دعا کرنا۔"

۵۔ تقریباً یہی بات، جو فقہ حنفیہ کی مذکورہ کتابوں سے نقل کی گئی ہے، فقہ حنفی کی ایک اور اہم کتاب "البحر الرائق شرح کنز الدقائق" (ج ۲، ص ۱۹۴) میں بھی ہے۔

ایک ضروری وضاحت

فقہ حنفی کی مذکورہ کتابوں میں "یکرہ" "تحرہ" (مکروہ ہے یا ہمارے نزدیک مکروہ ہے) کے جو الفاظ آتے ہیں، اس کا مطلب کراہتِ تحریمی ہے، کراہتِ تنزیہی نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں اور پھر اس بنیاد پر مذکورہ کاموں کا جواز مہیا کر لیتے ہیں۔ ہماری اس بات کی دلیل فقہ حنفیہ ہی میں بیان کردہ یہ اصول ہے کہ جب فقہا کے کلام میں کراہت کا لفظ مطلق استعمال ہو تو اس کراہت سے مراد تحریم (حرام ہونا) ہے، چنانچہ فتاویٰ شامی میں ہے۔ واعلم ان المکروه اذا اطلق فی کلامهم فالمراد منه التحریم (ردّ المحتار شرح دُرِّ مختار، ج ۱، ص ۲۰۷، طبع قدیم، مصر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

—— ۱۷ ——

زیارتِ قبور اور دعاء کا صحیح اور مسنون طریقہ

مذکورہ مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ فوت شدگان یا قبروں میں مدفون اشخاص سے مدد طلب کرنے کی حسبِ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ فوت شدہ بزرگ کائنات میں تصرف کرنے کا، نفع نقصان پہنچانے کا اور ہر ایک کی دُور و نزدیک سے فریادیں سُن کر ان کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کا اختیار رکھتے ہیں۔

یہ صورت صریحاً شرک ہے اور اس عقیدے کا حامل شخص مشرک ہے۔

۲۔ وہ خود تو اختیارات نہیں رکھتے لیکن وہ چونکہ مقربانِ بارگاہِ الٰہی ہیں، اس لیے ان کے واسطے اور وسیلے سے دعاء کی قبولیت کے زیادہ امکانات ہیں۔ ہم ان کے سامنے عرضِ حاجات کرتے ہیں، وہ پھر اللہ کی بارگاہ میں ہماری دعاؤں کی قبولیت کی سفارش کرتے ہیں۔

یہ صورت بھی مشرکانہ ہے، کیونکہ اس میں وہی عقیدہ کارفرما ہے جو مشرکینِ مکہ رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں یہ عقیدہ بھی نصوصِ قرآن کے خلاف ہے۔ قرآنِ کریم تو صاف صراحت کرتا ہے کہ قبر والوں کو کوئی بات نہیں سنائی جا سکتی۔ اور یہ صورت ہے ہی اس عقیدے پر مبنی کہ ہم جب چاہیں اور جو چاہیں، قبر والوں کو سُنا سکتے ہیں۔

۳۔ کسی قبر پر جا کر یا کسی بزرگ کا نام لے کر اس طرح دعاء کرے کہ بحرمتِ فلاں یا فلاں کے صدقے یا اللہ میرا فلاں کام کر دے، میری حاجت پوری فرما دے، فلاں مشکل سے نجات عطا فرما دے۔

یہ صورت مشرکانہ تو نہیں، البتہ مُبتدعانہ ضرور ہے یعنی غیر مسنون طریقہ دعاء ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کبھی دعاء نہیں مانگی، صحابہ کرامؓ نے بھی اس طرح دعاء نہیں کی۔ کسی صحیح حدیث سے اس طرح دعاء کرنے کا ثبوت نہیں ملتا۔

بنا بریں دعاء کے لیے کسی قبر پر جانے کی ضرورت نہیں، کسی کے جاہ و حُرمت کا واسطہ دینے کی ضرورت نہیں۔ براہِ راست بغیر کسی واسطے اور وسیلے کے اللہ تعالیٰ سے دعاء کرے۔ البتہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے نیک اعمال کے واسطے اور وسیلے سے دعا کرنی جائز ہے۔ مثلاً یہ کہے یا اللہ میں نے فلاں کام محض تیری رضا کے لیے کیا تھا، اس کے واسطے اور وسیلے سے میری دعا قبول فرما لے جس طرح کہ ایک حدیث میں تین شخصوں کا واقعہ آتا ہے جو ایک غار میں پھنس گئے تھے، اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے نیک عمل کے واسطے سے دعا کی تو اللہ تعالےٰ نے غار کا منہ کھول دیا۔ قرآن کریم کی آیت وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (المائدۃ-۳۵) میں یہی تقویٰ اور نیک اعمال کا وسیلہ مراد ہے۔

○ اسی طرح کسی زندہ نیک بزرگ کے ذریعے سے دعا کرانی بھی جائز ہے جس طرح حضرت عمر فاروق رضؓ نے قحط سالی کے موقع پر عمِّ رسولؐ حضرت عباس رضؓ سے دعا کروائی تھی۔

○ اسی طرح قبرستان جانا مسنون عمل ہے لیکن مخصوص قبروں (جو مزار یا درگاہ کہلاتی ہیں) پر جانے سے اجتناب کیا جائے، کیونکہ وہ قبرستان کے حکم میں نہیں ہیں۔

○ قبرستان میں جانے سے مقصد موت کی یاد دہانی اور دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ مستحضر کرنا ہے۔

○ قبرستان میں جا کر یہ مسنون دعا پڑھی جائے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ، نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ۔

رواہ مسلم (مشکوۃ، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور)

"اے خاموش گھروں کے مومن و مسلمان ساکنو! تم پر سلامتی ہو۔ اگر اللہ نے چاہا تو یقیناً ہم بھی تمہیں ملنے والے ہیں، ہم اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے عافیت کے طالب ہیں"

اس دعا میں مُردوں سے خطاب کر کے اللہ تعالےٰ سے اُن کے لیے اور اپنے لیے دعا کی گئی ہے۔ یہ دعا ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلائی ہے اور جس طرح سکھلائی ہے، اسی طرح پڑھنا ہمارے لیے ضروری ہے، مُردے ہماری یہ دعا سُنتے ہیں یا نہیں سُنتے؟ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں، نہ ان کو سُنانا مقصود ہی ہے۔ مقصد تو صرف دعا ہے۔

○ اس مسنون دعا یا ان کی مغفرت اور عذاب سے نجات کے لیے اپنی زبان میں دعا کرنے کے علاوہ کسی اور چیز کا ثبوت نہیں، جس طرح کہ لوگ فاتحہ پڑھ کر یا کوئی اور قرآنی سورت پڑھ کر مُردوں کو بخشتے ہیں یا ان کی مغفرت کی دعا کے لیے اس طریقے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ طریقہ بالکل غلط ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مُردوں کے لیے فاتحہ خوانی یا قرآن خوانی کا کوئی ثبوت نہیں ہے نہ اس طریقے سے ان کے حق میں مغفرت کی دعاء ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ سورۃ فاتحہ یا قرآن کریم کی کسی اور سورت میں مُردوں کی مغفرت کے لیے کوئی دعائیہ الفاظ ہی نہیں ہیں۔ دعائیہ الفاظ تو اسی دُعاء میں ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قبرستان والوں کے لیے سکھلائی ہے جس کے الفاظ ابھی نقل کیے گئے ہیں۔ اس لیے صرف یہی دعاء قبرستان میں جا کر کرنی چاہیئے یہ دعاء یاد نہ ہو تو اپنی زبان میں مُردوں کی مغفرت کے لیے دعا کرے

○ ہر جمعہ کو والدین کی قبر کی زیارت کرنے کی فضیلت میں ایک روایت آتی ہے لیکن یہ روایت موضوع ہے (الاحادیث الضعیفہ، ج ۱، رقم ۴۹ مشکوۃ بہ تحقیق البانی، ج ۱، ص ۵۵۴۔ باب زیارۃ القبور)

○ اِسی طرح شبِ براءت، محرم یا اور دیگر خصوصی مواقع پر قبرستان جانا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ قبرستان جب چاہیں، جائیں خصوصی موقعوں پر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

○ اپنے کسی عزیز کی خاص قبر پہ ہاتھ اُٹھا کر بھی مغفرت کی دعاء کرنی جائز ہے۔

○ قبر پر پھول وغیرہ چڑھانے کا رواج بھی غیر مسنون ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

○ قبروں پر چراغاں کرنا بھی ناجائز ہے۔ ایک تو یہ بدعت ہے دوسرا اضاعتِ مال ہے تیسرا آتش پرستوں کی نقل اور ان کی مشابہت ہے۔

○ بعض لوگ بزرگوں سے استغاثہ و استعانت کے تو قائل نہیں ہوتے لیکن استفاضہ عن القبور (قبروں میں مدفون بزرگوں سے روحانی فیض حاصل کرنے) کو تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ بزرگوں کی قبروں پر چلہ کشی یا مراقبہ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح ان سے فیض حاصل ہوگا۔ یہ تصور بھی غلط ہے۔ اگر قبروں سے یہ استفاضہ جائز یا ممکن ہوتا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے ضرور روحانی فیض و برکت حاصل کرتے، لیکن کسی صحابی نے ایسا نہیں کیا۔ اس لیے استفاضہ عن القبور بھی صوفیوں کی ایک ایسی بدعت ہے جس سے شرک کا راستہ ہی ہموار ہوتا ہے۔

توحید کی تین قسمیں

توحید کی تین قسمیں ہیں۔ توحیدِ ربوبیت[1]، توحیدِ الوہیت[2] اور توحیدِ صفات[3]۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱- توحیدِ ربوبیت کا مطلب ہے کہ اس کائنات کا خالق، مالک، رازق اور مُدبّر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس توحید کو ملاحدہ وزنادقہ کے علاوہ تمام لوگ مانتے ہیں حتیٰ کہ مشرکین بھی اس کے قائل رہے ہیں اور ہیں، جیسا کہ قرآن کریم نے مشرکینِ مکّہ کا اعتراف نقل کیا ہے۔

۲- توحیدِ اُلوہیت کا مطلب ہے کہ عبادت کی تمام اقسام کا مستحق صرف اللہ تعالےٰ ہے اور عبادت ہر وہ کام ہے جو کسی مخصوص ہستی کی رضا یا اس کی ناراضی کے خوف سے کیا جائے، اس لیے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ صرف یہی عبادات نہیں ہیں بلکہ کسی مخصوص ہستی سے دعاء والتجا کرنا، اس کے نام کی نذر و نیاز دینا، اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا، اس کا طواف کرنا، اس سے طمع اور خوف رکھنا وغیرہ بھی عبادات ہیں۔ توحیدِ الوہیت یہ ہے کہ یہ تمام کام صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کیے جائیں۔

قبر پرستی کے مرض میں مُبتلا عوام وخواص اس توحیدِ الوہیت میں شرک کا ارتکاب کرتے ہیں اور مذکورہ عبادات کی بہت سی قسمیں وہ قبروں میں مدفون افراد اور فوت شدہ بزرگوں کے لیے بھی کرتے ہیں۔

۳- اور توحیدِ صفات کا مطلب ہے کہ اللہ تعالےٰ کی جو صفات قرآن وحدیث میں بیان ہوئی ہیں ان کو بغیر کسی تاویل اور تحریف کے تسلیم کریں اور وہ صفات اُس انداز میں کسی اور کے اندر نہ مانیں۔ مثلاً جس طرح اس کی صفتِ علم غیب ہے، یا دُور اور نزدیک سے ہر ایک کی فریاد سُننے پر وہ قادر ہے، کائنات میں ہر طرح کا تصرف کرنے کا اسے اختیار حاصل ہے۔ یہ یا اس قسم کی اور صفاتِ الٰہیہ ان میں سے کوئی صفت بھی اللہ کے سوا کسی نبی، ولی یا کسی بھی شخص کے اندر تسلیم نہ کی جائیں۔ اگر تسلیم کی جائیں گی تو یہ شرک ہوگا۔

افسوس ہے کہ قبروں کے پجاریوں میں شرک کی یہ قسم بھی عام ہے اور انہوں نے اللہ کی مذکورہ صفات میں بہت سے بندوں کو بھی شریک کر رکھا ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْہُ

زیارتِ قبور کے وقت توحید کی یہ قسمیں بھی مستحضر رہنی چاہئیں تاکہ کوئی مسلمان کسی بھی قبر والے کے اندر اللہ کی صفاتِ مخصوصہ میں سے کوئی صفت تسلیم کرے اور نہ اس کے لیے کسی قسم کی عبادت بجا لائے کیونکہ کسی کو بھی اللہ کی صفت کا حامل سمجھنا یا اس کے لیے عبادت کی کوئی قسم اختیار کرنا، اُس بزرگ اور ولی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا ہے اسی کا نام شرک ہے جو اللہ تعالیٰ آخرت میں معاف نہیں فرمائے گا، مشرک پر جنّت حرام ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

—۱۸—

زیارتِ قبرِ نبوی کی شرعی حیثیت اور اس کا مسنون طریقہ

زیارتِ قبور کے مسائل میں ایک نہایت اہم مسئلہ زیارتِ قبرِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ تو ہر صاحبِ علم جانتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَ صَلُّوْا عَلَیَّ حَیْثُمَا کُنْتُمْ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ (قاعدۃ عظیمۃ۔ امام ابن تیمیہ ص۸۵)

"میری قبر کو عید (میلہ) نہ بنانا، تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود پڑھو، تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔"

اسی طرح آپ کا یہ فرمان بھی ہے۔

لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ، اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ ھِمْ مَسَاجِدَ۔ (حوالہ مذکور بتحقیق جدید، دار العاصمہ۔ ریاض۔ ۱۴۱۱ھ)

"میری قبر کو تم بت مت بنا لینا کہ اس کی پوجا شروع کر دی جائے۔ (یاد رکھنا) اس قوم پر اللہ کا سخت غضب نازل ہوا جس نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ (عبادت گاہ) بنا لیا۔"

ان دونوں حدیثوں کا مفاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کو سفر ذریعہ کے طور پر زیارت گاہ نہ بنایا جائے کیونکہ یہی چیز کسی بھی قبر کے عید (میلہ) یا عبادت گاہ بننے کا ذریعہ بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر بھی کسی کھلی جگہ پر بنانے کی بجائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں بنائی گئی تاکہ لوگوں کی وہاں آمد و رفت زیادہ نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنے کے لیے آیا کرتے تھے، اسی طرح دوسرے شہروں سے بھی لوگ خلفائے اربعہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے ملنے دربارِ خلافت میں بہت سے مسائل کے حل کے لیے حاضری دیا کرتے تھے اور خلفائے راشدین کا دربارِ خلافت مسجدِ نبوی ہی تھا، لیکن لوگ زیارتِ قبرِ نبوی کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جانے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے نہ کوئی وہاں جاتا ہی تھا۔ اگر صحابہ و تابعین کے دور میں زیارتِ قبرِ نبوی کا یہ معمول ہوتا تو یقیناً کتابوں میں اس کا ذکر ہوتا۔ اہلِ تاریخ و اہلِ سیر کی خاموشی واضح طور پر اس بات

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی نشاندہی کرتی ہے کہ عہدِ خیر القرون میں زیارتِ قبرِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو شرعی لحاظ سے بجا طور پر وہ اہمیت نہیں دی گئی جو اہمیت اس مسئلے کو خیر القرون کے بعد عہدِ فساد و فتن میں دے دی گئی ہے بلکہ قبرِ نبویؐ کی زیارت کی فضیلت میں حدیثیں تک گھڑلی گئی ہیں۔ حالانکہ اس کی بابت کوئی حدیث صحیح نہیں۔ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کل حدیث روی فی زیارۃ قبرہ فانہ ضعیف بل کذب موضوع۔

(قاعدۃ عظیمۃ۔ ص ۸۵)

اس کی دوسری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم ہے سلام تو "التحیات" میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کے الفاظ میں پڑھ لیا جاتا ہے اور درود شریف بھی "التحیات" کے بعد پڑھ لیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں دیگر اوقات میں بھی درود پڑھا جاتا ہے اور اس کی بابت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو درود مجھ تک فرشتوں کے ذریعے سے پہنچا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اذان کے بعد جو شخص بھی اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودَانِ الَّذِي وَعَدْتَّهُ پڑھے گا، اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔ اس دعا کے ذریعے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں دعائے خیر ہو جاتی ہے۔ گویا چوبیس گھنٹوں یا شب و روز میں کم از کم پانچ مرتبہ یہ دعائے خیر اور متعدد مرتبہ صلوٰۃ وسلام ہر مسلمان آپؐ کے لیے پڑھتا ہے۔ اس لیے قبرِ مبارک پر جانے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی کیونکہ قبر پر جا کر بھی یہی کام کرنا مسنون ہے جو ایک مسلمان دن اور رات میں متعدد مرتبہ کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ اور تابعینِ عظام نے، جو شریعت کے صحیح رمز شناس تھے، اسی وجہ سے زیارتِ قبرِ نبویؐ کو معمول بنانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

تیسری وجہ یہ حدیثِ رسول ہے لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الحدیث کہ تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور جگہ کا (تقرّبی) سفر نہ کیا جائے۔

اس حدیث کے الفاظ خبر کے ہیں لیکن مقصود اس سے نہی ہے کیونکہ اصول ہے کہ خبر کو خبر پر محمول کرنا متعذر ہو تو اسے نہی پر محمول کیا جاتا ہے جس طرح ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ (صحیح بخاری و مسلم، کتاب البیوع) "کوئی شہری کسی دیہاتی کے لیے بیع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہ کرے" اس میں انداز خبر کا ہے لیکن مراد نہی ہے۔ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا (البقرۃ۔۲۳۳) "کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے" یہ بھی صیغہ خبر کا ہے لیکن معنی نہی کے ہیں قرآن کریم اور احادیث سے اس کے مزید متعدد نظائر پیش کیے جا سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں اسے اگر لَا تَشُدَّ الرِّحَال پڑھ لیا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے اور یہ صیغہ نہی ہے، اس صورت میں تو نہی کے معنی میں کوئی شبہ ہی نہیں رہتا ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مذکورہ تین مساجد (مسجد نبویؐ، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ) کے علاوہ کسی بھی جگہ کا سفر ہی جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ مطلب لیا جائے گا تو پھر تجارت، جہاد، طلب علم، کسی رشتے دار سے ملاقات یا کسی نیک آدمی کی زیارت وغیرہ کسی بھی کام کے لیے سفر کرنا جائز نہیں ہوگا جب کہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ تمام علماء فقہاء و محدثین کا اتفاق ہے کہ مذکورہ مقاصد کے لیے سفر جائز ہے۔ کیونکہ مذکورہ مقاصد کے لیے سفر میں کسی مخصوص جگہ کا تقدس پیش نظر نہیں ہوتا اور حدیث زیر بحث کا اصل مقصد یہ ہے کہ کسی بھی جگہ کو مقدس و متبرک سمجھ کر قرب الٰہی کے حصول کے لیے سفر نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس مقصد کے لیے تقرّبی سفر صرف تین مسجدوں ہی کے لیے جائز ہے۔ مثلاً کوہ طور ہے۔ کوئی شخص اس مقصد کے لیے وہاں جائے کہ یہ پہاڑ اس لحاظ سے مقدس ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا تھا، وہاں جانے سے مجھے بھی خصوصی اجر اور قرب الٰہی حاصل ہوگا۔ تو اس نقطۂ نظر سے یہ سفر اس حدیث کے خلاف ہوگا۔ البتہ ایک تاریخی مقام کے دیکھنے کے نقطۂ نظر سے اس کا سفر جائز ہوگا۔

حدیث کے اسی مفہوم کے پیش نظر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور دیگر بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ جب کوئی مسلمان مدینہ منورہ جانے کا ارادہ کرے تو زیارت اور تقرب کے لیے اس کی نیت مسجد نبویؐ کی ہونی چاہیے، جب وہ مسجد نبویؐ میں پہنچ جائے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کا موقعہ اسے از خود مل جائے گا۔ یوں حدیث رسولؐ کے خلاف بھی اس کا عمل نہیں ہوگا اور قبر مبارک کی زیارت کا شرف بھی اسے حاصل ہو جائے گا۔

یہ نفقہ اور احتیاط کی ایک عمدہ مثال تھی لیکن بدعت پرستوں نے امام ابن تیمیہؒ کے اس نقطۂ نظر کو مسخ کرنے کی اور اس بنیاد پر انہیں بدنام کرنے کی مذموم سعی کی ہے۔ حالانکہ امام موصوف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علیہ الرحمۃ نے یہ نہیں کہا ہے کہ قبر نبویؐ کی زیارت ناجائز ہے بلکہ اس کا جواز بلکہ استحباب تسلیم کرتے ہیں البتہ حدیثِ رسولؐ کے تقدس کے پیشِ نظر اس احتیاط کی تلقین کرتے ہیں کہ سفر کرتے وقت نیت مسجدِ نبویؐ کی رکھی جائے۔ وہاں جا کر پھر قبرِ مبارک کی زیارت بھی کر لی جائے۔

امام موصوف کا یہ نقطۂ نظر مذکورہ دلائل شرعیہ اور صحابۂ کرام و تابعینِ عظام کے کردار و عمل کے بالکل مطابق ہے۔ کاش مسلمان اہلِ علم بدعت و تعصّب کی عینک اُتار کر اسے دیکھیں۔

قبرِ مبارک پر کھڑے ہو کر کیا پڑھا جائے؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ اطہر پر کھڑے ہو کر کیا پڑھا جائے؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ عمل نقل ہوا ہے کہ وہ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ پڑھا کرتے تھے۔ اس لیے اگر کوئی یہ پڑھنا چاہے تو یہ بھی پڑھ سکتا ہے۔ البتہ اس کا عقیدہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ آپؐ یہ صلوٰۃ و سلام سُن بھی رہے ہیں۔ بعض روایات میں جو یہ آتا ہے کہ قریب سے درُود پڑھنے والے کی آواز میں سُنتا ہوں، یہ روایت سنداً صحیح نہیں۔ اس لیے سُنانے کی نیت سے نہ پڑھا جائے، صرف سُنّت سمجھ کر سلام پڑھا جائے کہ آپؐ ہی کا فرمان ہے کہ جب تم قبر والوں کے پاس سے گزرو تو السّلام علیکم یا اہل القبور۔۔۔ پڑھا کرو۔ اس اعتبار سے قبرِ مبارک پر کھڑے ہو کر سلام پڑھنا مسنون عمل ہے۔ علاوہ ازیں عام مسنون دعاء "السّلام علیکم یا اہل القبور۔۔۔" اور درُودِ ابراہیمی بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

بیگم مرزا اسلم بیگ کی سچّی اور کھری باتیں

www.KitaboSunnat.com

ریٹائرڈ چیف آرمی سٹاف جنرل مرزا اسلم بیگ کی اہلیہ محترمہ نے اپنے ایک اخباری انٹرویو میں کہا "ہمارے ہاں لوگوں نے مذہب کو کاروبار بنا لیا ہے، سب لوگ جانتے ہیں کہ خدا سے مانگنے کے لیے کسی وسیلے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس سے جو مانگیں ڈائریکٹ مانگیں، لیکن ہم لوگ اسلام کے منع کرنے کے باوجود "مزاروں" پر جاتے ہیں اور چادریں چڑھاتے ہیں"۔ انہوں نے مزید کہا: حضرت "داتا" صاحب کے مزار پر جو کچھ ہوتا ہے، یہ سب شرک ہے، ہمیں لاکھوں روپے کی چادریں چڑھانے کے بجائے ننگے بُچے لوگوں کو ڈھانپنا چاہیے، لاکھوں روپے کے جس عرق گلاب کو "مزار" دھونے پر ضائع کر دیتے ہیں، وہ رقم ہمیں غریبوں میں بانٹنی چاہیے۔ (روزنامہ "جنگ" لاہور۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۹۰ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

—۱۹—

سلطان عبد العزیزؒ، حرمین شریفین اور انہدام قبور

شریعت، تاریخ اور واقعات کی روشنی میں

۱۹۸۸ء میں لندن (برطانیہ) میں بسلسلہ تحفظ حرمین شریفین ایک عظیم الشان بین الاقوامی اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں انگلستان اور یورپ کے علماء و فضلاء کے علاوہ پورے عالم اسلام کے ممتاز اہل علم اور زعماء نے شرکت کی تھی۔ تین روزہ کانفرنس جاری رہی۔ عربی، اردو اور انگریزی تینوں زبانوں میں تقاریر و مقالات پیش ہوئے۔ ہر عربی تقریر کا انگریزی میں اور ہر انگریزی تقریر کا عربی میں اور اردو تقاریر کا صرف عربی میں خلاصہ پیش کیا جاتا تھا۔

راقم نے ذیل کا مقالہ اسی کانفرنس کے لیے تحریر کیا تھا لیکن وقت کی قلت کی وجہ سے اس کی تلخیص ہی وہاں پیش کی جا سکی تھی۔ اب ذیل میں یہ پورا مقالہ دیا جا رہا ہے۔ (ص ۔ ی)

سرزمین فارس —— ایران —— میں جناب خمینی کی رہنمائی میں جو انقلاب آیا، اس کی بابت بڑے زور شور سے یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ یہ "اسلامی انقلاب" ہے اور عالم اسلام کی رہنمائی کے لیے مسلمانوں کو خمینی کی شکل میں ایک "عظیم قائد" مل گیا ہے۔ اس ادعائی پروپیگنڈے سے بہت سے اچھے اچھے باخبر لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں، بہت سے لوگ مغالطوں کا شکار ہو گئے اور بہت سوں نے انقلاب ایران سے حسین امیدیں وابستہ کر لیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن فراستِ ایمانی سے بہرہ ور اہل علم اور شیعہ مذہب کی حقیقت سے باخبر حضرات مذکورہ مغالطوں کا شکار نہیں ہوتے۔ انہوں نے اسے خالص شیعہ انقلاب ہی سمجھا جس سے گزشتہ تاریخ کی روشنی میں ——— خیر کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ اسے انہوں نے بجا طور پر اُمّتِ مسلمہ کے لیے سخت خطرناک قرار دیا اور مسلم عوام کو اس کے دامِ ہم رنگ زمین سے بچانے کی کوشش کی۔

الحمدللہ ان کی کوششوں سے اور خود ایرانیوں کے اسلام دشمن کردار اور رویّے سے مسلم عوام پر انقلابِ ایران کی اصل حقیقت واضح اور آشکارا ہوگئی، بالخصوص ایامِ حج میں مقاماتِ مقدّسہ میں چند سال وہ جس قسم کی ہنگامہ آرائی کرتے رہے جس کا بھرپور مظاہرہ بھی کیا اور جس کے نتیجے میں سینکڑوں افراد لقمۂ اجل بن گئے، جن میں زیادہ تر تعداد ایرانی مظاہرین کی تھی۔ حرمین شریفین ——— زادھما اللہ عِزّاً وشَرفاً ——— میں ہنگامہ آرائی اور فساد انگیزی نے ایرانیوں کے مکروہ عزائم کو طشت از بام اور انقلاب ایران کی حقیقت کو عُریاں کر دیا ہے۔

علاوہ ازیں پاک و ہند اور انڈن وغیرہ میں ایرانی زعماء نے کچھ نام نہاد سُنّی اصحابِ جُبّہ و دستار کو اپنے ساتھ ملا کر "حج سیمینار" ——— "القدس سیمینار" اور "حجاز کانفرنس" کے خوش نما عنوانات سے اجتماعات کیے جن میں عالمِ اسلام کی واحد اسلامی مملکت اور حرمین شریفین کی محافظ حکومت کے خلاف زہر اُگلا گیا، اس پر الزام تراشی کر کے اسے بدنام کرنے کی مذموم سعی کی گئی اور عجیب عجیب قسم کے مضحکہ خیز مطالبات کیے گئے۔ مثلاً

مکہ و مدینہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

ان کا انتظام عالمِ اسلام کے نمائندوں پر مشتمل کسی کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

مقاماتِ مقدسہ کی بے حرمتی کا ازالہ کیا جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام پہلوؤں پر، جن کا تعلق ان مطالبات سے ہے، اہلِ علم و اہلِ قلم ان پر کافی روشنی ڈال چکے ہیں۔ اس مقالے میں صرف آخری نکتے کے ضمن میں ایک پہلو کی وضاحت کرنی مقصود ہے اور وہ ہے اس کا تاریخی پس منظر یعنی وہ "مقاماتِ مقدسہ" کون سے ہیں جن کی بے حرمتی کا دعویٰ کر کے اس کے ازالہ کا مطالبہ مسلسل کیا جارہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واقعہ یہ ہے کہ حرمین شریفین میں مسلمانوں کے "مقاماتِ مقدسہ" حرمِ کعبہ، مسجد نبویؐ، روضۂ رسولؐ اور دیگر مساجد ہیں اور یہ بحمد للہ تمام کے تمام نہ صرف محفوظ ہیں بلکہ ان کا انتظام ایسے اعلیٰ پیمانے پر سعودی حکومت نے سنبھالا ہوا ہے کہ جسے انسانی مساعی کی آخری حد کہا جا سکتا ہے، جس کی تصدیق ہر حاجی سے کی جا سکتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ان کے علاوہ وہ کون سے "مقاماتِ مقدسہ" ہیں جن کی بے حرمتی یا انہدام کا الزام سعودی حکومت پر لگایا جاتا ہے اور اس کے ازالے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے تو حقیقت یہ ہے کہ آج سے ساٹھ سال قبل کا واقعہ ہے جب سعودی حکومت کے بانی یعنی والیٔ نجد و حجاز سلطان عبدالعزیز رحمہ اللہ نے شریعتِ اسلامیہ کے مطابق اُن تمام قبروں کو جو، قُبہ نما بنی ہوئی تھیں اور شریعت سے بے خبر عوام وہاں غیر شرعی حرکات کرتے تھے، ڈھا دیا تھا اور اُن کو عام سادہ قبروں کی طرح بنا دیا تھا تاکہ عوام آئندہ اُس گمراہی میں مبتلا نہ ہوں جس طرح پہلے چلے آ رہے تھے۔

ان پُختہ قبروں اور قبوّں کو ہی یہ حضرات "مقاماتِ مقدسہ" سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک "مزارات" ہیں یعنی جائے زیارت اور متبرک مقامات۔ حالانکہ حدیثِ رسولؐ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الحدیث کی رُو سے ایسے متبرک مقامات، جن کی زیارت کے لیے شدِّ رحال کی اجازت ہے، صرف تین ہیں مسجد حرام، مسجد نبویؐ اور مسجد اقصیٰ۔ اس حدیث کے مطابق ان مقامات کے علاوہ کسی جگہ کے لیے بطور خاص تقرُّبی سفر جائز نہیں ہے۔

لیکن اہلِ تشیع اور اہلِ سُنّت کے لبیل سے آراستہ ایک گروہ۔ مولانا احمد رضا خاں کے پیروکار۔ جو پُختہ قبر، قُبہ اور گنبد نما عمارت کو مقدس، متبرک اور مزار (جائے زیارت) سمجھتے ہیں، شدِّ رحال کر کے وہاں جانے کو نہایت سعادت کا باعث ہی نہیں گردانتے، قضائے حاجات کے لیے بھی اکسیر سمجھتے ہیں۔ قبروں میں مدفون افراد و اشخاص کو حاجت روا، مشکل کشا، سمیع و بصیر، نافع و ضار، مُتصرف الامور اور دیگر خدائی صفات سے مُتّصف مانتے ہیں جس کا مشاہدہ پاک و ہند، ایران اور دیگر ملکوں میں کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان قبروں پر خانہ کعبہ کی طرح طواف کیا جاتا ہے، خانہ کعبہ ہی کی طرح انہیں مَنوں عرقِ گلاب سے غسل دیا جاتا ہے، حج کی طرح سالانہ عُرس کیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاتے ہیں۔ اور انہیں حج کا مترادف سمجھا جاتا ہے، ان کے نام کی نذر نیازیں دی جاتی ہیں، ان کی قبروں پر سجدہ تک روا رکھا جاتا ہے، ان کے نام کی بعض جگہ نمازیں تک پڑھی جاتی ہیں، ان سے استمداد اور استغاثہ کیا جاتا ہے۔ الغرض ان قبروں میں مدفون افراد کو مقام الوہیت پر فائز اور ان مقامات کو خانہ کعبہ کی طرح متبرک و مقدّس سمجھا جاتا ہے۔ یوں شریعتِ اسلامیہ کے بالمقابل ایک نئی شریعت بنالی گئی ہے۔ اور دینِ اسلام کے متوازی ایک نیا دین گھڑ لیا گیا ہے جس میں سُنّت کی جگہ بدعت کی اور توحید کی جگہ شرک کی فرماں روائی ہے، جہاں خوف و رجاء کا مرکز اللہ کی ذات نہیں، مُردہ بُزرگ ہیں اور جہاں ان فوت شدگان ہی کو تمام اختیارات کا منبع اور سرچشمہ سمجھا جاتا ہے۔

ظاہر بات ہے کہ کوئی مردِ مومن، جس کو اللہ تعالےٰ تمکّن فی الارض عطا فرمائے، اقتدار و اختیار سے بہرہ ور کرے اور جلالِ شاہی سے نوازے، یہ کاروبارِ لات و منات برداشت نہیں کرسکتا۔ چنانچہ والیٔ نجد و حجاز سلطان عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے زیرِ نگیں جب یہ مقدّس مقامات (حرمین شریفین) آئے اور انہوں نے دیکھا کہ ؎

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں　　پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

کے مصداق لوگ پختہ قبروں اور قبّوں کو پوجتے ہیں، انہوں نے اپنی "لَو" مُردوں سے لگانے کی بجائے مُردوں سے لگائی ہوئی ہے تو انہوں نے وہی کام کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں کیا تھا اور جسے بعد میں پھر حضرت علیؓ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں کیا کہ تمام پختہ قبریں اور قبّے ڈھا دیتے اور انہیں عام قبروں کی طرح کر دیا تاکہ شریعت سے ناواقف عوام پہلے کی طرح وہاں مُشرکانہ امور سرانجام نہ دے سکیں۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابوالھیّاج اَسَدی کو یہ فرمایا کہ:

"کیا میں تمہیں اُس کام پر مامور نہ کروں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کروایا تھا اور وہ یہ ہے کہ جاؤ جو بھی تصویر، مجسّمہ (تمثال) تمہیں نظر آئے، اسے مٹا دو۔ اور جو قبر زیادہ اونچی ہو اسے برابر کر دو۔"

عن ابی الھیاج الاسدی قال قال لی علی بن ابی طالب اَلَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِى عليه رسولُ الله صلى الله عليه وسلم اَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهٗ۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الامر بتسویۃ القبر۔ حدیث نمبر ۹۶۹)

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ (چونا گچ) کرنے، ان پر مجاور بن کر بیٹھنے اور ان پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔

نَهٰى رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّقْعَدَ عليه وَاَنْ يُّبْنٰى عليه

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، ج ۲، ص ۶۶۷، حدیث نمبر ۹۷۰، طبع بیروت)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ پر اس وجہ سے لعنت فرمائی کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا اور آپ نے اپنی اُمّت کو اس طرح کرنے سے منع فرمایا۔

لَعَنَ اللهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ (صحیح مسلم، حدیث نمبر ۵۳۰)

اَلَا وَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّيْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ (صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۷۸، حدیث نمبر ۵۳۲)

ایک اور حدیث میں ایسے لوگوں کو، جو نیک آدمیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ (عبادت گاہ) بنا لیتے ہیں، عنداللہ بدترین خلائق قرار دیا۔ فرمایا:

اِنَّ اُولٰٓئِكَ اِذَا كَانَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ اُولٰٓئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۷۶، حدیث نمبر ۵۲۸، طبع بیروت۔ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر بھی اسی اندیشے کی وجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے کسی کھلی جگہ کی بجائے، حجرے کے اندر بنائی گئی۔

فلولا ذلك أبرز قبره غير أنه خشي أن يتخذ مسجداً۔

(صحیح مسلم، ج ۱، ص ۲۷۶)

سلطان عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اسلام کی ان واضح اور دوٹوک تعلیمات کی روشنی میں پختہ قبروں اور قبوں کو ڈھا کر تمام قبروں کو یکساں کر دیا۔

قبریں، بالخصوص صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظام کی قبریں بلاشبہ قابل احترام ہیں جن کی بے حرمتی قطعاً جائز نہیں لیکن اگر کسی جگہ قبریں پختہ بنادی جائیں اور ان پر قبہ نما عمارتیں کھڑی کر دی جائیں تو شریعت اسلامیہ کے مطابق ان قبروں اور قبوں کو ڈھا کر انہیں عام قبروں میں تبدیل کر دینا، قبروں کی بے حرمتی قطعاً نہیں ہے، بلکہ یہ عین اسلام ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل ہے اور تعامل خیر القرون کے بالکل مطابق ہے۔

سعودی حکومت کا عظیم تاریخی و اسلامی کارنامہ

بانیٔ مملکت سعودیہ جناب سلطان عبدالعزیز رحمہ اللہ نے یہی کام کیا ہے جس کی وضاحت اور تاکید حضرت علیؓ کی مذکورہ بالا روایت اور دیگر روایات میں کی گئی ہے۔ اور جس پر الحمد للہ ان کے فرزندانِ والا تبار حفظہم اللہ تعالیٰ بھی گامزن ہیں۔ یہ اسلام کی ایک نہایت عظیم الشان خدمت ہے جس کی توفیق اللہ تعالیٰ نے اس دور میں آلِ سعود اور آلِ شیخ کو عطا فرمائی۔ جزاهم الله احسن الجزاء عن جميع المسلمين۔

پختہ قبریں ڈھانے کے علاوہ انہوں نے کچھ نہیں کیا، کسی قبر کی بے حرمتی نہیں کی، کسی مقامِ مقدس کو انہوں نے نہیں ڈھایا، لیکن بدقسمتی سے برصغیر پاک و ہند میں جو اسلام رائج ہے اس میں پختہ قبریں اور ان پر قبوں کی تعمیر نہ صرف جائز ہے بلکہ وہاں پوجا پاٹ کے دیگر مراسم بھی بکثرت بجا لائے جاتے ہیں۔ اس لیے اس قسم کے لوگوں نے اس وقت بھی سلطان عبدالعزیز کے خلاف یہی پروپیگنڈہ کیا تھا جس کا اعادہ اب ۶۰ سال کے بعد بھی مختلف طریقوں سے کیا جا رہا ہے۔

یہ ۱۹۲۴ء ۱۹۲۵ء کا واقعہ ہے۔ راقم چاہتا ہے کہ اس کی ضروری تفصیل یہاں پیش کر دی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جائے تاکہ ایک تو پروپیگنڈے کی حقیقت واضح ہو جائے۔ دوسرے سلطان عبدالعزیزؒ کے اقدام کی نوعیت سے لوگ آگاہ ہو جائیں اور عوام کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔

اس سلسلے کے حقائق و واقعات اُس دور میں شائع ہو چکے ہیں جب سلطان عبدالعزیز (والد شاہ فیصل و شاہ خالد و شاہ فہد وغیرہ) نے سرزمین حرمین سے شریف حسین مکہ (جو انگریز کا حمایتی و طرفدار تھا اور جس نے عملاً عالم اسلام کے مسلمانوں کے لیے حج کرنا انتہائی دشوار کر دیا تھا) کا اقتدار ختم کر کے نجد و حجاز کا انتظام سنبھالا اور تمام پختہ قبریں مسمار کر کے ان کو شریعت اسلامیہ کے مطابق کر دیا تھا۔ سلطان کے اس اقدام کو تو چونکہ خلاف شریعت ثابت نہیں کیا جا سکتا تھا، اس لیے توہم پرست لوگوں نے الزام تراشی کا راستہ اختیار کر کے اپنے دل کا بخار نکالا اور اس طرح کی من گھڑت چیزیں پھیلائیں کہ سلطان عبدالعزیز نے کئی مسجدیں مسمار کر دی ہیں، قبروں کی بے حرمتی کی ہے اور یہ شخص اب روضۂ رسولؐ کی بے حرمتی کرنے سے بھی باز نہیں آئے گا، وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ اس دور میں تحقیقِ حال کے لیے ہندوستان (متحدہ ہند) سے علماء کا ایک وفد مرکزی خلافت کمیٹی کی طرف سے (جس میں چوٹی کے علماء و اعیان اور ممبران کونسل شامل تھے) خود حجاز گیا اور وہاں کے تمام حالات کا جائزہ لیا اور وہاں کے افسرانِ بالا اور خود سلطان عبدالعزیزؒ سے مل کر اصل حالات معلوم کیے۔ اس وفد نے وہاں سے واپس آ کر جو رپورٹ دی وہ اس وقت شائع ہو گئی تھی۔ یہاں اس رپورٹ سے چند اہم اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں تاکہ انہدامِ قبور و قباب کے الزام کی حقیقت واضح ہو جائے۔

وفد مذکور نے جب آثار و مقابر کے گرانے سے متعلق استفسار کیا تو سلطان نے اس کے جواب میں جو کہا وہ وفد کے الفاظ میں حسبِ ذیل ہے۔

"آثار و مبانی کی سردست اس طرح اصلاح کرا دی جائے گی کہ ان کا احترام قائم رہے اور یہ محفوظ رہیں لیکن ان کی دوبارہ تعمیر کے متعلق انہوں نے صاف صاف فرمایا کہ بلادِ مقدسہ میں صرف شریعتِ اسلامیہ ہی کے موافق فیصلہ کیا جائے گا اور اسی قانون شرعی کا یہاں نفاذ ہوگا جس کی تشریح سلف صالح اور ائمہ اربعہ نے کی ہے۔ اگر دنیا کے محققین علماء اس کا فیصلہ کر دیں کہ دوبارہ ان آثار کا تعمیر کرنا ضروری ہے تو میں سونے چاندی سے انہیں تعمیر کرانے کے لیے مستعد ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح مدینہ منورہ کے تمام آثار اور مبانی کا دنیا کے محققین علماء جو فیصلہ کریں گے اس کے موافق عمل کیا جائے گا اور علماء کے فیصلے سے قبل کی تمام چیزیں اصلی شکل پر قائم رکھی جائیں گی۔ البتہ روضۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کسی بحث کی ضرورت نہیں۔ اس کا تحفظ اور بقاء ہر مسلمان کے لیے فرض ہے اور جس کی حفاظت کے لیے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں اپنی جان اور تمام خاندان کو اس پر قربان کر دوں گا۔ اس لیے میں نے مدینہ منورہ میں ایسی فوج بھیجی ہے جو مصالح شناس ہے اور انشاء اللہ وہ تمام آثار کا احترام ملحوظ رکھے گی۔"

ہم وفد نے صرف اسی زبانی گفتگو پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ان تمام مسائل کے متعلق سلطان عبدالعزیز سے ایک ابلاغ لکھوالیا جو رپورٹ کے ساتھ منسلک ہے۔

وفد مذکور نے سلطان مرحوم سے جو تحریری ابلاغ (اعلان) حاصل کیا تھا، اس کا ترجمہ رپورٹ ہی سے درج ذیل ہے۔

اعلانِ عام

عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن الفیصل السعود کی طرف سے مشرق و مغرب کے مسلمانوں کے نام

الحمد للہ الذی لا الہ الا ھو۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد جو روزِ قیامت میں شفیع ہوں گے۔

امابعد! یہ کہ میں نے وفد جمعیت خلافت ہند اور جمعیۃ العلماء کے نمائندوں سے ان مسائل کے متعلق گفتگو کی جن کا علم مسلمانوں کو ضروری ہے اور جن کے متعلق ہمارے خیالات کی حقیقت جاننا اہم ہے۔ پورے اخلاص و صراحت کے ساتھ گفت و شنید ہوئی اور خدا کا شکر ہے ہمارے اور ان کے درمیان تمام مسائل زیر بحث میں پورا اتفاق ہو گیا۔

حق کے دشمن اور باطل کے دوست افتراء کر رہے ہیں اور مسلمانوں میں تفرقہ پھیلانے اور اپنی سعیٔ باطل سے اللہ کے نور کو بجھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ سیدھے سادے مسلمانوں کے قلوب میں غلط خیالات پیدا کر رہے ہیں جنہیں حقیقتِ حال کا پتہ نہیں ہے اور جو نہیں جانتے کہ ہماری پالیسی کیا ہے؟ ان افتراء پردازیوں کے تدارک کے لیے میں حسبِ ذیل اعلان کرتا ہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جس سے دلائل کی روشنی میں حق و باطل کی تمیز ہو جائے گی۔

۱۔ میں ان قوموں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہمارے ساتھ حق کی مدافعت کی اور ہندوستانی قوم کا خاص طور سے شکر گزار ہوں کہ اس نے ایسے وقت میں عربوں کی حمایت کا بیڑا اٹھایا اور ان کے قضیے کی طرف توجہ کی جبکہ عرب خود آپس کی آویزش و عداوت میں مبتلا ہو کر اپنے دینی اور وطنی فریضے کو بھول چکے تھے۔ میں اس لیے بھی مسلمانانِ ہند کا خاص طور سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے سب سے پہلے میری دعوت پر لبیک کہی۔ خدا انہیں بہتر جزا دے۔

۲۔ میں اب بھی اسی قول پر قائم ہوں جس کا اظہار میں نے عالمِ اسلامی کو دعوت دیتے وقت کیا تھا۔ مؤتمر کے انعقاد کی ضرورت ہے جو ان امور پر غور کرے جو حجاز کے تمام مسلمانوں کے لیے اہمیّت رکھتے ہیں۔ راستے کی اصلاح و حفاظت، ہر زائر کے لیے راحت و آرام کے وسائل کی فراوانی، ڈاک وغیرہ کے امکان کی سہولت، ایسے امور کے انتظام کے متعلق حجاز میں ہم اور وہ مل کر ذمہ داری قبول کریں۔ راستے کھلنے کے بعد ہی[1] عنقریب ایسی مؤتمر اسلامی کی دعوت بھیج دی جائیگی۔

۳۔ حجاز کی کامل آزادی کی حفاظت ہم اپنی جان تک سے کریں گے کہ غیر مسلم کا اثر حجاز میں قائم نہ ہو[2] اس میں ہمارے دین و شرف کی حفاظت ہے۔

۴۔ بلادِ مقدسہ کا قانونِ عام شریعتِ اسلامیہ کے مطابق ہوگا اور تمام مسائل کا فیصلہ غور و خوض کے بعد تمام ممالک کے محقق علماء کریں گے۔

۵۔ میں اس بات کو نہایت زور و تاکید کے ساتھ آپ سے کہتا ہوں کہ مدینہ منوّرہ حَرَمًا اٰمِنًا کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں قتل و غارت و بربادی جائز نہیں، اس کے شرف و احترام کی وجہ سے میں عرصے سے صرف اس محاصرے پر اکتفا کر رہا ہوں حالانکہ اس میں بہت مالی نقصان ہو رہا ہے اور حالانکہ خدا کی مدد سے میں مدینہ منورہ پر ایک گھنٹے میں قبضہ کر سکتا ہوں لیکن میں بلاد و عباد کی

---

[1] سلطان کا اس وقت تک حجاز پر کنٹرول نہیں ہوا تھا اور بعض علاقوں میں ابھی تک جنگ یا حالتِ جنگ موجود تھی جس کی وجہ سے راستے مخدوش تھے۔

[2] سلطان مرحوم کے متعلق ان کے دشمنوں اور مذہبی مخالفین نے یہ افواہ بھی اڑائی تھی کہ سلطان انگریزوں کا حامی ہے اور اب وہاں انگریز کا تسلط ہو جائے گا۔ سلطان مرحوم نے ان الفاظ میں اس افواہ کی تردید کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سلامتی چاہتا ہوں۔ میں نے لشکر کو حکم دے دیا ہے کہ کسی بھی صورت میں مدینے پر ہجوم نہ کرے اور اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ دشمن خود ہتھیار ڈال کر حوالے نہ کر دے۔ مدینہ منورہ میں جو عمارتیں ہیں ان کے متعلق سابقہ دفعہ کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

ہمارے دشمن مشہور کر رہے ہے کہ جب ہم مدینہ منورہ پر قبضہ کریں گے تو روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو منہدم کر دیں گے۔ حاشا، کوئی مسلمان ہرگز ایسا نہ کرے گا۔ اگر کوئی ایسا کرے تو میں اس کی حفاظت میں اپنی جان، مال، اولاد قربان کر دوں گا۔ میں اللہ کے حرم مکہ اور رسولؐ کے حرم مدینہ میں کوئی فرق نہیں کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کو حرم بنایا۔ جس طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم کیا۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ اس کام کی توفیق دے جس سے وہ راضی ہو"

۲۸ ذوالحجہ ۱۳۴۳ھ مہر سلطان

اعلان کے مطابق عمل

احترامِ مدینہ کے سلسلے میں سلطان عبدالعزیز نے جو یقین دہانی کرائی تھی، اس پر کتنی سختی سے عمل درآمد کرایا گیا۔ اس کا اندازہ سلطان کے ان احکام سے کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے اپنی اس فوج کو دیئے جو مدینے کو فتح کرنے پر مامور تھی۔ اس کی کچھ تفصیل اسی دور کے ایک ہندوستانی اخبار نے حجاز کے ایک موقر اخبار کے حوالے سے شائع کی تھی جو حسبِ ذیل ہے۔

"اسی ہفتے کی ڈاک میں ہمارے پاس "امّ القریٰ" کا جو پرچہ پہنچا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن سعود نے مزید احتیاط کے لیے نجد کے ایک مشہور عالم شیخ عمر بن سلیم کو مدینہ بھیج دیا ہے تاکہ وہ شرعی حیثیت سے محاصرۂ فوج کی نگرانی کریں اور دورانِ جنگ میں کسی ایسے فعل کا ارتکاب نہ کرنے دیں جو حرمتِ مدینہ کے منافی ہو۔ اس کے ساتھ ایک فرمان فوج کے نام بھی بھیجا جس میں خدا کا واسطہ دے کر اسے حکم دیا ہے کہ حدودِ حرم میں دشمنوں کے خلاف کوئی جنگی کارروائی نہ کریں۔ "امّ القریٰ" کا بیان ہے کہ نجدی فوج کو سلطان کے ان پے در پے تاکیدی احکام سے بہت نقصان اٹھانا پڑا ہے چنانچہ وہ ایک مرتبہ کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ "جب نجدی فوج نے سلطانی احکام کے مطابق ہر قسم کی جنگی کارروائیوں کو بند کر دیا تو مدینے کی محصور فوج کو یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گمان ہوا کہ اب شاید نجدیوں کی ہمتیں پست ہوگئی ہیں اور یہ سوچ کر انہوں نے عین نماز فجر کے وقت ہمارے کیمپ پر حملہ کر دیا۔ اوّل اوّل تو اس اچانک حملے سے ہماری فوج میں سخت انتشار پیدا ہوگیا اور وہ دو حصّوں میں تقسیم ہوگئی مگر بعد میں اپنی قوّت مجتمع کر کے ان پر جوابی حملہ کیا اور انہیں مارتی ہوئی مدینہ کے قریب تک پہنچ گئی لیکن عین شہر کے سامنے جب کہ فتح کے دروازے بالکل کھلے ہوتے تھے، دفعتہً شیخ عمر بن سلیم نے فوج کو للکارا کہ خبردار آگے نہ بڑھنا، سلطان کی نافرمانی تمہیں سخت سزا کا مستوجب بنا دے گی، آخر مجبوراً ہماری فوج کو رُک جانا پڑا اور مدینے کی فتح مکمل ہوتے ہوتے رہ گئی۔

ان نقصانات سے ابن سعود کی فوج میں جیسی کچھ بددلی پھیل رہی ہوگی اس کا اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے لیکن وہ عالی ظرف انسان احترام مدینۃ الرسول کی خاطر نہ صرف ان تمام باتوں کو برداشت کر رہا ہے بلکہ دنیائے اسلام کو مطمئن کرنے کے لیے اپنی فوج کو تاکید کر رہا ہے کہ وہ ذلیل و محکوم ہندوستانیوں کے نمائندوں کی نگرانی و ہدایت پر عمل کرے[1] حالانکہ کوئی خوددار بادشاہ اپنی فوج کے لیے اس ذلّت کو پسند نہیں کرتا۔

(اخبار "الجمعیۃ" دہلی۔ ۱۰ر دسمبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۲ کالم ۲)

یہ تمام تفصیلات شائع شدہ ہیں۔ راقم نے یہ تمام اقتباسات "مسئلہ حجاز پر نظر" مؤلفہ مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم مطبوعہ ۱۹۲۵ء سے نقل کیے ہیں، یہ تمام تفصیلات ڈاکٹر حکیم ملک عنایت اللہ نسیم سوہدروی نے اپنی کتاب "مولانا ظفر علی خاں اور ان کا عہد" میں بھی نقل کی ہیں۔

ایک ضروری وضاحت

وفد خلافت کے سلسلے میں یہ وضاحت بھی کر دینی نامناسب نہ ہوگی کہ تین مرتبہ ہندوستان سے خلافت کمیٹی کی طرف سے وفد گئے۔

پہلا وفد ۱۹۲۴ء میں سید سلیمان ندوی کی قیادت میں گیا جب کہ شریف حسین اور سلطان

---

[1] سلطان نے فوج کو حکم دیا تھا کہ وہ ہندوستانی وفد کی نگرانی میں کام کرے یہ اس طرف اشارہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عبدالعزیز کے درمیان جنگ جاری تھی۔ اس وفد کو شریف حسین کے لڑکے امیر علی نے سلطان عبدالعزیز تک نہ جانے دیا۔ بالآخر دو مہینے کے قیام کے بعد یہ وفد جدّہ سے ہی واپس آگیا۔

دوسرا وفد ۱۹۲۵ء میں گیا جس میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خاں، مولانا محمد عرفان اور شعیب قریشی وغیرہ تھے اور اس وقت سلطان کی پیش قدمی جاری تھی جس کی وجہ سے مقابر و آثار گرانے کی افواہیں گرم اور اس کی وجہ سے ایک خاص طبقے کے جذبات میں گرمی تھی۔ وفد خلافت کی جو رپورٹیں ان دنوں شائع ہوئیں، جن کا کچھ حصہ اوپر نقل کیا گیا ہے اسی دوسرے وفد کی ارسال کردہ ہیں۔

تیسرا وفد خلافت ۱۹۲۶ء میں اس وقت گیا جب پورا حجاز سلطان عبدالعزیز کے زیر انتظام آگیا تھا اور سلطان نے حسبِ وعدہ ایک مؤتمر اسلامی کا انعقاد کیا تھا جس میں حجاز سے متعلقہ مسائل پر غور و خوض کرنا تھا۔ اسی مؤتمر میں شرکت کے لیے یہ وفد گیا تھا۔ اس کی قیادت بھی پہلے وفد کی طرح سید سلیمان ندوی نے کی تھی اور اس کے ارکان مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت اور شعیب قریشی تھے۔

اس موقع پر ہندوستان سے دو وفد اور بھی گئے تھے۔ ایک اہلِ حدیث کانفرنس کی طرف سے اور دوسرا جمعیۃ العلمائے ہند کی طرف سے۔

اس مؤتمر میں بھی حجاز کی سلطنت اور وہاں غیر مسلم اثر و نفوذ وغیرہ مسائل کے ساتھ انہدامِ قبور کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا اور ہندوستانی وفد نے اس طرف توجہ دلائی کہ اس معاملے میں عجلت سے کام لیا گیا ہے جس کی وجہ سے ہندوستانی مسلمانوں میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ اگر یہی کام عالمِ اسلام کے محقق علماء کی آراء حاصل کرنے کے بعد کیا جاتا (جو آپ کی رائے سے مختلف نہ ہوتیں) تو زیادہ بہتر ہوتا۔ اس کے جواب میں سلطان مرحوم نے فرمایا۔

"آپ نے جو کچھ کہا صحیح ہے، میں دل سے یہی چاہتا تھا لیکن مشکل یہ ہے کہ آپ لوگ ہماری قوم سے واقف نہیں ہیں ان کے متعصب قبائل نے دھمکی دی کہ ہم نے اس لیے جہاد اور اپنا جان و مال قربان کیا تھا کہ مراسم شرک کا استیصال اور قرآن و سنّت کو قائم کیا جائے۔ اس لیے جلد سے جلد ان قبروں اور عمارتوں کو منہدم کر دیا جائے، ورنہ ہم خود ان کو گرا دیں گے۔ اس دھمکی کے بعد ہمارے لیے دو ہی صورتیں تھیں یا ان کو بزور اس سے روکتے یا گرانے کی اجازت دے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیتے۔ پہلی صورت میں خانہ جنگی کا اندیشہ تھا اور دوسری صورت میں فتنہ فساد کا۔ جس سے اہلِ مدینہ کو بھی مصیبت میں مبتلا ہونا پڑتا اور دوسری عمارتوں کو بھی صدمہ پہنچتا اور ان کا مطالبہ غیر شرعی بھی نہیں تھا بلکہ خدا اور رسولؐ کے حکم اور کتاب وسنّت کے مطابق تھا۔ اس لیے میں نے قاضی القضاۃ سے خواہش کی کہ وہ خود مدینہ جاکر اس کام کو انجام دیں۔ جو چیز خدا اور رسولؐ کے حکم کے مطابق ہے اس میں اختلاف نہ ہونا چاہیے۔" (دیکھئے "حیات سلیمان" مطبوعہ اعظم گڑھ ص ۲۵۷-۲۵۹)

تائیدِ مزید

مولانا سیّد سلیمان ندویؒ کی وضاحت

مذکورہ تفصیلات کی تائید اس دَور کے اکابر اہلِ علم کی تحریرات وتقاریر سے بھی ملتی ہے۔ چنانچہ مولانا سیّد سلیمان ندوی اپنے ایک خطبۂ صدارت میں جو انہوں نے جمعیۃ علمائے ہند کے اجلاس ہفتم منعقدہ کلکتہ ۱۹۲۶ء میں پڑھا تھا، لکھتے ہیں۔

"خدا کا شکر ہے کہ حجاز میں بدامنی اور جنگ کے بجائے امن وامان کا دَور دَورہ ہے۔ گزشتہ سال جو حاجی گئے اور امسال جو وفد خلافت گیا سب نے راستوں کی مامونیت اور قبائل کی اطاعت اور حالات کی درستی کی اطلاع دی اور سلطان کی ذاتی خوبیوں اور لیاقتوں کی تعریف کی۔ اثنائے جنگ میں بعض مقدس عمارتوں کے ساتھ بے ادبی کی اطلاعیں بہت کچھ مبالغہ آمیز نکلیں۔ حجاز کے آثارِ صحیحہ کی بقاء واستحفاظ کی آرزو ہر مسلمان دل میں موجود ہے اور یقیناً آئندہ مؤتمر اسلامی کا فرض ہوگا کہ ان کی حفاظت کی ذمہ داری موجودہ حکومت حجاز سے حاصل کرے۔ اس بارے میں جمعیۃ العلماء سے یہ درخواست بے جا نہ ہوگی کہ مقابر وآثار متبرکہ صحیحہ اور آثارِ سلف سے جو کچھ شرعی احکام ثابت ہوں۔ ان سے مسلمانوں کو باخبر کرے اور علمائے نجد وحرمین کو بھی اس سے متفق بنانے کی کوشش کی جائے۔"

(جمعیۃ العلمائے ہند۔ مرتبہ پروین روزینہ اسلام آباد جلد اوّل صفحہ ۳۵۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولانا ابوالکلام آزادؒ کی تفصیلی وضاحت

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے بھی اکتوبر ۱۹۲۵ء میں "امیر ابن سعود اور حرمین شریفین اور گنبدوں کے انہدام کا حادثہ" کے عنوان سے ایک نہایت فکر انگیز مضمون لکھا تھا۔ اس مضمون سے بھی گزشتہ تفصیلات کی تائید ہوتی ہے لیکن قبل اس کے کہ مولانا آزاد کے اقتباسات پیش کیے جائیں۔ اس پس منظر کی وضاحت ضروری ہے جس میں وہ مضمون لکھا گیا تھا۔

سلطان عبدالعزیز سے قبل حجاز (مکہ، مدینہ طائف وغیرہ) کا گورنر شریف حسین تھا جو ترکی کی خلافتِ عثمانیہ کی طرف سے مقرر تھا۔ شریف حسین خلافتِ عثمانیہ سے بغاوت کر کے نہ صرف انگریزوں کے ساتھ مل گیا بلکہ اس نے ایک طرف عرب کے بعض دوسرے حصوں مثلاً شام، فلسطین اور عراق میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے لیے مداخلت کا دروازہ کھول دیا اور دوسری طرف اس نے حرمین شریفین میں ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا تھا حتیٰ کہ مسلمانانِ عالم کے لیے حج کرنا بھی مشکل ہو گیا تھا۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۲۴ء میں سلطان عبدالعزیز، جو ان دنوں نجد و ملحقات کا والی تھا، میدانِ جنگ میں اترنے پر مجبور ہوا۔ اس نے اپنے ایک جرنیل خالد بن لوئی کو پیش قدمی کا حکم دیا۔ اس کے نتیجے میں طائف فتح ہو گیا اور مکہ معظمہ کا راستہ کھل گیا۔ انہی ایام میں شریف حسین کی حکومت سے دستبرداری کے بعد اس کا بیٹا امیر علی حجاز کا بادشاہ بن گیا۔ اسی اثناء میں سلطان عبدالعزیزؒ کے عساکر نے حجاز کے باقی حصے بھی مسخر کر لیے۔ آخر امیر علی جدہ چھوڑ جانے پر مجبور ہو گیا۔ نجدی جرنیل (خالد بن لوئی) نے طائف نیز مکہ معظمہ میں بعض قبے منہدم کرا دیئے جہاں لوگ بت پرستوں کی طرح مشرکانہ مراسمِ عبادت بجا لاتے تھے جس پر سلطان کے مذہبی مخالفین نے شور مچا دیا۔

مولانا آزاد نے جب یہ مضمون لکھا اس وقت سلطان عبدالعزیز نجد سے حجاز پہنچ کر مکہ معظمہ میں امورِ نظم کا کفیل بن چکا تھا۔ تاہم امیر علی جدہ پر قابض تھا جو حاجیوں کی بندرگاہ تھا اور اس نے حاجیوں کے لیے اس بندرگاہ کو بند کر دیا تھا چنانچہ سلطان نے فوراً قنفذہ لیت اور رابغ کی بندرگاہوں میں حاجیوں کے اترنے کا انتظام کر دیا۔ یوں یہ مضمون گویا حجاز کے آخری فیصلہ ہو جانے اور سلطان عبدالعزیز کے ملک الحجاز والنجد بن جانے سے بیشتر کا ہے۔ اب مولانا کے اقتباسات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ملاحظہ فرمائیں۔

سب سے پہلے مولانا نے بعض مقابر و مشاہد کے گنبد گرائے جانے کی خبر سے جو اضطراب پیدا ہوا، اُس کے اسباب گنائے ہیں، جو حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ کج اندیش، باطل پسند، امیر علی کے ایجنٹوں اور خلافت کمیٹی سے ذاتی عناد رکھنے والوں نے یہ شور مچایا۔ مولانا کے الفاظ میں "پیشتر سے مختصر عناصر اور گوشے پیش رفت کار کے منتظر تھے، اس مہلت نے لطیفۂ غیبی کا کام دیا۔ اب سب یکجا و ہم آہنگ ہو گئے، علم و تحقیق کے فقدان اور افراط و تفریط کے ذوق، فریقانہ تعصب کی آلودگی اور اہل اغراض و ہوا کی فتنہ پردازیوں نے ایک ہنگامۂ حیقیقت آشوب برپا کر دیا۔ ایک طرف امیر علی کے ایجنٹ ہیں ..... دوسری طرف وہ لوگ ہیں جنہیں مرکزی خلافت کمیٹی یا اس کے بعض ارکان سے ذاتی مخالفتیں تھیں۔ ان کی فرصت طلبی بھلا یہ موقع کیوں جانے دیتی ہے وہ بھی پوری سرگرمی سے شریک کار ہو گئے۔"
(تبرکات آزاد، مرتبہ مولانا غلام رسول مہر صفحہ ۲۶۲-۲۶۳-)

۲۔ دوسرا سبب فرقہ بندیوں کا ہے۔ لکھتے ہیں:

"تیسری طرف جسمِ اُمت کا مرضِ مزمن ہے یعنی مذہبی فرقہ بندیوں کا فتنہ خوابیدہ۔ اسے بھی چیخ چیخ کر بیدار کیا جا رہا ہے بجائے اس کے کہ اصلی معاملے پر اعتدال کے ساتھ رائے قائم کی جائے، کوشش کی جا رہی ہے کہ عامۃ النّاس میں کسی نہ کسی طرح مذہبی فرقہ بندی کے تعصب کی آگ بھڑک اُٹھے۔" (ص ۲۶۳)

۳۔ تیسرا سبب عوام کی بھیڑ چال ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

"مصیبت ہر طرح عوام کے لیے ہے وہ صرف جوش و جذبہ کی مخلوق ہیں۔ نہ ان میں دماغ ہے نہ ارادہ و اختیار، فوری تاثر و انفعال ان کا خاصۃ مزاج ہے۔ جب چاہیے تھوڑی دیر کے لیے برانگیختہ کر دیجیے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ بہ آسانی مذہبی جذبات ہیجان میں لائے جا سکیں۔ اس فتنہ آرائی میں نہ تو اخلاص ہے نہ سچائی جھوٹ کا کارخانہ کتنا ہی مضبوط بنایا جائے آخر اسے ٹوٹنا اور نابود ہونا ہے۔ دوام و ثبات صرف حقیقت ہی کے لیے ہے۔" (ص ۲۶۴)

اس کے بعد مولانا نے مسلمانوں کو اتباعِ حق اور اعتدالِ فکر کی دعوت دی ہے کہ ہمیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اشخاص اور جماعتوں سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمارے پیشِ نظر صرف مقاصد اور اصول ہیں۔ ہمیں نہ امیر ابن سعود سے کوئی تعلق ہے۔ نہ شریف حسین اور امیر علی سے کوئی ذاتی مخالفت ہے جو کچھ ہے اسلام کے لیے ہے۔ اگر ہم حرمین شریفین کی حفاظت کے لیے بھی اپنے اندر بے طرفدارانہ اور مخلصانہ روحِ عمل پیدا نہیں کر سکتے تو ہمیں یقین کر لینا چاہیے کہ ہم اسلام کے اہم ترین مقاصد کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔" (ص ۲۶۴)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

"یہ ظاہر و معلوم ہے کہ شریف حسین کا مفسدانہ قبضۂ حجاز اسلام اور مسلمانوں کے لیے ایک بدترین تاریخی مصیبت تھا۔ حب الوطنی کے نقطۂ خیال سے اس کا اخراج ہر عرب کے لیے ایک قومی فرض تھا اور شرعی احکام کی رُو سے تمام مسلمانانِ عالم پر فرض کفایہ تھا۔ تاہم مسلمانانِ ہند اور خلافت کمیٹی نے امیر ابن سعود سے التجائیں نہیں کیں کہ شریف حسین پر حملہ کر دے اور جب اس نے خود بخود حملہ کیا تو شریف کے آگے ہاتھ نہیں جوڑے کہ نامردوں کی طرح بلا مقابلہ بھاگ جاتے جو کچھ پیش آیا وہ وہاں کی حالت کا قدرتی نتیجہ تھا۔ خود شریف حسین ہی کی بداعمالیاں اس کا باعث ہوئیں۔ زیادہ تر اس کا وہ ظالمانہ طرزِ عمل باعث ہوا جو ۹ سال سے اہلِ نجد کے خلاف عمل میں لا رہا تھا اور ان پر حج کا دروازہ بند کر دیا تھا جس کی بندش کے بعد مسلمانوں پر قتال واجب ہو جاتا ہے البتہ خلافت کمیٹی کا فرض تھا کہ اس موقع پر اصلاحِ حال اور حفظ مصالح کے لیے جو کچھ کر سکتی تھی اس میں کوتاہی نہ کرتی۔ اب فیصلہ کرنا چاہیے کہ اس نے ایسا کیا یا نہیں؟

ہر انسان جس کا تعصّب اس درجے تک نہ پہنچا ہو کہ حقائق کے انکار پر آمادہ ہو جائے تسلیم کرے گا کہ خلافت کمیٹی نے حملہ طائف کی خبر سنتے ہی وہ سب کچھ کیا جو مسلمانانِ ہند یا کوئی ایسی ہی جماعت موجودہ حالات میں کر سکتی تھی۔ اس نے نجد کے حملے کی خبر سنتے ہی امیر ابن سعود کے نام پے در پے پیامات بھیجنے شروع کر دیئے جن میں جنگ و خونریزی کے امتناع اور تمام مقامات و مزارات حجاز کی حفاظت کے لیے صاف صاف لفظوں میں زور دیا گیا تھا۔ . . . . .

امیر ابن سعود کی جانب سے جو جوابات موصول ہوتے وہ مع کمیٹی کے پیغامات کے ہر وقت مشتہر ہوتے رہے۔ لڑائی کی نسبت امیر موصوف کا جواب تھا کہ "ذمہ داری ان پر نہیں شریف پر ہے"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقدس مقامات کے حفظ واحترام کی نسبت جواب وہی تھا جو قدرتی طور پر مسلمان کا ہو سکتا ہے یعنی ان کا پورا احترام ملحوظ رہے گا۔ خلافت کمیٹی نے اس پر بھی قناعت نہیں کی۔ ایک وفد بھیجا تاکہ ابن سعود سے مل کر مستقبل حجاز پر گفت وشنید کرے اور اہلِ نجد کے طرزِ عمل اور قبضۂ حجاز کے نتائج کا بہ چشم خود معائنہ کرے۔ ہر شخص جانتا ہے اس وفد کی تحقیق ومعائنے میں جو طاقت حائل ہوئی وہ ابن سعود کی نہ تھی جو بار بار دعوتیں دے رہا اور انتظام کر رہا تھا بلکہ امیر علی اور اس کی مفسدانہ اور خود ساختہ حکومت جدہ کی تھی جس نے وفد کو آگے بڑھنے کا موقعہ دینے سے قطعی انکار کر دیا (تاہم سلطان عبدالعزیز بن سعود کے متبادل انتظامات کی وجہ سے دیگر حاجیوں کے ساتھ وفد خلافت کمیٹی بھی حجاز پہنچا)

ان نمائندوں نے وہاں جاکر امیر ابن سعود کے حسن انتظام وادارت کے ہر طرف مناظر دیکھے، وہاں یہ بات بھی دیکھی اور معلوم کی کہ بعض قبائل نجد نے داخلۂ مکہ کے بعد بعض مقابر ومشاہد کے گنبد گرا دیئے اور بعض کے بعض حصص عمارت منہدم کر دیئے۔ انہوں نے اس بات پر پوری سرگرمی کے ساتھ اعتراض کیا اور آئندہ کے لیے اطمینان چاہا کہ ایسے واقعات ظہور میں نہ آئیں گے۔ امیر موصوف نے پوری کشادہ دلی اور آمادگی کے ساتھ اعتراضات سنے۔ حقیقتِ حال واضح کی اور آئندہ کے لیے وضاحت اور وثوق کے ساتھ اطمینان دلایا۔

ہر طرح کی غلطی اور غلط فہمی برداشت کی جا سکتی ہے لیکن جہل وتعصب کا کیا علاج ہے؟ جن گرفتارانِ جہل نے سمجھ بوجھ اور انصاف کے خلاف قسم کھالی ہو انہیں کوئی سمجھائے تو کیونکر؟ ہم علم و انصاف سے اپیل کر سکتے ہیں، لیکن علم وانصاف خلق نہیں کر سکتے۔ معاملات حجاز میں ہمارا سابقہ شریف حسین سے بھی رہ چکا ہے۔ اب امیر ابن سعود سے بھی درپیش ہے جو واقعات پیش آئے اور پیش آ رہے ہیں تمام دنیا پر آشکارا ہیں۔ جوش میں آنے اور لڑ مرنے کی کوئی بات نہیں۔ ٹھنڈے دل سے صرف اتنی بات پر غور کر لو کہ جہاں تک ہماری کوشش اور اس کی اثر پذیری کا تعلق ہے ان دونوں زمانوں میں صورتِ حال کیا رہی ہے؟

اس کے بعد مولانا نے بتلایا ہے کہ شریف حسین کے پاس سوائے انگریز کے پُرفریب وعدوں کے کوئی قوت نہ تھی (۲) مرکزِ اسلام میں اس کا الحاد وظلم اور فتنہ وفساد اس درجے کا تھا کہ پوری تاریخ اسلام میں بحیثیتِ مجموعی اپنی نظیر نہیں رکھتا (۳) کامل نو سال تک نہ صرف مسلمانانِ ہند بلکہ تمام دنیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے مسلمان اس سے بیزار رہے اور اس کی مخالفت و سرزنش میں ہم آہنگ۔

باایں ہمہ اس نے ایک لمحے کے لیے مسلمانانِ ہند یا کسی حصہ عالم کے مسلمانوں کا اتنا حق بھی تسلیم نہیں کیا کہ اپنی خواہشیں اس کے اعمال کے خلاف پیش کریں۔ تمام دنیا کے مسلمان ایک مرتبہ بھی اس میں کامیاب نہ ہو سکے کہ اس کے ظالمانہ و مفسدانہ اعمال کے خلاف کوئی ایک احتجاج یا اعتراض تسلیم کرائیں یا کوئی وعدہ۔ کوئی اعتراف کسی طرح کی بھی اطمینان دہی کا اطمینان حاصل کر سکیں لیکن اس کے برخلاف امیر عبدالعزیز ابن سعود۔ عرب کی سب سے بڑی مسلح قوت کا مالک ہے اس نے بزورِ شمشیر شریف کو فرار پر مجبور کیا اور حجاز پر قابض ہو گیا (۲) اس نے مرکزِ اسلام کو ایک ایسے فتنے سے پاک کیا جس کا ازالہ تمام مسلمانانِ عالم پر فرض کفایہ تھا (۳) اس کا داخلہ حجاز کے لیے امن و انتظام کی بشارت تھا۔ اس نے اپنی حیرت انگیز قوتِ تدبر و سیاست سے وہاں کی تمام واہی بدامنیاں دُور کر دیں۔ عرصے کے بعد وہاں حجاج کو امن و عدالت کی صورت نظر آئی۔

باایں ہمہ مسلمانانِ ہند کے نمائندے جلتے ہیں اور اس کی فوج اور اس کے فرستادہ شریف خالد کی اس کارروائی پر اعتراض کرتے ہیں کہ بعض مقابر و مشاہد گرا دیئے گئے۔ ان عمارات محدثہ کے گرانے کے بارے میں اگرچہ اس کے پاس دلائلِ شرع کا انبار ہے تاہم وہ مسلمانانِ ہند کے حقِ اعتراض کا اعتراف کرتا ہے، اعلان عام کرتا ہے اور ہر طرح اطمینان دلاتا ہے کہ اس طرح کا کوئی واقعہ ظہور میں نہ آئے گا۔ اب خدارا انصاف کرو دونوں حالتوں میں سے کون سی حالت قابلِ اطمینان ہے کیا فہم و انصاف کا اس قدر قحط ہو گیا کہ اتنی صاف اور قطعی بات بھی لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے گی۔ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا۔ (تبرکات آزاد ص ۲۷۲-۲۷۷)

مولانا ابوالکلام آزاد کا یہ پورا مضمون بڑا اہم اور قابلِ مطالعہ ہے ہم نے اس کے ضروری حصے ہی نقل کیے ہیں جن سے سلطان عبدالعزیزؒ کے مذہبی مخالفین کے اعتراضات کی پوری حقیقت واضح اور سلطان مرحوم کے اقدامات کی تائید و تصویب اور اس کی مومنانہ فراست اور خداداد صلاحیتِ نظم و تدبیر آشکارا ہو جاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۳۔ مولانا ظفر علی خاںؒ کا نعرۂ حق

مولانا ظفر علی خاں نے بھی متعدد نظموں میں سلطان مرحوم اور ان کے مخالفین کے بارے میں اظہارِ رائے کیا ہے۔ ذیل میں ان کی نظموں سے چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں ؎

خطرہ ہے شرقِ اردن و طرفِ عراق سے
ابن سعود شاہ شریعت نواز کو
یہ اس لیے کہ نجد میں اس نے کیا ہے فاش
دینِ مبین کے سیزدہ[۱۳۰۰] صد سالہ راز کو
اسلام کو جو عرب میں قرنوں سے ہے نصیب
کھونا وہ چاہتا نہیں اس امتیاز کو

ابن سعود کو ملا مرتبۂ ید اللّٰہی ؎
تازہ بہانہ مل گیا رحمتِ کردگار کو
آذریوں کو بزم میں مہلتِ رقص بھی نہ دی
مصطفویؐ چراغ نے بولہبی شرار کو

نجدیوں پر تھوپ دو الزامِ توہینِ حرم ؎
خواہ انہوں نے برجی اس کی ایک بھی ڈھائی نہ ہو

حرم والوں کی جمعیت پریشاں ہو نہیں سکتی ؎
کہ ہے اس دور میں شیرازہ بند ابن سعود اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

www.kitabosunnat.com

ے نہ بچا فریبِ فرنگ سے کوئی تاجور کوئی باجوڑ
مگر اک حرم کا وہ پاسباں جو ہے سر بہ سجدۂ نماز میں
نہیں فیض ابن سعود کا یہ ہے لطف ربِّ وَدُود کا
کہ سلف کے عہد کی رونقیں نظر آرہی ہیں حجاز میں

مولانا ظفر علی خاں کی یہ نظمیں ان کے مجموعہ ہائے کلام میں دیکھی جا سکتی ہیں، اخبار کی تنگ دامانی ان کے نقل کرنے میں مانع ہے، تاہم دو شعر اور سن لیجیے جس میں مسئلہ انہدام قبور میں شیعہ بریلوی اتحاد کی طرف اشارہ کیا ہے جس کے مظاہر آج بھی حضراتِ شیعہ کے کفریہ عقائد اور حرمین شریفین کے بارے میں ان کے مکروہ اور گھناؤنے عزائم واضح ہو جانے کے باوجود نظر آرہے ہیں۔ بہرحال مولانا ظفر علی خاں مرحوم اس "ثنویت پسند" اتحاد "ثنویت" کے بارے میں فرماتے ہیں۔

ے شیعہ بریلوی سے گلے مل رہا ہے آج اور لکھنؤ میں دونوں کا قارورہ مل گیا
ے شیعوں اور سُنّیوں میں ہو چلا ہے اتحاد یہ بھی اِک سازش کہیں یارو کلیسائی نہ ہو

اور "کلیسائی سازش" کا یہ دائرہ مزید وسعت اختیار کرتا نظر آرہا ہے کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بعض ملکوں اور علاقوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ایرانی انقلاب کی حمایت میں سرگرم ہیں جو اسلامی حکومت کے قیام کے داعی اور علم بردار ہیں۔ اور یوں یہ "تثلیث" خوش نما عنوانات سے افتراق و انتشار کا وہ پرانا فتنہ پھر سے کھڑا کرنے کی مذموم کوشش کر رہی ہے جو ماہ و سال کی گرد شوں میں دب گیا تھا۔

بہرحال گزشتہ تفصیلات اور اکابر اہل علم کے بیانات سے واضح ہے کہ سلطان عبدالعزیز پر مقدس مقامات کی بے حرمتی کا الزام بے ثبوت اور خانہ ساز ہے۔ بعض پختہ قبریں یا ان پر بنے ہوئے گنبد اگر کہیں ڈھائے گئے ہیں تو اس سے مقصود کسی کی اہانت و تنقیص ہرگز نہیں، بلکہ شریعتِ اسلامیہ کا حکم سمجھ کر ہی ایسا کیا گیا ہے۔

سلطان عبدالعزیز مرحوم کا یہ چیلنج ابھی تک تشنۂ جواب ہے کہ اگر دنیا کے محقق علماء شریعتِ اسلامیہ کی رُو سے پختہ قبروں اور ان پر گنبد وغیرہ تعمیر کرنے کا جواز و استحباب مہیا کر دیں، تو میں ان آثار و مبانی کو دوبارہ سونے چاندی سے تعمیر کرنے کے لیے تیار ہوں۔

افسوس ہے کہ اس چیلنج کو تو ان کے مذہبی مخالفین نے قبول نہیں کیا اور کوئی معقول ثبوت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قبروں کے پختہ بنانے اور ان پر قبے تعمیر کرنے اور وہاں دیگر امور و مراسم کی ادائیگی کا تو پیش کیا نہیں لیکن آج جب کہ یہ بحث کبھی کی ختم ہو چکی ہے' اسے دوبارہ اٹھا کر اس سعودی حکومت کے خلاف عوام کے ذہنوں کو مسموم کرنے کی سعی کی جا رہی ہے جو اس وقت اپنی بعض کوتاہیوں کے باوصف عالم اسلام کی ایسی واحد اسلامی مملکت ہے جہاں اسلامی سزائیں نافذ ہیں اور عدل و انصاف کا دَور دورہ ہے اور عالم اسلام اور مسلمانانِ عالم کی فلاح و بہبود کے لیے اس کے خزانوں کا منہ کھلا ہوا ہے اور جس کے حسنِ انتظام و سعی سے اطراف و اکنافِ عالم میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام پورے خلوص اور تندہی سے جاری ہے۔ اور پاکستان کے ساتھ بالخصوص جس کے خصوصی برادرانہ ہمدردانہ تعلقات ہیں اور اس کے عُسر و یُسر کا وہ بے لوث ساتھی ہے۔

الغرض جس لحاظ سے بھی دیکھا جائے سعودی حکومت کے خلاف اس انداز کی مہم جس کا مظاہرہ "حج سیمینار" ــــ "القدس سیمینار" اور "یوم جنت البقیع" اور "حجاز کانفرنس" وغیرہ میں دیکھنے میں آ رہا ہے' کوئی جواز نہیں ہے۔ اس لیے اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ایک طرف تو یہ تحقیق کی جائے کہ اس پردہ زنگاری کے پیچھے کون ہے؟ اس کے محرکات و دواعی کیا ہیں؟ اور وہ اصل ہدایتکار کون ہے جس کی تحریک و ایما پر یہ اداکاری کی جا رہی ہے اور دوسری طرف اس فتنے کی سرکوبی اور شرک و بدعت کے استیصال کے لیے تمام موحّد مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے تیسرے نمبر پر جن شاہینوں کو "صحبتِ زاغ" نے خراب کر دیا ہے اور وہ ایرانی پروپیگنڈے کا شکار ہو کر ایران کے مکروہ عزائم کی تقویت کا باعث بن رہے ہیں' انہیں سمجھایا جائے اور ان کے دلوں کو شرک و بدعت کی آلائشوں سے پاک کر کے' انہیں توحید و سنّت کے نور سے منوّر کیا جائے۔

> "اسلام نے شرک کو کس زور شور سے مٹایا، لیکن غور سے دیکھو تو قبروں اور مزاروں کے ساتھ عوام ایک طرف' خواص کا جو طرزِ عمل ہے' اس میں اب بھی کس قدر شرک کا مخفی اثر موجود ہے' گو استفادہ عن القبور اور حصولِ برکت کے خوش نما الفاظ نے اُن پر پردہ ڈال رکھا ہے"۔ (شبلی نعمانی حنفی)
>
> (الفاروق بحوالہ "حیاتِ شبلی" مولانا سید سلیمان ندویؒ' ص ۸۲۲' دار المصنفین' اعظم گڑھ۔ ہند)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولانا ظفر علی خاں مرحوم

تطہیر یثرب

داخل ہوا مدینے میں ابنِ سعود آج | پھر جوش پر ہے رحمتِ ربِّ وَدُود آج
توحید کا عرب میں عَلَم سربلند ہے | قائم ہوئی ہیں شرعِ نبیؐ کی حدُود آج
ہیں غازیانِ نجد پیمبر کے پاسباں | یثرب میں خیمہ زن ہیں خدا کے جنود آج
آتے ہی مسجد نبویؐ میں پڑھی نماز | کیا لطف دے گیا ہے رکوع و سجُود آج
منکر بتائے جاتے تھے جس نامِ پاکؐ کے | اُس پر یہ لوگ بھیج رہے ہیں درُود آج
اس جھوٹ کا کہ گنبدِ خضرا ہوا شہید | سلطان نے بکھیر دیا تار و پود آج
ہم کو ہے پاسِ عہد کہ ابن سعود کو؟ | کس کو ہیں یادِ ازل کے عہود و عقود آج
کل جس کے نام سے بھی نہ عالم تھا آشنا | ہم اس کے پاس لے کے چلے ہیں وفود آج
رگ رگ میں موجِ خونِ سلف دوڑنے لگی | مٹنے لگا ہے تفرقۂ ہست و بود آج
قبرص میں ہے حسینؒ تو فیصلؒ عراق میں | نابود ہے حجاز میں ان کا وجود آج
اِک رہ گیا علیؒ سو اسے دیکھ دیکھ کر | یاد آ رہی ہے مجھ کو حدیثِ ثمود آج

جدّہ سے رنگرائے فلسطین ہی تو ہو
جو بن رہا ہے جائے پناہِ یہود آج

(بہارستان ص۲۸۲)

۱۔ ۳۔۲ حسین، فیصل اور علی یہ تینوں انگریز کے وفادار تھے، اور اسی وفاداری کے صلے میں عرب کے حصے بخرے کر کے انگریز نے ان کو چھوٹی چھوٹی مملکتوں کا حکمران بنایا تھا۔ یہ نظم جس وقت لکھی گئی جدّہ اس وقت ابھی علی بن حسین شریف مکہ کے ہی قبضے میں تھا۔ تاہم آثار صاف بتلا رہے تھے کہ عنقریب ہی یہ جدّے سے بھی راہِ فرار اختیار کر جائے گا۔ چنانچہ جلد ہی پورے حجاز کی تطہیر ہو گئی اور نجد کے والی سلطان عبدالعزیز پورے حجاز کے سلطان بن گئے۔ یہی نجد و حجاز اب سعودی عرب کہلاتا ہے۔ (ص۔ی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولانا ظفر علی خاں مرحوم

امیر المومنین ابن سعود رح

جب اٹھاتا ہے حجاب آستین ابنِ سعود
آنکھ سے لاتا ہے نذر گوہریں ابنِ سعود

اپنے مولا سے کرا لیتا ہے نذر اپنی قبول
کعبہ کی دہلیز پر رکھ کر جبیں ابنِ سعود

جس کو دنیا میں لٹایا تھا رسول اللہ نے
ہے اسی گنجِ سعادت کا امیں ابنِ سعود

اِک نہ اِک دن ہوگی تطہیرِ عراق و شام بھی
حل یہ مشکل بھی کرے گا بالیقین ابنِ سعود

وقت جب آیا کہ فتنوں سے ہو پاک ارضِ حجاز
بن گیا تقدیرِ ربّ العالمین ابنِ سعود

اس کے قدموں پر چلے گی ساری دنیا ایک روز
ہے محمدؐ کا غلام کمترین ابنِ سعود

دولت اس کی ہے کثیر، اقبال اس کا غلام
سلطنت انگشتری ہے اور نگیں ابنِ سعود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک صف میں سب کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکتے نماز
گر نہ ہوتا صاحب ذوقِ یقیں ابنِ سعود

تاکتی ہے خرمنِ تاتار کو برقِ فرنگ
لیکن اس کی زد میں آ سکتا نہیں ابنِ سعود

لرزہ بر اندام ہے باطل کہ گونجا نجد میں
بیشۂ اسلام سے شیرِ عریں ابنِ سعود

نجد کی لیلیٰ پہ مر جانے لگے مجنوں نئے
ہند کا محمل ہے محمل نشیں ابنِ سعود

ہے لباسِ کعبہ کا پیوند زرّیں اس کی جیب
جیب میں لایا ہے لولوئے ثمیں ابنِ سعود

ہے دلِ ملت پہ نقش اس کی ارادت ہر طرف
حکمراں ہے از مراکش تا بہ چیں ابنِ سعود

لکھیے اس کو حارسِ شرعِ مبیں عبدالعزیز
کہیے اس کو حامئ دینِ مبیں ابنِ سعود

ہم زبان پھر قدسیوں کا ہو کے کہیے برملا
ہے لقب اس کا امیر المؤمنیں ابنِ سعود

(بہارستان ص ۲۷۳)

www.KitaboSunnat.com

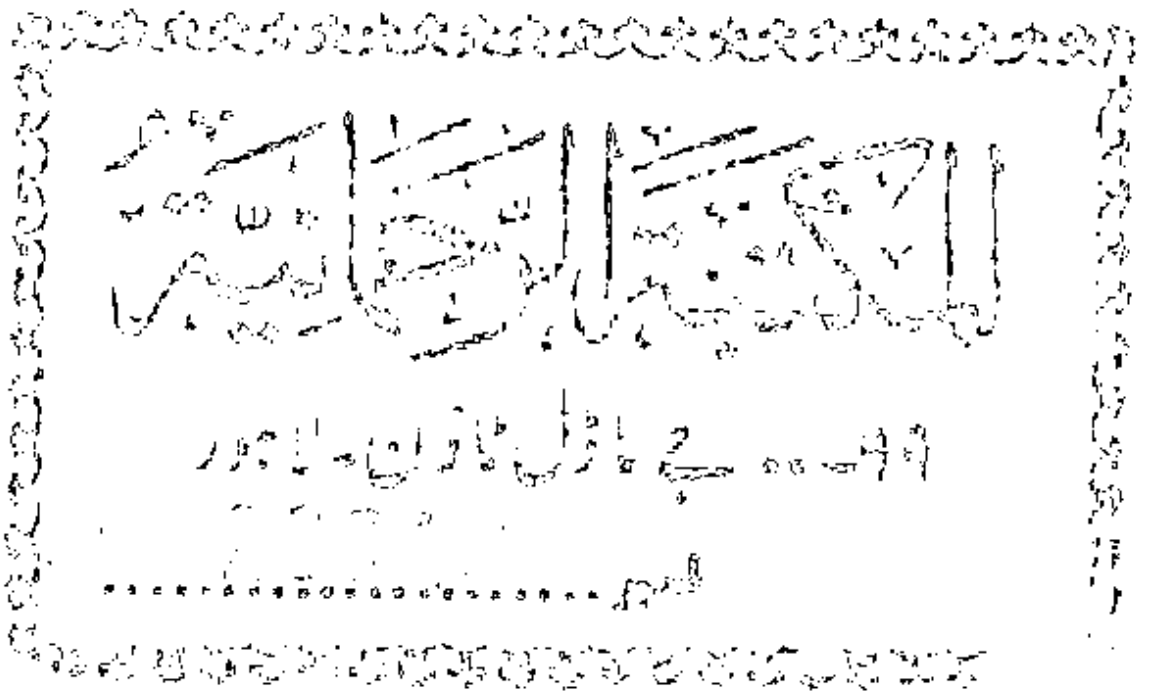

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہماری چند دیگر خوبصورت کتابیں

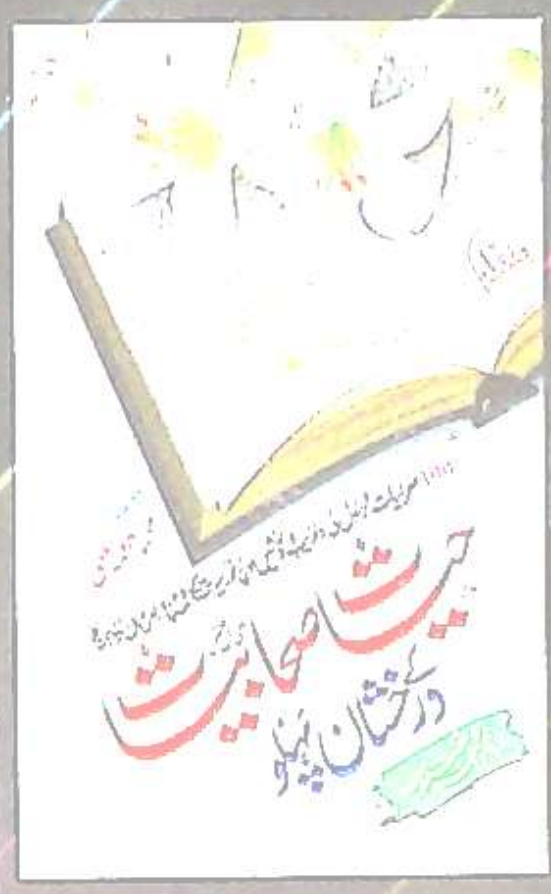

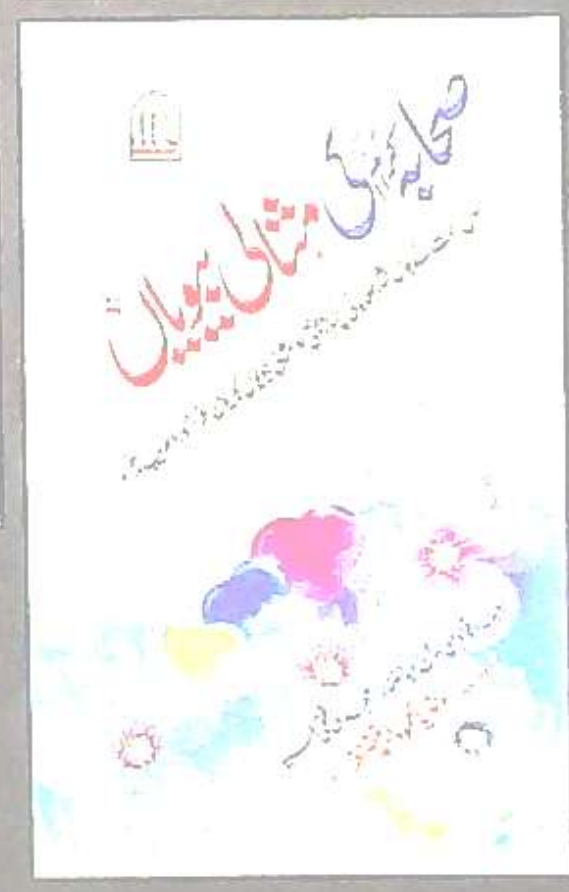

DARULIBLAGH

دار الابلاغ

کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

Designing: CRYSTAL ART Lhr 0323-7471861

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

ہماری چند دیگر خوبصورت کتابیں

DAROLIBLAGH

دَارُالابلاغ

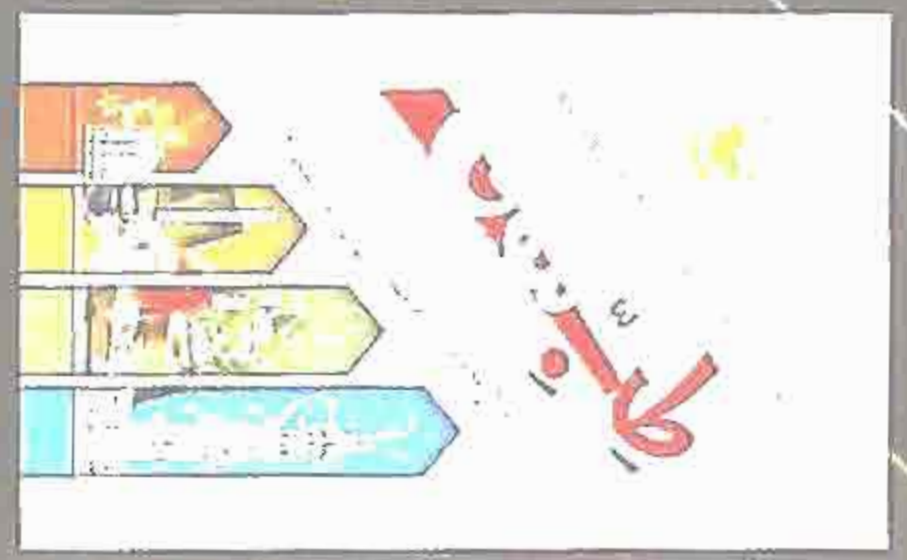

کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

Designing: CRYSTAL ART Lhr 0323-7471861